

U.0672

mg/c

2.2

و هو حق طلال الباطل
جاء الحق طلال الباطل

الحمد لله الذي كرم كتابه مستطاب رباطال نديب الحسنات
واحقاق نديب شيعه اماميه اثنا عشرية الموسوم

اعلان الهدى

در جواب

اسرار الهدى

که از تالیف عالیجناب فیضیاد حکیم مولو شیخ احمد رضا ابرکانه بن ابی
مولوی شیخ وجیه الدین صاحب مرحوم تارنخ به جون شده

لکن و اثنا عشر که کمتر علی کردید
بقلم منی باهتیارینا به خط مطبوعه

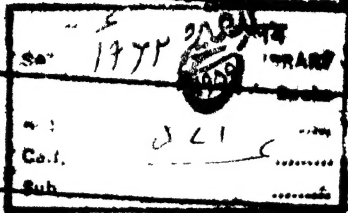
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله على كمال الدين والتمام التوفيق ليرى كتاب من كتاب من كتب
عقيدة ودرجات شيعه مذهب شيعه اماميه اثنا عشرية الموسوم به

اعلام
در جواب
اسرار

بیتها اشعنان الله اجري بمقام لکنو موله فراشخان وزیر

مطبع اثنا عشرية سید اعظم طبعه



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہرِ نعت اور ربِ شاہین اُس فادرِ مطلق کے لیے سزاوار ہیں کہ جس نے اپنے نور سے
نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ کو پیدا اور پھر اسی نور کے وسیلے سے ہزار ہا عالم اور زمین
و آسمان عرشِ کبریٰ لوح و قلم جمیع موجودات کو پیدا کیا اور تمام شکلاتِ دینی اور دنیوی
کا احوال اور سطح کی حاجات ظاہری و باطنی کا عقدہ کشا اپنے برگزیدہ پیغمبر اور اس کے
اوصیا کو نبایا یہ اس کی کمالِ شفقت ہے کہ حضرت رحمۃ اللعالمین و جابر الکفار و المناقضین
کو ہمارا پیشوا مقرر کیا اور نہایت پاک سرشت فرشتہ فصائل اماموں کے تقلید و سکا
حکم دیا اور ہم شیعہ ایمان البیت اطہار کو خطاب مستطاب خیر البریت عطا فرمایا اور
ہمارے پیشواؤں کے مخالفین اور معاندوں کو بے برس غضب الود و تندیدائیز
العقابوں سے یاد کیا جَلَّ جلالہ و عَمَّ نوالہ۔
اور ہر قسم کی نفرت اور بزرگی کا سزاوار وہ پیغمبر و ولی الاقدار ہے کہ جس کی قامت پر

فقلت لولا انما خلعت الاحلام راست آیا بلکہ اُس کے وسیلے یہ سچ خلعت
 مبارک بقیۃ چہارہ معصوم کے بدن میں بھی درست بیٹھا صلی اللہ علیہ وآلہ
 بعد آپ کے درود و سلام و ہر طرح کی فضل و اکرام کے مستحق البتہ پیغمبر صلعم میں
 جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہو اچکی امامت اور پیشوائی سے دین کامل ہو اس کے نتیجے
 وہ درویدان فوت و ولایت جسکو خدا تعالیٰ نے نفس سول اللہ سے تعبیر کیا جسکے بعد
 سے اکمال بن و اتام نعمت ہم لوگوں پر ہوا جسکا تسک گمراہی سے بچا ہوا اس کے موت
 مومنین کا شمار جسکے دشمنوں پر خدا کی بھڑکار۔ اعمیٰ حضرت جابر الکفار صاحب الفقہ
 کرار غیر فرار حیدر نامہ در صفر کا مکار قوت بازو بنی مختار خدا کا ہاتھ اللہ کا شیر سول کا
 بھائی ہمارا پیشوا سردار نبی کے بعد اٹکا وھی اور بلا فضل خلیفہ جسکی خدا ترسی اور
 رحم دلی اور سخاوت اور شجاعت اور پاکیزگی اور طہارت اور بزرگی و امامت کا آیات
 قرآنی میں مذکور امیر المومنین امام المتقین قاعد العز الحجلین سید الاولیا امیر الاوصیا
 الصدیق اکبر الفاروق الاعظم العیوب الامام سید التہ الغالب الغالب علی
 کل غالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب خدا کا درود و سلام آپ پر ہر دم نازل ہو
 اور نیز اس پاک اور مقدس بی بی پر جو دونوں جہان کی بیوی کی سردار ہو اور اُس کے
 دونوں نور عینین رسول خدا کے بیٹے علی مرتضیٰ کے دل کے چین یعنی سبطین الشہیدین
 السعدین ابی محمد الحسن و ابو عبد اللہ محسن اوبا قیام زندہ نو سردار ہمارے پیشوا
 رسول خدا کو نظر فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ کے بارہ جگر امام حسین کے پسر علی زین العباد سے
 لیکر پشت در پشت حضرت قائم آل محمد مہدی آخر الزمان تک خدا کا درود و سلام روز و
 شب و صبح و شام آپ پر نازل ہو تا قیام قائم ہو لا ۱۱۱ اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی

خدا تعالیٰ نے ہر طرح کا شرف اور بزرگی ہم مومنین کو فقط انہیں جو وہ مقدسوں کی بدولت عطا فرمایا ہے۔ پس یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

سبب تالیف رسالہ لہذا کا بندہ شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی وجیہ الدین عثمانی دیوبندی عرض کرتا ہے کہ گزرا ہوا جولائی ۱۹۲۳ء میں ایک رسالہ موسومہ اسرار الہدی میرے پاس پہنچا جو مطبع اکبری مقام آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہوا جس میں اول اہل تشیع کی جانب سے میں سوال قایم کر کے اسکے جوابات سنجانب اہل تسنن دیے گئے ہیں اور انہیں جوابات کے ضمن میں اکثر آیات احادیث صحیحہ مرویہ اہل تسنن متعلقہ مناقب و فضائل حضرت علی مرتضیٰ پر بہت اسرار کے ساتھ جرح اور قبح کی گئی ہے بعد اسکے بہت بڑے اعلان و اخبار کے ساتھ پچیس سوالات ایسے قایم کئے۔

ہیں کہ جن میں خاص ذات مقدس حضرت مرتضوی پر اعتراضات کئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ لغو و بائد کافر تھے امامت اور خلافت کے ہرگز سزاوار نہ تھے شرع کی خلافت حکم دیا کرتے تھے گو گونا گوا مال مفت کھا جاتے تھے خدائی کا دعویٰ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ جو ان اس رسالہ کے بحسب سندرہ دیا ہے رسالہ منشی جو ہر علی صاحب مجبلی شہری ہیں جو اپنے آپ کو جدید بنی کہتے ہیں اور طرز تحریر عبارت بالکل مولوی محمد جاگیر خاں صاحب شکوہ آبادی کا ہے اور ہر فقرہ اور ہر مطلب سے انہیں کے عقائد کی بونہر ہوتی ہے۔

تیسرا دل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ ایک مسلمان جب کے آباد و اجداد سے مذہب تشیع چلا آتا ہو تو ایک بیکانہ انداز رسالت کا ایسا دشمن ہو جائے کہ اُن بزرگوار کو قطع نظر ولایت و امامت کے دائرہ اسلام سے بھی خارج سمجھنے لگے اگر ایسا ہی کسی بد نصیب زلی کو شارت اعمال نے طعیر ہے تو درجہ بدرجہ تنزل کرتا ہے مثلاً شیخ سے سنی ہو سنی سے دہلی ہوا

وہابی سے ناصبی ہونا ناصبی سے خارجی ہوا اور یوں دفعتاً کہ شب کو تو ولائی طبیعت
 دل میں لیکر سوئے اور صبح کو بغض و عداوت طبیعت سے معہ دل لیکر سیدار ہوئے بلاشبہ عجیب اور
 نئی بات ہے۔ اگر یہ رسالہ مولوی محمد جبانگیر خالص صاحب شکوہ آبادی کی تصنیف سے نہیں ہے اور
 منشی جوہر علی صاحب ہی اسکے مصنف ہیں اور ترک تشیع کر کے مدبر بنی ہوئے ہیں
 تو شیون کو شکر درگاہ الہی میں سجالانا چاہیے کہ منشی صاحب انکو زمرہ سے بہت جلد علیحدہ ہو
 گئے ہیں پورا پورا اندازہ اس امر کا نہیں کر سکتا کہ وجود باوجود جناب منشی صاحب و جماعت حضرات
 اہل تشیع کو کیا کیا نفسیت حاصل ہوئی ہیں ہاں اس قدر کہ سکتا ہوں کہ عوام المسفت کو کوئی فائدہ نہ آتا
 ہے نہ لہذا منشی صاحب سے نہیں ہوا بلکہ انکی عقائد اور مذہب کو بضر غلط سمجھنے کا احتمال ہے البتہ خواص اہل سنت کو
 بظاہر اس قدر فائدہ پہونچا کہ معارضہ مناظرہ شیعیاں میں جن الفاظ کو حضرات اہل سنت
 بظاہر برائی زبان سے نہیں نکال سکتے تھے اور انکے زبان پر لانے سے خوف محصیت ہی
 انکو منشی صاحب اور دیکر دیکر نیکے۔ یہ نقطہ میرا خیال ہی نہیں ہے بلکہ کامل ثبوت اس پر ہے
 اس کے کامو جوہر حسب کا جی چاہے رسالہ اسرار المدنی کو بڑھ کر دیکھ لے کہ اس میں صاف
 صاف ایسے فضائل اور مناقب مرتضوی سے انکار کیا گیا ہے کہ جنکو قدیم سے علماء
 اہل سنت تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ نیز ایسے ایسے اعتراضات حضرت علی پر کئے گئے
 ہیں کہ وہ قابل امامت نہ تھے اور گنہگار تھے۔ بلکہ نفوذ باللہ کفر تک کا الزام ان پر لایا گیا
 کیا باوجود اس سب شتم اور طعن و تشیع کے تین علماء اہل سنت کے تقرظین خاتمہ
 رسالہ مذکور پر روح میں جہین سرآمد علماء سنیہ مولوی محمد لطف اللہ علی گڑھی ہیں
 وہ اس رسالہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں فہذا رسالۃ سنیۃ ومقالۃ بھتہ
 اور ایک موقع پر لکھتے ہیں اللہ در فدا محمد المعاندین بتحقیقات انبغہ

در بیان و دانشکده بالز اماکت شیعہ قریہ۔ ایک صاحب طبع عربی تو صیف
 و تاریخ سالہ میں تحریر کے اپنا علم و فضل قبلہ میں ایک صاحب اردو زبان میں ہی
 تقریظ لکھ رہے ہیں مگر ساتھ ہی اسکے ایک دو ٹوٹا چھوٹا فقرہ عربی کا بھی حدیث میں مجبوراً لکھو
 لکھنا پڑا غرض اس بتائیں جیسے وہ ہی معلوم ہوتی جو اوپر گزراش کر چکا ہوں اگر حضرات
 موصوفین کچھ بھی اپنے دلیلیں المضان کرتے تو باعتبار انکے علم و فضل و روایت و تقویٰ کو لازم
 تھا کہ منشی صاحب کو ایسی تحریرات سے باز رکھتے کیونکہ منشی صاحب نے اپنے آپ کو اہل سنت
 قرار دیکر یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا اور اقلب اکثر مضامین مندرجہ رسالہ مذکور مخالف عقیدت
 اہل سنت و جماعت کی ہیں۔ کیا کم علم اہل سنت اس سال کو بڑھ کر یقین نہ کر لینگے کہ حضرت
 علی کی شانیں گستاخی کرنا اور انکو الفاظ نامناسب یاد کرنا اور انکے فضائل و مناقب سے انکار کرنا
 منہب اہل سنت میں جائز بلکہ مولوی لطف اللہ صاحب کا پسندیدہ مسئلہ ہی کیا جہلاراہل
 تسنن اس سال کو بڑھ کر یہ امر باز کرینگے کہ جن جن علماء اہل سنت کو معجزہ رد شمس کو اپنی
 اپنی تصنیفات لکھا ہے وہ سب ابن ساطعون کے شاگرد اور چلے گئے۔ کیونکہ منشی صاحب نے
 جو اکیسواں اعتراض حضرت علی پر قائم کیا ہے اسکے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتب معتبرہ اہل سنت
 میں رد شمس کا ذکر ہر ایک اثر میں ہے نہ بروایت قوی و نہ بروایت ضعیف مگر اہل تشیع کے معتبر
 کتب میں اس فقرہ کا ذکر ہے۔ اور طاجامی کے شواہد میں کسی شیعہ نے اسحاق کر کے مجبوراً دیا ہے۔ اگر
 مولوی لطف اللہ صاحب کی تقریظ اس رسالہ پر نہ ہوتی تو عوام سمجھ سکتے تھے کہ منشی صاحب افغانی
 بلا خطہ کتب اہل سنت کا نہیں ہوا ہونہو اننگی اور کم علمی کی وجہ سے ایسا لکھ دیا لیکن اب کتب معتبرہ
 و علماء کا براہل سنت مندرجہ ذیل کی نسبت جنہوں نے واقعہ رد شمس کو اپنی کتب میں لکھا ہے
 عوام اہل سنت کا کیا عقیدہ ہوگا ملاحظہ فرمائیے کہ امام طحاوی و صاحب سواہب لغزہ امام احمد

بن صاحب قاضی عیاض مالکی شیخ ابن حجر عسقلانی ابن حجر مکی ابن مندہ ابن شاہین ابن مردودہ
 طبرانی صاحب معجم کبیر شیخ الاسلام بن العزاقی صاحب شرح تہذیب علامہ جلال الدین سیوطی
 صاحب رسالہ عزلی اللبس عن حدیث رد الشمس شیخ عبدالحی محمد دہلوی صاحب ہاراج السنو
 اور انکے علاوہ ایک جماعت کثیر محدثین اہل سنت و اس معجزہ روش کو اپنی ہی تصانیف میں لکھا ہے
 بموجب تخریضی صاحب حسب شہادت مولوی لطف اللہ صاحب عوامی نظرون میں دایرہ
 اہل تسنن سے خارج ہو گئے یا نہیں آئندہ جب کبھی روش پر مناظرہ ہوگا اور اقوال علما مندرجہ
 بالا کا کوئی حوالہ دیکھا تو فرق ثانی بند مولوی لطف اللہ صاحب پکار کر کہیگا کہ یہ لوگ اہل سنت
 کے عالم نہیں ہیں بلکہ راضی ہیں انکے قول کا کچھ اعتبار نہیں اور چونکہ جہلا میں تہذیب کی پابندی
 نہیں ہوتی کیا بعید ہے کہ کوئی لفظ خلاف شان ان بزرگوں کی نسبت راضی اور ابن سبا کا
 جیلہ سمجھا کہ بیٹھے تو فرمائے کہ کیا بات سنی ہمارے منشی صاحب تو اپنی خطا کو خطا اجتہادی
 قرار دیکر الگ ہو جائیگی لیکن مولوی صاحب سے یہ بھی نہوسکیگا کیونکہ وہ شرائط اجتہاد سے
 واقف ہیں اس ایک امر کو بطور نمونہ ذکر کیا ہے باقی اپنے اپنے موقع پر گذارش کیا گیا ہے۔
 العرض تب یہ رسالہ اسرار الہدیٰ اولامیری نظر سے گذرا تو میں نے اسکو قابل جواب
 دینے کے نہ پایا کیونکہ جو لوگ خواہشی ہوں یا شیعہ کچھ بھی من مغلطہ ہو نسبت رکھتے ہیں وہ
 اس رسالہ کی وقعت کو جو بنی سمجھ سکتے ہیں اور اہل انصاف جنکے دلون میں تعصب اور
 طرفداری نہیں ہے خود دیکھ سکتے ہیں کہ مولف صاحب ہر سوالات کے جواب کے
 عمدہ برآ ہو گئے ہیں یا نہیں اور نیز یہ بھی خیال تھا کہ جو وقت معتبرین علما و اہل سنت
 اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گے ضرور اس کے تشہیر و اعلان کو روکیں گے اور اس کے برخلاف
 قلم فرمائی کریں گے مگر جبکہ فاترہ رسالہ پر جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب کی تقریظ

نظر پڑی اسوقت ضرور ہوا کہ اس رسالہ کا جواب لکھا جاوے پہلے توجہ کی طرف سے ہی گمان تھا کہ ہمارے سکوت کو محمول پر محمول نہ کر لیں اب علما اور خواص کی طرف سے بھی اس گمان کا خدشہ ہوا اسیلئے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور مصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تائید پر مجرورہ کر کے قلم برداشتہ ترویج لکھنی شروع کی ازاں جبکہ اس رسالہ مذکور کی تردید کرنے میں کوئی موقع خوب تر نہ ہو سکا نہ تھا عرصہ پندرہ روز میں تمام و کمال سودہ کر کے تحریر سے فراغت پائی۔ اور چونکہ نام رسالہ اردو کے لئے لکھا گیا اسرار الہدیٰ ہر ادنیٰ ہر عہد کہ ہدایت تر اور خفا نہیں ہو کرتے بلکہ اس طرح کی ہدایت کو اٹھا اور بکا نکتے ہیں ہدایت ہمیشہ اعلان کے ساتھ ہوتی ہے لہذا نام اس رسالہ مبارک کا اعلان الہدیٰ فی رد اسرار الہدیٰ رکھا گیا خداوند کریم جمیع مسلمانوں کو اس سے مستفید کرے۔ بجاہد محمدی والہ الامجاد

قبل شروع کرنے مقصد کے ایک بات اور قابل گذارش ہے کہ مولف صاحب خاتمہ رسالہ پر ایک اطلاع واجب التبع کی سرخی لکھ کر زیب رقم فرمایا ہے کہ جو صاحب اس رسالہ کا جواب لکھیں وہ سرشت ہندوب کو ہاتھ سے نہ دین جیسا کہ شیخ احمد صاحب بمقابلہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب ہمارے معین کے واسطیہ کلمات لکھے ہیں۔

اس امر کا انصاف وہی شخص بخوبی کر سکتا ہے کہ جس نے از بار الہندی و بدر الدجی مولفہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اور اس کی تردید یعنی شمل الضحیٰ کو بالاستیغاب ملاحظہ فرمایا ہے شروع سے لیکر خاتمہ تک مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے اپنے رسالوں میں کلمہ و فقیہ تو ہیں علمائے شیعہ کا اٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ ائمہ اہل بیت کی شان میں برابر کلمات ہتک اور توہین کا استعمال کیا مگر منہ ہرگز اس کا جواب نہیں دیا ہر جگہ

اسرار صحتیہ تنظیم کے ساتھ لکھے اور علماء کی شان میں کوئی کلمہ توہین کا نہیں لکھا اگر اس پر بھی شک ہو تو خود اکی مرتضیٰ اسکے توہین معنی ہے کہ ہم تو محض جو جاہلین کہہ لیں مگر تم جو کچھ کہنا چاہتا ہو یہی بات میں سالین بھی ہو کہ ماشا اللہ خلیفہ منشی صاحب عوام شیعہ اور علماء شیعہ اولہ الطیب کی نشان میں ایسے ایسے واہیات الفاظ اور توہین اور تنک کی کلمات تخریر فرمائے ہیں کہ سننے والے کو ہرگز تحمل نہ ہو سکے اور فوراً مناظرہ سے نوبت بمجادلہ پہنچ جاوے اور پھر طرہ یہ ہو کہ دوسروں سے یہ درخواست ہو کہ ہمارے ساتھ تہذیب کا علمبرار آمد رکھا جاوے۔ اگرچہ ہر گز منظور نہیں کہ دوسرے کی بد تہذیبی دیکھ کر ہم بھی نا مہذب ہو جاویں لیکن فقط اس لیے یہ حال گذارش کیا گیا ہے کہ نصف مزاج لوگ محوز فرمادین کہ دوسرے کی توہین کرنا اور پھر اسے اسید واری در گذر کرنا کیا بہت بھری نہیں اگر خوف طوالت نہ تو اس موقع پر از ہار الہدیٰ کے ان مقامات کو نقل کرتا ہوں کہ جہاں ضلع اور حلیت اور کھچو بازنی ختم ہوئی ہے۔ اور منشی جوہر علی صاحب کو جو دعویٰ اپنی تحریر کی تہذیب کا ہے اسکی یہ کیفیت ہے کہ براہ کرم رد اسرار الہدیٰ کو ماتم میں لیجئے اور جن جن صفحات کے میں حوالہ دیتا ہوں انکو ملاحظہ فرمائیے کہ منشی صاحب نے کونسا دقیقہ بدکلامی جو توہین بد تہذیب کا مافی تحریر ہے۔ تفصیل بد تہذیبی کی یہ ہے

نمبر و صفحہ	مضمون نامہ مذہب	نمبر صفحہ	مضمون نامہ مذہب
۳۷	حساد باطل پرست	۳۸	سوالات و اہیات کے جوابات
۳۸	فی قلوب ہم مومن	۳۹	زندہ ان لشکر
۳۹	پنچہ نامہ کی تقویم پابند اس کی	۴۰	اہل نفاق
۴۰	کتاب دیرینہ	۴۱	انگھڑا صاحب میزان

نمبر صفحہ	مضمون نامہ مذہب خیال	۴۴	اہل اقطاع یعنی روافض
۳۹	پڑھے ہوئے تو واحد جمع کر مینا کا تصور	۴۵	کثرت غلوں کی فہمی
۴۰	رہکتے ملا صاحب نے فارغی خان	۴۶	روایات و اہیات حکایات
۴۱	تھے عربی کی مبتدائی بھی خبر نہیں	۴۷	خوافات مثل کرامات - روسا
۴۲	ملا صاحب شیعیاں غالی سے ہیں	۴۸	و علماء فرقہ سبائیہ
۴۳	ابن سبا ضعافی بانی مذہب شیوعہ کلہ	۴۹	کید عظیم - پیر ضعافی کے مریدوں کو
۴۴	واہ رسی قابلیت (ظہر نسبت ملا صاحب)	۵۰	حوصلہ ہو گیا ہے -
۴۵	جلاکار و ایان ملا صاحب کی صحیح تقریریں	۵۱	ہر دو قبہ سفید یعنی شیعہ و ناصبی
۴۶	دخول فی الدرب لطیفہ دیدار فرخ	۵۲	کی شیطان نے ایسی راہ ماری
۴۷	شرقیہ مشرق و اقصیٰ نسبت ملا صاحب	۵۳	کہ او کو مثل اپنے ماحون ابدی
۴۸	انحراف باطنی شیعہ کا سوکھا	۵۴	نبا دیا ہے -
۴۹	یہودی ضعافی کی موضوعات پر لکھیں	۵۵	ست و دلوں شامت زدگی
۵۰	ابن سبا کی حیلہ راہ را چھوڑ کر لکھیں	۵۶	ایک ہے - جیسی او وہو و لیسے
۵۱	قوم حیا دشمن	۵۷	نہ انکی چٹیا نہ انکے کان -
۵۲	قرآن سے منافقت ہے -	۵۸	سب زرد ہمہ برادر شمال است
۵۳	قوم ناحق شناس باطل پرست	۵۹	واسطے رخصت عقل اہل تشیع کے
۵۴	پناہ ابن سبا کی جیلوئی سے پناہ	۶۰	ایک بان الہنت کی طرف سے
۵۵	سراسر محمول	۶۱	بھی مذکور کیا جاتا ہے -
۵۶	روافض اہل اقطاع	۶۲	

التعاس بندہ

اب فرمائیے جناب منشی صاحب آپ پان مرتبہ فرما کر اسید وار انعام تو ہو ہی چکے ہیں لیکن یہ تو ارشاد ہو کہ کیا مدرسہ تہذیب اور دبستان ادب سے یہ ہی سبق حاصل کیا ہی اور اسی تہذیب کے بھروسہ پر دوسروں سے تہذیب کی درخواست ہی۔ اگر ایک ایک لفظ کے جواب میں ہزار ہزار لفظ اس سے بدتر آپ کے علما اور عظماء کی شان میں استعمال کیے جاویں تو سرگزنا واجب نہیں بلکہ مصیبت مزاج لوگ ضرور مجیب کو معذور بلکہ مصیب قرار دیتے۔

ذرا آپ ہی اپنے دل میں انصاف کیجئے اور ان الفاظ کو جو قلم تہذیب رقم سے معقول ادب پر جلوہ گر فرمایا جو اپنے اور اپنے ہم مذہب اہل اپنے علما اور فضلا و مشائخ کی شان میں ایک طرح کے لیے عاید کر کے پھر دل میں غور فرمائیے کہ کیسے برس معلوم ہوتے ہیں منشی صاحب اگر تھوڑی دیر کے لیے نصف بن جاویں تو انکو ان لفظوں کی نسبت در منزلت معلوم ہو جائے ناظرین یا انصاف اس امر کا انصاف کریں کہ اگر میں بھی اس قسم کے الفاظ بلکہ ایک ایک کی جگہ دس دس اور بیس جواب میں استعمال کروں تو کیا انصاف کی رو سے منشی صاحب نکایت کر سکتے ہیں پھر غور فرمائیے کہ اس سرخی اطلاع واجب الاتباع سے کیا مطلب نکلا۔

آغاز کتاب

واضح ہو کہ تین سوال پوچھنا پہلے تشیع قائم کیے گئے ہیں وہ یہ ہے۔
اول خلافت کے بارے میں کوئی حدیث صحیح اور مفصل ہے یا نہیں اگر نہ ہو تو

حدیث ہی اور کہاں ہے۔

دوم۔ اگر حدیث صحیح موجود ہو تو شوری کی کیا ضرورت تھی اور یہ شور سے مخالف حدیث ہی یا اس کے مطابق۔

سوم اگر ایسی حدیث صحیح نہیں ہو تو اس امر کو آنحضرت صلعم نے مجمل کیوں رکھا صاف صاف طور سے کیوں نہیں فرمایا کہ میری بعد فلاں اُنکے بعد فلاں کے بعد دیگرے خلیفہ ہونگے جیسا کہ وقوع میں آیا۔

تو لفت اسرار الہدی نے اول سوال اہل تشیع کو لکھ کر یہ سرخی رقم فرمائی (جواب اہل سنت) اور اسکی ذیل میں چند احادیث غیر متعلقہ خلافت نقل کر کے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل اور سنائب پر جرح کی ہوا اب ہم اول سوال اہل تشیع کو نقل کر کے پھر جواب اہل سنت نقل کرتے ہیں اُسکے شروع لفظ قال لکھا گیا ہے بعد اسکے لفظ اقول لکھ کر تشریح کے ساتھ تردید لگی ہے اگر کوئی جواب اہل سنت کا ایک حکم نقل کیا جاتا تو طولت کے سوا ناظرین کو بھی کچھ لطف حاصل نہوتا ایسے ہی حدی ہدی فقرات کو نقل کر کے تردید لگی ہے۔

سوال اول اہل تشیع

خلافت کے بارے میں کوئی حدیث صحیح اور مفصل ہے یا نہیں اگر ہو تو کونسی حدیث اور کہاں ہے۔

جواب اہل سنت

حدیث ق۔ ابوسعید ان من امن الناس علی فی صحبة و مالہ ابابکر و لو کنت متخذا خلیلا لخلیلا لانی لا یتین تا ابابکر خلیلا ولا کن اخوة الاسلام و مودتہ

لا یبقین فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر بخاری اور مسلم بن ابوسعید
روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر سب آدمیوں میں سے مجھ پر احسان کرنے والا
ساتھ دینے میں اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں ابو بکرؓ ہے اور اگر میں اپنے رب کے
سوا کسی اور کو جانی دوست ٹھہراتا تو ابو بکرؓ ہی کو جانی دوست کرتا لیکن اسلام کی
برادری اور محبت چارے اُسکے درمیان ہر مسجد کی طرف سے جبکہ دروازے بند
کروں گے جاوین مگر ابو بکرؓ کا دروازہ کھلا رہے گا مسجد کے صحن سے لگے لگے
اصحاب کے دروازے تھے سو حضرت نے وفات کے قریب سب دروازے بند
کر دوائے صرف حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ کھلا رکھا اس حدیث سے ابی بکر صدیقؓ کی
سب اصحاب پر فضیلت ثابت ہوئی اور اس میں صاف اشارہ کیا اُنکی خلافت کا۔
اقول وہ نستعین اگر نشتی صاحب بجائے نقل کرنے اس حدیث کے سکوت اختیار
فرماتے تو زیادہ مناسب تھا عیب و ہنر چھپا رہا عوام پر یہ بات ثابت نہوتی کہ اس
سوال کے جواب میں اہل سنت ایسے عاجز ہیں کہ اگر کھیت کی پونچھ تو کھلیان کی
کہیں کجا خلافت اور کجا یہ حدیث قدیمی اہل تسنن تو بوجہ تعصب و رعایت مذہب
غیر مذہب والوں سے جان بچانے کے لیے ایسی حدیث بیان کر دیں تو مضائقہ
نہیں لیکن جو لوگ تحقیق مذہب کر کے سنی ہونا چاہتے ہیں انکے حال پر کمال فسون
کہ ایسی حدیثوں پر استدلال کر کے اور بھی قلعی اکھروائیں۔

اگر میں لکھوں یا نہ لکھوں یہ بات تو ہر شخص پر جبکہ خواہی شہ میں فرق نہیں بنی
کہ یہ حدیث خلافت سے کوئی علافہ نہیں رکھتی لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث

موضوعی اور ساختہ ہے۔ مؤلف صاحب نے اگرچہ بحوالہ صحیح بخاری و مسلم اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر ظاہر ہے کہ اسناد حدیث کو ترک کر دیا اور اسناد کے ترک کرنیکی یہی وجہ نہیں ہے کہ مؤلف صاحب نے یہ خوف کیا ہو کہ اسناد لکھنے سے حدیث کی حیثیت بچائی جائیگی بلکہ نقل حدیث سے ظاہر ہے کہ مؤلف صاحب نے صحیح بخاری اور مسلم کی بذاتہ زیارت نہیں کی کسی اور کتاب میں دیکھ کر لکھ دی ہے یہی وجہ غلطی عبارت حدیث و ترجمہ کی ہے بعض محدثین نے صحاح ستہ کی احادیث کی فہرستیں یادداشت کیلئے مرتب کی ہیں انہیں اسناد اور معمولی عبارت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک کر کے فقط مضمون احادیث کو نقل کر دیا ہے جیسے مشارق الانوار و معینہ بین اور اب انکی ترجمہ بکثرت ملتے ہیں ایسے ہی کسی ترجمہ سے منشی صاحب نے دیکھ کر حدیث لکھ دی اور غلطی عبارت حدیث پر مطلع نہ ہوئے۔ یہ شبہ کہ شاید کتاب سے غلطی ہوئے ہو غلطانہ مرتب ہونے سے زائل ہو گیا مودۃ الاسلام کی غلطی الما کو درست کیا ہے جہاں اس عبارت حدیث پر نظر کی جاتی ہے پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں بلکہ ابوسعید کی حدیث ہے کوئی غلط حدیث میں ایسا نہیں جسکے معنی ہوں کہ رسول خدا نے فرمایا یا یہ کہ ابوسعید اس حدیث کا راوی ہے۔ ترجمہ حدیث کا ہر جگہ غلطی فقرہ اول کا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ سب آدمیوں میں سے مجھ پر احسان کر نوالا ابو بکر ہے بلکہ غلطی اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ مجھ پر احسان کر نوالا آدمیوں میں سے ابو بکر ہے۔ تبدیل و تخریص ترجمہ ایسے کیلئے کیا تاکہ سب آدمیوں پر اس امر خاص میں ابو بکر کو ترجیح ہو۔ دوسرے اس فقرہ کا بھی ترجمہ غلط ہے۔ ولکن اخوة الاسلام وموتہ کیونکہ اس کا ترجمہ فقط یہ ہے۔ در اور لیکن بھائی چارہ اور محبت اسلام کی (یہ فتنہ

کمان سے لکھا گیا چارے اُسکے درسیان ہی، علاوہ اسکی اس فقرہ سی اہلسنت کا وہ دعویٰ بالکل ساقط ہو گیا جو بڑی شد و مد سے نسبت دوستی اور محبت پیغمبر خدا صلعم اور حضرت ابوبکر کی کیا کرتے تھے۔ اب سبکو معلوم ہو گیا کہ وہ دعویٰ اہل سنت کا کہ پیغمبر خدا اور حضرت ابوبکر میں بڑی بھاری دوستی تھی بالکل غلط نکلا۔ اگر یہ حدیث عطا کی راایت یوم خیر ہے یہ امر صاف ہو گیا تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر محبوب خدا و رسول نہیں تھے نہ وہ دونوں صاحب خدا و رسول کو دوست رکھتے تھے کیونکہ جب تین روز تک شیخین قلعہ خیبر پر جنگ کر کے ناکام ہوئے تو جو بھی روز رسوخ خدا نے یہ فرمایا کہ کل رایت لشکر ایسے کرار کو دو گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں الخ۔ اس سے پایا گیا کہ جو لوگ حضرت علی سے پیشتر سالار لشکر مقرر ہوئے تھے وہ محبوب خدا و رسول نہ تھے مگر حضرات اہلسنت براہ منصب مذہب زبانی جمیع مخرج میں یہ ہی کہتے چلے آیا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر بڑے دوست رسوخ خدا کے تھے مگر اچھ لکھ کر اب خود ہی انکی زبان بند ہو گئی اور ظاہر ہو گیا کہ جیسا عوام مسلمانوں سے تعلق اخوت و مودت اسلامی کا رسوخ خدا کو تھا ویسا ہی حضرت ابوبکر سے تھا اب اہل تسنن حضرت ابوبکر کی فضیلت ابوسفیان اور سعادہ و عمرو عاص و غیرہ کے مقابلہ میں بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اب ہم مضمون حدیث پر بحث کرتے ہیں اور بعد اسکے موضوعیت اس حدیث کی ثابت کرنے کے لیے۔ واضح ہو کہ واضح حدیث نے تین مطلب اس حدیث کے وضع کرنے سے نکالے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابوبکر ان لوگوں میں سے ہیں جو رسوخ خدا پر صحبت و حاضر باشی اور مال صرف کرنے میں بڑے احسان کر غولے تھے۔

دوم یہ کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کو اپنا دوست بناتے تو حضرت ابوبکرؓ ہی بنائی۔
سوم یہ کہ سب لوگوں کے گھروں کے دروازے جو مسجد نبویؐ میں ہو کر کھلے ہوئے
تھے بند کرادیے اور فقط حضرت ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رکھا۔

پہلے امر کی نسبت کتب اہل سنت میں صاف درج ہے کہ جب یہود جمع ہو کر حضرت
ابوبکرؓ کے پاس آئے اور سائل ہوئے کہ آپ اپنے صاحب یعنی نبی صلعم کے اوصاف
اور خصلتیں ہم سے بیان کریں تو حضرت ابوبکرؓ نے جو ابدا یا کہ میں تو فقط حضرت کی ساتھ
عالمین تھا یا جلیل جلیل پر آپ کی عمر بڑھ چکا تھا میں آپ کو اوصاف اور خصلتیں بیان نہیں کر سکتا
حضرت علیؓ کے پاس جاؤ کہ وہ ہر وقت اودھم حالت میں حضرت کی پاس رہتے تھے
وہ بیان کر سکتے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں آخر مقصد
دوم میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ کا یہ حال ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایام ہجرت
میں دوسو درہم کا اونٹ نو سو درہم کو رسول خدا کے ہاتھ فروخت کیا جیسا کہ وارج النبوة
میں درج ہے اور دوم میں خود ہی تفصیل حضرت ابوبکرؓ کا حکار ہے۔ رہا تیسرا امر
کشاہدگی دروازہ کا اور امر اہم اس حدیث میں یہ ہی ہے۔ و فقرہ ابتدائی فقط تنہا
اس حکم کشاہدگی دروازہ کے میں گویا مطلب اصلی حدیث کا یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کا
دروازہ کھلا رہا اور ان کے دروازے بند کیے جاوے اور ذکر احسان اور موت
اسباب صدور اس حکم کے میں یعنی مسجد میں کسی صحابی کا دروازہ نہ رکھا گیا فقط
حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ کھلا رہنے کا حکم اس سبب سے ہوا کہ وہ رسول خدا کے بہت
بڑے محسن اور دوست تھے۔

حقیقت میں یہ حدیث کسی ناصبی نے مناظرہ شیخین بنائی ہی کیونکہ اصل حال یہ ہے

کہ بعض اصحاب کے گھر تکے دروازے مسجد میں کھلے ہوئے تھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا
 کہ یہ مسجد طاہرہ جو اسمین سوائے طاہرین کے اور کوئی نہیں آسکتا اس مسجد کو
 دروازے بند کرو فقط علی مرتضیٰ کا دروازہ کھلا رکھو اور مسجد میں کوئی ساکن نہ ہو
 سوا تمہارا اور علی اور پسران علی کے کیونکہ کسی فرد بشر کو حلال نہیں ہے سوا تمہارا اور
 علی کے کج حالت جنابت مسجد میں داخل ہو سکے اور ایسا ہی حکم بنی موسیٰ کو بھی پایا تھا
 ایک طاہرہ اور ایک پاک مسجد بنانا اور اسمین کوئی ساکن نہ ہو سوا اترے اور تیرے
 بھائی ہارون اور پسران ہارون کے چنانچہ حضرت نے منادی کو حکم دیا کہ ندا کرے
 کہ سب لوگ اپنے اپنے دروازے جو مسجد کے اندر ہیں بند کر لیں بعض اصحاب نے براہ
 نمرودی اسلٹکاری تعمیل حکم تک اس پر سوچنے سے باز دلائی یا ابعدا لہذا اس سے روک دیا
 ابوالکھیر قبل ان یبذل الحداب یعنی آگاہ ہوا کہ لوگوں کو کہ قبل اسکے کہ تم پر خدا کا حکم آیا
 نازل ہوا ہے اپنے دروازے بند کر لو اس پر حضرت حمزہ سید الشہداء روتے ہوئے
 رسول خدا کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ اپنے چچا کو تودور کیا اور چچا زاد کو
 نزدیک کیا تب رسول خدا نے فرمایا کہ اسمین میرا کچھ اختیار نہیں میں مامور ہوں خدا کی طرف سے
 اس کی حکم سے جسکے دروازے بند ہوتے ہیں اور علی کا کھلا رہتا ہے اس پر سب لوگوں نے
 اپنے اپنے دروازے بند کر لئے اور سوائے علی مرتضیٰ کے اور کسی کا دروازہ کھلا نہ رہا
 یہ حدیث اہلسنت کے نزدیک بہت ہی بڑی شہور اور صحیح اور متواتر حدیث ہے اور
 طرق اس حدیث کے بہت ہیں بڑے بڑے محدثین و متاخرین اہلسنت
 نے اپنی مستبر کتابوں میں اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ عنقریب ہم بحوالہ محدثین
 روایات مذکورہ کو نقل کریں گے۔

بکھنے والے تو سمجھ گئے ہونگے کہ جب حضرت حمزہؓ کی زندگی کا قصہ ہو اور جنگ احد سے پیشتر
سب اصحابوں کے دروازے بند ہو چکے تھے پھر قریب ایام وفات آنحضرت علیہ السلام
کے کھلے ہوئے دروازے اصحاب کے کمان سے آئے جنکے بند کیے جائیگا
حکم ہو اور حضرت ابوبکر کا دروازہ کھلا رکھا۔

اہل انصاف و اضعان حدیث اور مغتریان علی الرسول کے ایسے فروگزاشت سے
تعجب نہ کریں خداوند کریم ایسے مغتریان کی ذلت اور خواری کے لیے اُسے ایسے بڑے
کی فروگزاشت کر دیتا ہے کہ جس سے ہر صاحب عقل پر کذب و بہتان واضح کار و نشان
ہو جائے اس راوی سے فقط یہ ہی فروگزاشت نہیں ہوتی کہ اُسے حدیث کے
وضع کی وقت یہ خیال نہیں کیا کہ اُس زمانہ میں سوائے دروازہ علی مرتضیٰ اور سب کے
دروازہ بند ہو چکے تھے بلکہ اُسے بہت بڑی غلطی یہ کھائی ہے کہ اس امر کو بھی تحقیق نہیں
کیا کہ مسجد کے قرب و جوار میں کوئی مکان بھی حضرت ابوبکر کا تھا یا نہیں۔ شیخ ابن
حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے ایسی حدیث کی شرح میں بڑی متحفظانہ بحث کی
ہو اور نیز شیخ عبدالحق نے مدارج النبوة اور مذہب القلوب میں اُس سے اقتباس کیا ہے
اور ہم بھی اُس عبارت کی نقل کر رہے ہیں اُس سے صفا ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر کا کوئی مکان
قرب و جوار مسجد میں نہ تھا بلکہ وہ عوامی مدینہ مملہ شیخ نہیں رہتے تھے اور جو ایک
مکان ابکا اس نواح میں تھا اس کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زندگی رسوخ دین فرخت
کر چکے تھے۔ پہلو پہلو اس امر پر تعجب آتا تھا کہ مؤلف صاحب نے اس حدیث
کو بحث خلافت میں کیوں لکھا ہو اگرچہ مؤلف نے اُس بحث کو نہیں لکھا جو وہیہ سے
بعض متعصبین نے اس حدیث کو دلیل خلافت گردانا ہے وہ یہ ہے کہ جب فرقین کی

بحث سباحۃ میں یہ بات کھل گئی کہ حضرت ابو بکر کا کوئی دروازہ یا مکان مسجد کے قرب وجوار میں بھی نہ تھا تب صاحبان حسن ظن نے مضمون حدیث کو اس طرف چسپان کیا کہ دروازہ سے مراد دروازہ طمع خلافت ہو کہ اور اصحاب ہی طمع کے دروازہ بند کر لیں اور فقط حضرت ابو بکر دروازہ طمع خود کھلا رکھیں چنانچہ جذب القلوب مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۹۸ میں درج ہے اور بعضی از علماء اور باب تاویل در آمدہ ادا کر دہ اند کہ مراد باین حدیث ظاہر ش نیست بلکہ مراد باب خلافت است و بستن ابواب دیگران کنایہ از منع طلب و توقع اوست والا ابو بکر را مقل مسجد نبوی خانہ بنود بلکہ خانہ اود در محالی مدینہ و دیگر در بقیع بود۔

سخافت در کاکت اس تاویل ملیل کی اصحاب فہم و ذکا پر پوشیدہ نہیں اور یہی تاویل کرنیوالے مرتبہ عقل و فراست میں واضع سے کم نہیں ہیں ۔۔۔ ترجمہ عبارت شیخ ابن حجر عسقلانی در شرح صحیح بخاری۔ اسی حدیث سند کے مؤلف کی شرح میں شیخ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس باب میں اور حدیثیں وارد ہیں جو اس حدیث کے مخالف ہیں از اجماع حدیث سعد ابن ابی وقاص کی ہے کہ کہا سعد نے کہ حکم دیا نبی صلعم نے سکے دروازدوں کے بند کرنا جبکہ راستہ مسجد میں ہو کر تھا سو اے دروازہ علی مرتضیٰ کے۔ استخراج کرنیوالے اس حدیث کے امام احمد بن حنبل اور امام نسائی ہیں اور اسناد اُن کے قوی ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط میں ثقات کے نقل کی ہے کہ سب اصحاب جمع ہو کر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ سب کے دروازے بند کر دیے اور علی کا دروازہ کھلا رکھا فرمایا کہ نہ میں نے دروازوں کو سب بند کیا نہ کھولا خدا نے سب کے دروازے بند کئے اور علی کا دروازہ کھلا رہا

مأمور ہوں کہ دروازوں کے بند کرنے پر سوائے دروازہ علی کے۔
 اور نیز امام احمد اور نسائی بن نقل ثقات ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ
 سب کے دروازوں کے بند ہونے کا حکم ہوا سوائے دروازہ علی مرتضیٰ کے
 کہ دروازہ انکا مسجد میں گونجا اور کوئی دروازہ سوائے اسکے نہ تھا اور وہ
 بحالت جنابت بھی اسی راہ سے آتے جاتے تھے۔ اور نیز امام احمد بن عمر سے
 روایت ہے کہ علی بن ابی طالب کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے
 ایک بھی انکو حاصل ہوتے تو تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر جگہ انہیں سے ایک ہی
 کہ ہم سب کے دروازہ جو مسجد میں تھے بند کیے گئے اور انکا دروازہ کھلا رکھا۔ امام
 نسائی روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر سے کہنے پوچھا کہ عثمان اور علی کے حق
 میں کیا کہتے ہو پس انھوں نے اسی حدیث کو پڑھا اور فرمایا کہ علی کی بابت کچھ نہ
 پوچھو اور انکو کسی دوسرے پر قیاس مت کرو دیکھو کہ رسول خدا کی نزدیک انکی
 کیا منزلت تھی ہم سب کے دروازوں کو بند کر دیا اور فقط انھیں کا دروازہ کھلا رکھا۔
 شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں سے ہر ایک حدیث صاحب صحیح
 اور قبولیت کی گھنٹی ہے خصوصاً یہ کہ بعضی طرق بعضوں سے تائید پائے
 ہوئے ہیں اور تقویت حاصل ہے ہوئے ہیں۔

طرفہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ احادیث دروازہ علی علیہ السلام بکثرت اور متواتر
 اور صحیح اور حسن ہیں اور حدیث دروازہ ابوبکر الی غیر صحیح غیر متواتر واقع کے خلاف
 مگر ابن جوزی نے بحسب عادت خود حدیث دروازہ علی کو محض یہ توہم عارضہ حدیث
 دروازہ ابوبکر کی مصلحتات میں لکھ دیا مگر محققین علمائے اہل سنت نے اس امر پر

کچھ شور مچایا اور ابن جوزی کے اس فعل کو خلافت سے قرار دیا چنانچہ خویشیج ابن حجر
شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطا ارتجاع
کی ہے کہ اس حدیث کو محض توہم معارضہ سے موضوعی لکھ دیا کیونکہ اس حدیث کی
طریق بہت ہیں بعضے ائمہ سے بدرجہ صحت اور مرتبہ حسن کو پہنچی ہوئی ہیں اور
دیگر روایات و احادیث اسکی تائید میں وارد ہیں جیسے کہ ترمذی نے ابو سعید خدری
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اس
سجد میں کوئی شخص حالت جنابت میں سوائے میرے اور تیرے نہ آ سکے۔

ثبوت اس امر کا کہ حدیث باب علی مقدم اور زمانہ حیات حضرت حمزہ سید الشہدا
کی آیت ہے کہ شیخ عبدالحق جذب القلوب میں لکھتے ہیں (سید علیہ الرحمہ) سیکوید کہ از
انچہ دلالت میدارو کہ قضیہ فتح باب علی مقدم سست آنست کہ ابن زبالہ می آرد کہ
چون رسول خدا امر سید ابواب جمیع اصحاب کرد غیر باب علی حمزہ بن عبد المطلب بعد
از آنکہ در ابتدائی حال در مبارزت امتثال ابن امر توفیقی کرد و حضرت رسالت آمد و
آب از پیشم وی سیرنت و گفت یا رسول اللہ تم خود را بپیر و ان گندی و پسر عم را
درون خواندی فرمود با عمامہ من مامورم مراد این اختیار نیست۔

بعد اسکے شیخ عبدالحق نے بڑی مفصل حدیث حسین اصل سبب بند ہونے اور
کھلے رہنے دروازہ کا درجہ اسطرح نقل کی ہے۔ و از انجملہ این حدیث است
کہ ابن زبالہ و یحییٰ بسندی کہ دارند یکی از اصحاب رسول صلعم روایت آورده کہ
اصحاب ہمہ در مسجد نشستہ بودند تا گاہ منادی ندا داد و ابی التکاس سجد و ابوبکر
انتباہی مردم پیدا آمد و لیکن یکس بر نیالت او بار و گردن آید اما ابی التکاس سجد

ابو بکر قبل آن نینذا العذاب مردم ہمہ برآمدند و بلازمت آنحضرت سبادت
کردند علی مرتضیٰ نیز آمد و بر سر آنحضرت بایستاد فرمود توجہ الی تادی برد و بجائہ خود بہ
نشین و در خانہ خود را بحال خود بگذارد و در میان مردم ازین معنی گفتگوی افتاد و سچے
مد و لما راہ یافت آنحضرت در غضب شد و نیز رفت و حمد و ثناء موی گفت و گفت
حق سبحانہ تعالیٰ وحی فرستاد بر موسیٰ علیہ السلام کہ مسجدی بنا کن موصوفت بصفت
طہارت و ساکن نشود در وی خبر تو و ہارون و پسران ہارون شیر و شبیر و ہم چنین وحی کرد
بر من کہ مسجدی سازم طہار کہ ساکن نشود در وی خبر من و علی و پسران او حسن و
حسین پس من بدینہ آدم و مسجدی گرفتم و مراد را مدن مدینہ و گرفتن مسجد را اصل اختیار
نبود من نمیکم مگر آنچه بکنانند و منیدانم مگر آنکہ بایانند پس بزناہ خود سوار شدم و بیرون
آدم و قبایل انصار میش آمدند تا بر ایشان فرود آیم و منزل گیرم و من گفتم
ایشان فرود نیامدم و گفتم راہ بزناہ من تنگ مکنید او ماورست سہر جا کہ بہ نشینند
منزل من همانست و انشد من در ہارناہ بسہ ام و نکشادہ ام و علی را من در نہ
آورده ام اورا خدا آورد من چہ کنم۔

اہل الصاف ذرا متوجہ ہو کر حدیث سند رجہ بالا کے مصنون غور فرماوین کہ ہمارے
حضرت کے اصحاب کیسے صدیق اور صاحب یقین تھے کہ جنکو ہر بار نبی صلعم
پر پیشبہ اور شک گذرتا تھا کہ آنحضرت صلعم بوجہ نفسانیت برعایت برادر خود
ایسے حکم دیا کرتے ہیں اور ایسے ترموی اور سرکشی اختیار کرتے کہ جس سے روح خدا
کو بہت رنج ہوتا اور غضبناک ہو جاتے اور اس پر طرہ یہ کہ باوجود استعدا ثا کیوری
حکم کے حضرت عمر نے پھر بھی یہ کہنا کہ مجھے ایک سوراخ ہی دیواریں رکھنے دو مگر

اس حضرت نے بقول شیخ عبدالحق یہ ہی فرمایا۔ رواندارم اگر ہم مقدار سرسوزن باشد
میری نزدیک واضع حدیث باب ابی بکر کی بہت بڑی نادانی یہ ہے کہ اُسے خواہ مخواہ
حضرت ابو بکر کو بھی زمرہ خمر دان اور شک آزدگان میں داخل کر دیا۔ اگر حقیقت
اُنکا مکان ہر قریب مسجد نہ تھا تو وہ اس زمرہ میں کیوں شامل ہونگے کہ جنگے افعال
پر سو بخیر اعتناء نہ کیا ہو پیراوی صاحب کی غنایت ہر اب ہم اس امر پر متوجہ
ہوتے ہیں کہ سب حدیث معتبرہ اہل سنت میں ان سد ابواب کی نسبت
کیسے کہیں روایت واروہین تاکہ اہل الصفات کو موقع تمیز حق و باطل کا ملے۔
ان اچھو دروالات میں جبکہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے از اللہ انھما عن خلاۃ انخافا
میں نقل کیا ہے صفحہ ۲۶۱ مقصد ثانی۔

اخرج المحاکم والنسائی۔ قال ابن عباس وسدر رسول اللہ صلعم ابواب المسجد
غیر باب علی فکان یدخل المسجد جنباً و یوطئ لیس لہ طریق غیرہ۔ یعنی اس روایت
کو امام حاکم اور امام نسائی نے استخراج کیا ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ مذکور ایسے
رسول اللہ صلعم نے سب دروازے مسجد میں کے سوا کہ دروازہ علی کے پس وہ
بجالت جنابت مسجد میں داخل ہوتے تھے اور انکار اسے اُسی دروازہ سے تھا
اور سوائے اسکے اور دوسرا راستہ اُنکا نہیں تھا۔

واخرج المحاکم عن ابی ہریرۃ قال عمر ابن خطاب فقد اعطی علی ابن ابیطالب
ثلث خصال لا یكون فی حلالۃ منہا احب لی من ان اعطی خمر النعم قبل
وماھن یا امیر المومنین قال تزوجہ فاطمۃ بنت رسول اللہ
وسکناہ المسجد مع رسول اللہ صلعم لیل لہ فیہ ما یحل لہ والراتیہ لیل
میں صامان در مسجد بجالت جنابت ۲

روایت کو امام حاکم نے ابو ہریرہ سے استخراج کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو خطاب ہے کہ علی مرتضیٰ کو تین عسکین یعنی فضیلین ایسی عطا ہوئی ہیں کہ اگر انہیں سے ایک بھی مجھے ملتی تو حمر نعم سے زیادہ دوست رکھتا پوچھا گیا اُسے کہ وہ تین فضیلین کون کون بولے ایک تو یہ کہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی شادی اُسے ہوئی دوسرے سکونت انکی مسجد میں ہمراہ رسول خدا صلعم کے حلال کیا گیا واسطے انکی مسجد کے اندر جو کچھ کہ انکی لئے حلال کیا گیا یعنی بحالت جنابت مسجد میں آمد و رفت کرنا اور قبر سے عطاءے رایت یوم خیبر۔

واخرج الحاكم عن زيد بن ابراهيم قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما بعد فاني امرت لمبتد هذه الابواب غير باب علي فقال فيه فالتكلم والله ما سددت شيئا ولا فتحته ولكن امرت بشيئ فالتبعه استخراج کیا امام حاکم نے زید بن ارقم سے کہ کہا زید بن ارقم نے کہ چند اشخاص اصحاب رسول اللہ صلعم کے دروازے مسجد کے اندر کو تھے پس فرمایا المکیدن رسول صلعم نے بند کر لو سب دروازے سوائے دروازہ علی مرتضیٰ کے کہا زید نے کہ اس بار میں آدمیوں نے گفتگو کی یعنی شکایت رسول خدا کی کری پس ٹھٹھے ہوئے رسول خدا صلعم اور پہلے حمد و ثنائے الہی بجالائے پھر فرمایا کہ میں تمکو گون کو حکم دیا تھا کہ اب دروازوں کو سوائے دروازہ علی مرتضیٰ کے بند کر لو اسپر تم میں سے بولنے والوں نے بولی کہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے عذر و جیل کی کہ میں اپنی

طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا نہ بند کرتا ہوں ملکہ میں مامور ہوں خدا کی طرف سے اور جس چیز کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔

واخرج النسائي عن ابي سعيد خدری قال قال رسول الله صلعم يا علي لا يحل لاحد ان يجنب في هذا المسجد غیری وغیرک قبل معناه لا يحل لاحد يستطرق حنبا غیری وغیرک۔ وعن ابن عباس ان النبي صلعم امر بسد الابواب علی۔ اور استخراج کیا امام نسائی نے ابو سعید خدری سے کہا ابو سعید نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے کہا اے علی کیسے لے حلال نہیں کہہ بجالت جنابت اس مسجد میں جا سکے سوائے میرے اور تیرے یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ کیسے لے حلال نہیں کہ بجالت جنابت مسجد میں ہو کر راستہ چلے سوائے میرے اور تیرے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا سب دروازوں کو بند کرنے کا سوائے دروازہ علی کے اہل انصاف ذرا متوجہ ہو کر غور فرماؤں کہ جب بحسب روایات اہل سنت قبل از واقعہ جنگ احد ہر سب اصحابوں کے دروازے سوائے دروازہ علی مرتضیٰ بند ہو چکے تھے پھر بزمانہ قریب وفات جناب سرور کائنات کھلے ہوئے دروازے کہاں تھے جنکے بند کرنا حکم ہوا اس لیے صحاف طور سے موضوعی ہونا روایت مستندہ منشی جوہر علی صاحب ثابث ہو گیا اور علاوہ اسکے جب مکان ہی حضرت ابوبکر کا نواح مسجد یا اسکے قریب وجوہ زمین نہ تھا تو کیسا بڑا بہتان اور افتراء ہے۔ جمیع اہل سیر و محدثین و محققین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کا مکان جہاں وہ بزمانہ مرض و قریب وفات حضرت سرور کائنات رہا کرتے تھے عوالی مدینہ میں بجلد نسخ ذائق تھا دیکھو مدارج النبوت

فرمایا کہ بھڑانا اور حضرت نے اپنے ذمہ کے دام بھی حضرت ابوبکر کو دیدیے کہ جب وہ عورت آوے تو اسکو بشمول اپنے ذمگی دام کے دیدینا۔
 علاوہ اسکے ہم یہاں تک منشی صاحب کو وسعت دیتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم یہ فرماتے کہ اگر میں مرجاؤں تو ابوبکر کے پاس آنا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرماتے کہ ابوبکر میرے بعد حاکم یا خلیفہ ہوگا تو بھی مدعا حاصل نہوتا کیونکہ ایسا فرمانا آنحضرت کا بطریق اخبار ہوتا نہ بطریق نص اور اخبار کے نسبت کیسکو انکار نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو بذریعہ علوم نبوت سارا حال جو انکے بعد ہونے والا تھا زندگی میں معلوم تھا یہاں تک کہ سلاطین بنی امیہ و بنی عباس کے حالات اور نام و لقب وغیرہ خبر دی ہو تو یہ کب ممکن ہو کہ یوں کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کو یہ خبر نہ تھی کہ میرے بعد کون خلیفہ ہوگا بحث اس حدیث کی نسبت ہو کہ جو نص خلافت ہو جیسے کہ حضرت علی رضی کی نسبت فرمایا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه۔ و نیز است سی خطاب کیا نسبت علی علیہ السلام کے۔ و هو ولیکم بعدی۔ یا حبیباً کہ فرمایا انی تارک فیکم الثقیان الخ یا اہلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق۔

قال حدیث خم عائشة لقد هممت ان ارسل الی ابی بکر و انس و
 اعهد ان یقولوا لکون اوتیمی المتمنون ثم قلت یا بی الله
 ویدفع المؤمنین اوبیدفع الله ویا بی المؤمنون بخاری میں حضرت
 عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ میں نے ارادہ کیا کہ میں
 کیسکو ابی بکر اور اسکے بیٹے عبدالرحمن پاس بھیجوں اور اسکو اپنا خلیفہ اور ولیعہد

کرون مبادا کہ کہنے والے کوئی اور بات کہیں یا رزو کر نیوالے خلافت کی آرزو
کرین پھر بیٹے کہا کہ ابو بکر کے سوائے خدا تعالیٰ کیسکی خلافت مانینگا اور یونین بھی
دفع کرینگے یا کہ یون فرمایا کہ دفع کر گا خدا اور مانینگے یونین۔

اقول و شائقین۔ بحث اس امر کی کہ یہ حدیث قابل اعتبار ہے یا نہیں اسوقت
لکھے جائینگے کہ جب اور دوسری حدیث اسی مضمون کی معارض اور مخالفت محسوس
استدلال سلف نقل کی جائیگی۔ اس موقع پر اسقیدر گزارش کرنا کافی ہے کہ
اہل انصاف منشی صاحب کی تحقیق کو ملاحظہ فرمادین اور اس تحقیقات کے بھروسہ
پر تبدیل مذہب فرمانا بھی خیال کرین حدیث میں لفظ اجماع درج پر منشی صاحب
نے اسکا ترجمہ یہ لکھا کہ اسکو اپنا خلیفہ اور ولی عہد کروں اگر منشی صاحب نے
بقصد دھوکہ دہی غلط ترجمہ نہیں کیا ہے اور انکو کسی عالم اہل سنت نے بھی اسکی معنی
تبدل دیے ہیں اور منشی صاحب بوجہ صاف دلی اور سادہ لوحی اس عالم کے
کہنے پر یقین کر لائے اور اسی بنیاد پر تبدیل مذہب کر ڈالا تو لازم ہے کہ اپنی
تحقیقات نام تمام پر غور فرما کر توبہ و انابت کرین۔ اور اگر منشی صاحب اجماع
کے معنی سے خود واقف ہیں اور دیدہ و دانستہ لوگوں کے ہر کانٹے کے لیے
اسکا غلط ترجمہ لکھ دیا تو دیانت کے بالکل خلاف ہے اور جدید سنی ایسا نہیں کر سکتا
ایسے دھوکہ دہی کسی بڑے خزانہ سنی کی ہے لیکن ایسے دھوکہ دہی عقل سے
نہایت درجہ بعید ہے کیا یہ خیال نہیں کیا کہ کوئی عبارت حدیث کو بھی طعنیہ لگا
اس امر کا فیصلہ ہم جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب سے جانتے ہیں
کہ وہ انصاف فرماین کہ اس طرح غلط ترجمہ لکھنا اور جہلا کو مخالفہ عظیم میں

والنکایا ہی اور سب کو اس امر پر بھی متنبہ ہو کہ جناب مولانا صاحب کی نظر بروقت
تحریر تقریظ ایسے مقامات پر کیوں نہیں پڑی۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ جناب
موصوف نے بغیر ملاحظہ کتاب کی تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ اور اس بات کے کہنے
کو بھی جی گوارہ نہیں کرتا کہ خدا نخواستہ حضرت مولانا صاحب نے مدیدہ و دانستہ اس
دھوکہ دہی کو جائز رکھا ہوا سلیے اور زیادہ حیرانی ہے اگر ہم غلطی کتابت حدیث اور
بے ربطی عبارت اور سقوط الفاظ سے قطع نظر کریں تو صحیح اور لفظی ترجمہ اس حدیث کا
یہ ہے کہ عایشہ نہ روایت کرتی ہیں کہ فرمایا نبی صلعم نے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ لیکو
ابوبکر اور اسکے پیروں کے پاس بھیجا کہ قول عہد کرالون تاکہ نہ کہیں کہنے والے یا نہ مانا کریں
تسا کہ نبیوالی پھر میں نے کہا کہ خدا ایسا نہ ہونے دے اور مومنین بھی انکو دفع کر دیں
یا خدا ہی دفع کر دے اور مومنین ایسا نہ ہونے دیں۔ اگر اہل انصاف ذرا بچشم غور
ملاحظہ فرما دیں تو اس مضمون حدیث سے صاف پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم
جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر سے عہد اور قول اس بات کا لیلین کہ وہ معاملہ خلافت
مرقضوی میں دست اندازی نہ کریں کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جسکی خلافت کیلئے
سند لکھا جائے گا وہی اسکے مخالف کے ہاتھ سے لکھائی جاوے اور مخالف کا ہی
سند و بست لازم ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر کی تحریر سے یا حضرت ابوبکر کے قول و قرار سے
کیونکر کہنے والوں اور منکر کرنے والوں کی زبان بند ہو گئی۔ اگر آنحضرت صلعم
کی مرکز خاطر حضرت ابوبکر کی خلافت ہوتی تو یہ ارشاد فرماتے کہ علی مرتضیٰ سے
قول و قرار لیں کہ وہ کسی طرح کی بدعت خلافت میں نہ کریں اور جبکہ حضرت
ابوبکر سے قول و قرار لینا صحیح ہے تو صاف طور پر مثلاً آنحضرت کا نسبت خلافت حضرت علی کی نسبت ہو

یہ خدا کی قدرت ہے کہ واضح حدیث دروغ کبھی کامیاب نہیں ہو اگر تا کچھ نہ کچھ کسی بات باقی رہ جاتی ہے کہ نتیجہ واضح کے برخلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ امر تو عبارت حدیث سے خود ثابت ہے کہ واضح حدیث نے ڈرتے ڈرتے ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے کہ جس سے نتیجہ صاف پیدا ہو کہ چونکہ اس امر پر تو اجماع است واقعہ ہے کہ کوئی حکم نسبت خلافت حضرت ابو بکر کے صادر نہیں ہوا اب یہ معجزہ معصومین علیہ السلام کا ہے کہ واضح نے حدیث تو اثبات خلافت حضرت ابو بکر کے لیے وضع کی اور نتیجہ اسکے برعکس یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابو بکر کو روک دیا جاوے کہ وہ کسی قسم کی مداخلت خلافت مرتضوی میں نہ کریں اور مویدا اسی کے دیگر روایات بھی وارد ہیں کہ آن حضرت صلعم نے بنظر شفقت بر حال حضرت ابو بکر بار بار اس امر کو جاہا کہ یہ خود مرکب غضب حقوق اہلبیت پیغمبر کے نہوں اور اسی عرض خاص کے لیے آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر کو با تختی انساہ بن زید مدینہ سے باہر جانیکا حکم دیدیا اور تا دم واپسین اسی امر پر اصرار کرتے رہے کہ یہ حضرت ہمراہ انساہ ملک روم کو چلے جائیں اور نصیب غضب حقوق اہلبیت پیغمبر سے بڑی رہیں مگر تقدیر نے کسی امر میں ہش رشت نہوں نے دی نہ حضرت ابو بکر زوم کو گئے نہ وہ قول و قراروں سے لکھا یا گیا جسکا ذکر حدیث سند لہ میں درج ہے نہ وصیت آخری ضبط تحریر میں آئی۔

قال حدیثی عائشہ اذ علی ابابکر ایاک و اخاک حتی الکتاب کتابکمانی اخاف ان یمنی منی و یقول قایل انا اولی و یکبے الله و المؤمنون الا ابابکر۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت

ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ بولا لا میرے پاس اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو تاکہ میں انکو نوشتہ لکھ دوں یعنی خلافت نامہ اس واسطے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ آرزو کیے کوئی آرزو کر لیا یا کہتے کوئی کہنے والا کہ میں لایق تر ہوں خلافت کا اور نہ مانے گا خدا اور مسلمان مگر ابو بکر کو۔

فت اول حضرت نے چاہا تھا کہ صدیق اکبر کو خلافت نامہ لکھ دین تاکہ دوسرے کو دعویٰ نہ رہے پھر تقدیر اور اجماع مومنین پر چھوڑا۔ یعنی تقدیر میں تو یہ بھی ہے کہ صدیق اکبر خلیفہ ہونگے اور اجماع مومنین بھی انھیں کی خلافت پر ہوگا پھر لکھنا کیا ضرور ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کو سوا صدیق اکبر کے کیسی خلافت منظور تھی۔
اقول بہ نستحین۔ اس حدیث و نیز اس سے پہلے حدیث کا موضوعی و ماعتبر ہونا بوجہ عمدہ ثابت ہے۔ اول یہ کہ راویہ ان دونوں احادیث کے حضرت عائشہ میں انکی نسبت مولف صاحب فی اسی صفحہ پر ایک تہق علیہ حدیث یہ درج فرمائی ہے۔ حدیث عایشہ انکی کائناتن صواحب یوسف اعم بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقررتم یوسف کے ساتھ والی عورتونکی طرح ہو یعنی کیون خلافت نمائی کرتے ہو انخیز حضرت نے اس بیماری میں فرمایا حبیبین اشغال ہوا۔ پس جن عورتونکی نسبت نبی صلعم یہ شہادت دین کہ وہ مثل صواحب یوسف ہن بامین خلافت واقع ظاہر کرتے ہن تو انکے قول پر اعتماد کرنا ضرر کیا فرہی کیونکہ جب انکے قول کو صحیح سمجھا گیا تو ضرور نبیؐ کو صادق نہ جانا اور نبی صلعم کو جھوٹا جانے والا ضرر کیا کا فر ہو پس سلمانوں کے نزدیک ہر دو احادیث دروغ اور نامعتبر ہن۔ دوم اگر حدیث صواحب یوسف

خود حضرت عائشہ سے مروی ہوئی تو یہی دھڑکی شہادت باپ کے حق میں ہو جب
فقہ فاضل قبول نہیں ہوتا پھر کوئی مسلمان بی بی عائشہ کے بیان کو جو ان کے والد کے نفع
رسائل میں ہو کہ نہ قبول کر سکتا ہو خاص کر جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے مصنفین کی شہادت
کو اس قسم نفی کی وجہ سے مذکور کے معاملہ میں قبول کیا تھا جو منشی جو ہر علی صاحب
کیسے مقلد اور پیرو خلافت ہیں کہ دھڑکے بیان کو باپ کے حق میں قبول کرتے ہیں۔
سو ہم صریح دلیل دروغ ہونے پر درود آیات کی یہ ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کے
معارض ہیں یعنی ایک روایت میں تو بی بی عائشہ یہ فرماتی ہیں کہ حضرت نے کسی
دوسرے کو بھیجے کا ارادہ کیا تھا مگر کچھ سوچ کر خدا کے سپرد کر دیا۔ اور دوسری روایت
کے بموجب یہ فرماتے ہیں کہ مجھے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے باپ اور بھائی کو بلا لاس پہلے
روایت کے بموجب توبہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فقط ارادہ بلا اسنے ابوبکر و پھر
ابوبکر کا کیا تھا اور پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئے اور سب پر رنج کر دیا۔ اور دوسری
روایت کے بموجب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود بی بی عائشہ کو بلانے کا حکم دیا مگر واضح نے
اس حدیث میں کوئی نتیجہ اس حکم کا نہیں نکالا کہ بی بی عائشہ بلانے کے بعد لائین یا نہیں اگر
لائین تو کیا دستاویز لکھی گئی اور اگر بلانے کے بعد لائین تو کیوں نہ نتیجہ میں جو یہ فقرہ
لکھا ہے اور زمانے کا خدا اور مسلمان لوگ مگر ابوبکرؓ یہ اس حکم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا
کیونکہ یہ فقرہ تو ترک ارادہ طلب ابوبکرؓ کو ظاہر کرتا ہے کہ حکم طلبی کو پس جبکہ
ہر دو روایات باہم معارض ایک دوسرے کے ہیں تو دونوں ناقابل اعتبار
ہیں چہارم یہ بات بھی تعجب سے خالی نہیں کہ اگر تعلق خلافت تھا تو حضرت
ابوبکرؓ سے تھا پھر ان کے فرزند احمد کی طلبی اور اسے عہد و جہان کا کوئی نفع تھا

اور چونکہ ان ہر دور و آیات میں حضرت ابوبکر کے ساتھ آنکے پیسر کا بھی طلب کیا جاتا
 مذکور ہے تو ظن غالب یہ ہے کہ بی بی عائشہ نے اس حدیث کو اس غرض سے بیان
 کیا کہ بعد میں سے باپ کی خلافت کا مستحق میرا بھائی مجاہد و مسلمان لوگ اس
 امر پر یقین کر لیں کہ حضرت رسول خدا صلعم کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت ابوبکر کے بعد
 عبدالرحمن خلیفہ ہوں مگر چونکہ زمانہ کی حال کے پرواز متقاضی اس امر کی ہوئی کہ
 کہ حضرت ابوبکر چار بار اپنا دل بعد حضرت عمر بن الخطاب کو کرنا پڑا اس لیے
 ان احادیث سے کوئی نفع واضح کو نہ پہونچا اور خود یہ خود کذب اور افتراء کلمہ
 اب ہم متوجہ ہوتے ہیں عبارت اور مضمون حدیث مستدلہ کی طرف اور اہل الفتا
 کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مکرر مضمون حدیث پر غور فرما دیں کہ صاف طور سے
 وہ جملہ علامات موجود ہیں جو موصوفہ روایات میں ہو اگر نی ہیں۔ قائل کا خالف
 و متردد ہونا الفاظ کا متعلق اور گول مول ہونا صحیح دلیل کذب ہی ہم کتنی میں کہ جب
 رسول خدا صلعم نے بی بی عائشہ کو حکم دیدیا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلا لا پھر اس
 کلمہ کے فرمانے کا کیا موقع تھا کہ یا بی اللہ و المؤمنون اس لیے ثابت ہے
 کہ وضع کو خیال اسی روایت کا راہ جسمین نقطہ ارادہ و ادبیر کا وہ کا اظہار کیا گیا تھا
 غلطی عبارت حدیث پر ہم منشی صاحب کو الزام دینا نہیں چاہتے کیونکہ انھوں نے
 اصل کتاب بخاری یا مسلم سے نقل نہیں فرمائی مگر ترجمہ کی بابت البتہ ہم منشی
 صاحب سے شکایت کرتے ہیں کہ دیدہ و دانستہ ترجمہ غلط لکھ دیا اور آیات
 و حدیث کا قصداً غلط ترجمہ کرنا گناہ عظیم ہے بلکہ ایسا شخص شرار یہود و نصارا
 کے ساتھ محشور کیا جائیگا جو دیدہ و دانستہ خدا و رسول میں تحریف و تبدیل

کرسے خواہ اصل عبارت ہو یا ترجمہ میں ہو۔ اب مجھے متنی صاحب سے پوچھنا
 چاہیے کہ حدیث نمبر ۳ میں کون لفظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور اس کو اپنا خلیفہ و ولیعہد
 کروں؟ اور حدیث نمبر ۴ میں خلافت نامہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور نیز وہ کونسا
 نامہ دھرنی یا غوی جس سے یا بی اللہ و المؤمنون اے ابوبکر کا ترجمہ
 تحریر فرمایا نہ ان کا خدا اور مسلمان لوگ مگر ابوبکر کو م لفظ رکھ کر قیام دے کر بنا دیا گیا
 ہے۔ بارہا اس بات کو جتلا یا ہے کہ مفسری علی اللہ والرسول کبھی کلیات ہو انہیں
 کہہ تا ضرور ایسے الفاظ اس کی زبان سے نکلتے ہیں کہ جس سے مطلب اس کی غرض کے
 برخلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اہل الصفات اس حدیث کے مضمون پر غور فرماویں
 کہ صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے واسطے انتظام خلافت حضرت
 علی کے بی بی عایشہ کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے باب اور بھائی کو بلا لاکہ اُن سے میں
 ایک نوشت لکھواؤں تاکہ تمنا کر نیوا لے آرزو کریں اور کہنے والے یعنی تحریر
 باب اور بھائی یہ نہ کہیں کہ ہم ستم خلافت میں اور نہ مانے خدا اور مومن لوگ مگر
 ابوبکر یعنی خدا تعالیٰ اور مومن لوگ میری مخالفت کو رد نہ کریں گے مگر ابوبکر میری
 مخالفت کریں گے اور جبکہ آنحضرت صلعم کو بذریعہ علوم نبوت یہ بات معلوم ہو گئی
 کہ ابوبکر پر خلافت خدا تعالیٰ و مومنین کے میرے حکم کی مخالفت ضرور کریں گے تب
 آپ نے اٹھکھلانا اور تحریر کر لیا تا ضرور یہ جانا۔

علاوہ اسے ہر معاملہ میں قرینہ بھی ہوتا ہے مگر حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی قرینہ
 بھی دلالت نہیں کرتا بلکہ تمام قرآن اسکے برعکس ہیں اگر حضرت ابوبکر مثل حضرت علی کے تھے
 تو زیادہ سبب و دلائل رکھتے یا مثل نبی صلعم کے ظاہر و محسوس ہوتے یا دینیہ علم الہی

کے باب ہوتے یا دیگر کمالات انسانی میں مثل شجاعت و سخاوت و عبادت و تقویٰ کے ہم پائے حضرت علیؑ کے ہوتے یا کبھی رسوخ خدا سے اُنکو اپنا خلیفہ بیان کیا ہوتا جیسا کہ حضرت علیؑ کی نسبت بیان کیا یا کبھی ان کی نسبت است کو حکم تسک و پیروی کا دیا جاتا یا مثل حدیث الثقلین کے یا کسی آیت قرآنی میں مثل خدا و رسول ﷺ دلی مومنین قرار دیے جاتے۔ یا مثل رسول خدا صلعم کے مولائے مومنین مقرر ہونے یا وصی جمہیر کا خطاب حاصل کرتے تو مضائقہ نہ تھا کہ ایسے محل روایات کو اُنکے خلاف پر دلیل گردان سکتے اور جبکہ کبھی کوئی رسوخ اسلام میں اُنھوں نے حاصل نہیں کیا کبھی زندگی رسوخ خدا صلعم میں نائب یا خلیفہ رسوخ خدا کے مقرر نہیں ہوئی بلکہ تبلیغ رسالت متعلقہ سورہ برات سے بابت حکم روکے گئے کہ تبلیغ رسالت خاص جمہیر خدا صلعم کا کام ہی غیر شخص بہ نیابت اُنکے اس کام کا انجام نہیں ہو سکتا حضرت ابو بکرؓ کو اس کام سے بند کرنا چاہیے اور حضرت علیؑ کو اس کام پر مامور کرنا چاہیے۔ تا دم واپسین جمہیر خدا صلعم اس جمہیر بالا شخاکام مقرر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ ماتحتی اسامہ بن زید روم کو حاکمین و دیاتے آخری جو ہر جمہیر اپنے نائب اور وصی سے کیا کرتا ہو حضرت ابو بکرؓ کو کوئی حصہ نہیں ملا کفن و دفن میں بھی شرکت حاصل نہیں ہوا پھر کون ایسا ذویہ ہو کہ جس سے ہم لوگ یہ سمجھیں کہ آنحضرت صلعم حضرت ابو بکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے۔ جن روایات کو منشی صاحب فی نقل کیا ہی اگر یہ روایات موضوعی ہوں تو ضرور تھا کہ سقیہ بنی ساعدہ میں اُن پر استدلال کیا جاتا پس ہل انصاف گفت ہل تنہا میں حال استقیہ کو بلا خلع فراوان کہ انہیں سے کسی ایات پر بھی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ سے استدلال نہیں

قال حدیث ق عاینہ لہ ان کن لانتین صواحب یوسف مرقا ابابکر
فلیصل بالکناس قالہ فی موضع الذی توفی فیہ بخاری اور مسلم میں حضرت
عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر تم یوسف کے ساتھ والی عورتوں
کی طرح ہو یعنی کیوں خلافت نمائی کرتے ہو کہ ابو بکر سے کہ لوگوں کو غور امام
ہو کر نماز پڑھاوے یہ حضرت نے اُس بخاری میں فرمایا تبسین اشغال ہوا ہے
حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے مرض الموت میں فرمایا کہ ابو بکر
سے لوگوں کو نماز پڑھاوے میں نے کہا کہ ابو بکر نرم رہیں ورنہ اگر حضرت کے
مقام پر نماز پڑھاؤ تو کھڑا ہوگا روئے لگیگا قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمر کو
کو فرمایا کہ نماز پڑھاوے حضرت نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ نماز لوگوں کو
پڑھاوے پھر میں نے غصہ سے کہا کہ تم حضرت سے کہو غصہ نے بھی حضرت سے
یہ ہی کہا تب حضرت نے یہ حدیث فرمائی چنانچہ حضرت کی حیات مبارک
میں پانچ دن صدیق اکبر نے امامت سے نماز پڑھائی یہ اشارہ ہوا صدیق
اکبر کی خلافت کا کہ جو عمرہ حضرت کا خاص تھا یعنی نماز کی امامت کا تو اپنی
زندگی میں صدیق اکبر کو دیا جیسے بادشاہ اپنی زندگی میں کسی کو تخت و تاج
دیوے تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ نے اُسکو اپنا ولیعہد کیا۔

اقول بحول اللہ العالی العظیم قبل از شروع کرنے ترویج استدلال مولف
اسرار المدی کے ہم مولف صاحب کے اُس نصرت ناچار کو قبل اس کے کہ میں جو
انہوں نے عبارت حدیث یا ترجمہ میں کیا ہے حدیث میں عبارت میں سے تو
ایک فقرہ کا فقرہ کمال دیا کیونکہ بعد حدیث اس طرح ہر لاکن صواحب سب یوسف

وآن کید کن عظیم۔ یعنی البتہ تم صاحب یوسف ہو اور تحقیق کہ مکر تھارا اڑا ہے۔
 اور ترجمہ میں یہ تصرف کیا گیا ہے قلینیل یا لئاس کا ترجمہ لکھا خود امام ہو کر نماز پڑھا
 حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے، وجہ اس تصرف نا جانائی
 اہل انصاف پر پوشیدہ نہیں ہے پھر مجھے گذارش کرنا کیا ضروری مافلان خدیوہ
 اب نسبت استدلال منشی صاحب کے گذارش کرتا ہوں کہ اس حدیث کے نقل کو شیخ
 کوئی بہتر ترجمہ منشی صاحب نے برآمد نہیں کیا بلکہ برعکس اس کے دو روایات سابقہ کو
 بھی نامعتبر ثابت کر دیا۔ منشی صاحب نے اس موضوعی روایت سے جو اشارہ خلافت
 حضرت ابوبکر کا نکالا ہے اول تو اشارہ و کنا یہ سے بحث نہیں حدیث مفصل کا سوال ہے
 دوم اشارہ بھی خود نامعتبر اور روایت موضوعی ہے۔ محدثین نقل اصلیت و موضوعیت
 احادیث کو انکی راویان کے احوال سے دریافت کیا کرتے ہیں روایات حدیث
 میں سے اگر ایک بھی جھوٹا یا مکاریا کیا ہو تو اس حدیث کو خارج از اعتبار قرار
 دیدیتے ہیں اور جبکہ اس حدیث کے زیادہ اول مشاہدات معز صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام
 مثل صاحب یوسف کے مکر خلافت کو ثابت ہو گئے پھر اس روایت پر
 کس قاعدے سے اعتبار کیا جاوے۔

یہ معاملہ مذہبی اور دین و ایمان کا ہے رعایت کیسی نہیں کرنی چاہیے منشی صاحب
 آپ ہی انصاف کیجئے کہ جب اس روایت کے آغاز پر ہے راویہ کا عدم وثوق
 مروی ہے پھر آج کو روایت نقل کرتے ہوئے کچھ بھی خیال نہ آیا۔ ایسی روایت پر کون
 اعتبار کر سکتا ہے اگر نصب کو ذرا اول سے دیکھئے تو آپ پر روشن ہو سکتا ہے کہ در صورت
 صحت اس روایت کے حضرت عائشہ کے تمام اقوال اور جملہ روایات محض کذب

وافر اقرار پاتے ہیں اور انکی کسی روایت پر بھی مسلمان اعتبار نہیں کر سکتے۔
 اگر منشی صاحب اس روایت کی نقل سے پشیمان ہو کر اسکو واپس لین تو ایشہ
 مذہب اہل تشن پرست بڑا احسب ہو گا کیونکہ ایک جہارم کے قریب صحیح ستہ میں بی بی
 عائشہ کی مرویات ہیں اور جملہ روایات ام المومنین ساقط عن الاعتبار ہو گئیں
 تو ظاہر ہے کہ مذہب اہل تشن کی پوری بیخ کنی ہوگی۔ ہم تو پہلے ہی سمجھ رہے
 تھے کہ حضرات علمائے اہل سنت کیا خوش ہو ہو کر مری بی بی جوڑی تفریق
 لکھ رہے ہیں ضرور انکو ستائش بجا کی وجہ سے سخت پشیمان ہونا چاہیگا ابھی تو
 اشارۃً منشی صاحب کا بلا وارہی آگے دیکھیے حضرات اہل سنت سے کس طرح جنتی ہے۔
 اب ہم اصل قصہ میں نمازی کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ در واقع اسکی کچھ اصلیت
 نہیں بغیر خدا صلعم کی بزرگوار حضرت ابوبکر کی پیش نمازی کو فرمایا نہ حضرت عمر
 کی بلکہ روایات صحیحہ مرویہ اہل سنت سے صاف ظاہر ہے کہ فقط عورتوں کی سادش
 سے بلا حکم بلا اجازت رسول خدا صلعم پہلے حضرت عمرؓ اور بعد حضرت ابوبکرؓ
 پیش نمازی پر کھڑے ہوئے مگر آنحضرت صلعم نے اطلاع پاتے ہی دونوں کو
 معزول کیا بفضل محبت اسکی اپنے شمس الضحیٰ میں اور اس سے بھی زیادہ
 تاریخ الانبیاء کی محلہ ثانی میں کہی ہے اور اس موقع پر بھی نقید صاحب گذارش کیا جا چکا
 صحاح ستہ اہل سنت میں اس قصہ سے زیادہ اور کوئی معاملہ مختلف فیہ نہ ہو گا
 جس قدر روایات اس قصہ کے متعلق مروی ہیں انکے راوی فقط تین شخص ہیں
 ایک خود بی بی عائشہؓ دوسرے حضرت ابوبکرؓ و سوم بلالؓ غلام آزاد کردہ حضرت ابوبکرؓ
 سیوم عبداللہ بن ربیعہ ہاشمی مضمون ہر روایت کا ایک دوسرے مخالف اور

برعکس ہو مگر نتیجہ سب نے یہی نکالا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمر و حضرت ابو بکر کو
 ملکی اسبند گیری میں نازی سے اسبوقت معزول کر دیا۔ درحقیقت اس قصہ میں سازش
 و رنوں کی بائی گئی کہ اول بی بی حفصہ نے موقعہ پا کر بلا اجازت حضرت پیغمبر خدا صلعم
 اپنے باپ کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ دیا اور بعد ازاں بی بی عائشہ نے اپنے باپ کی
 یہ جوابی اسی پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ تم صواب یوسف ہو اور مکر تمہارا عظیم ہے
 بی بی عائشہ کی روایت کی کیفیت گذارش ہو ہی چکی ہے کہ اگر آنحضرت صلعم وہ
 الفاں بھی انکی شان میں نہ فرماتے تو بھی یہ روایت قابل قبول نہ ہوتی کیونکہ حضرت کی
 شہادت باپ کے حق میں شرکاں سموع ہوا یہی بلال کی روایت بھی مستحسن
 ہو سکتی رہے عبد اللہ بن ربیعہ وہ قسمیہ میان کرتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلعم نے
 کسی کی پیش نازی یا امامت کا حکم سنیں دیا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ میں اس وقت مسجد میں نہیں جا سکتا
 ہم لوگ مسجد میں نہیں آئے کدو کہ وہ نماز پڑھ لیں۔

روایت عبد اللہ بن ربیعہ مدارج النبوت میں اس طرح مرقوم ہے۔
 وروایت سے از زہری کہ فرمود ان حضرت صلعم عبد اللہ بن ربیعہ را کہ بیرون
 آمید و بگوید مردم را کہ نماز گزارد پس بیرون آمد عبد اللہ بن ربیعہ و ملاقات کرد کہ
 عمر بن الخطاب را و گفت باوی گزارد نماز یا مردم پس و بگوید رضی اللہ عنہ جبر القوم
 نبی شنید آنحضرت صلعم علیہ السلام آواز عمر را تا آخر مضمون۔

دوسری روایت میں نکاتیت کرتا حضرت عمر کا عبد اللہ بن ربیعہ کی کہ قوسے
 مجھے ناحق ذلیل کر یا اسطرح صج ہو۔

وگفت عمر مر عبد اللہ بن ربیعہ را بدکاری کہ کردی تو من دانستم کہ آنحضرت

امر کرد و ترا کہ امر کنی مرا گفت عبداللہ لا والتد امر نکرد مرا کہ امر کنم کسی را۔ بعد اسکے یہ حال پہلے حضرت عمر کو نماز پڑھانے سے منع کیا اور جب پھر آواز حضرت ابوبکرؓ کی سنی تو خود آنحضرت صلیم حضرت علی اور عباس کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور خود نماز پڑھائی مدارج میں درج ہے۔

پس طلبید علی و عباس را و تکبیر کرد بر ایشان و بیرون آمد بسوئے مسجد و نماز گزارد۔ علاوہ ازین اسی روایت میں جب کو مولف صاحب نے بی بی عائشہ سے روایت کیا ہے یہاں درج ہے کہ بعد کھڑے ہونے حضرت ابوبکرؓ کے خود جناب سرور کائنات مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر امام سے مقتدی ہو گئے چنانچہ مدارج النبوت کے صفحہ ۲۵۰ میں درج ہے۔ فرمود آن حضرت علیہ السلام ستہای زمان صواب یوسف ابدالحم بعد اسکے درج ہے۔ پس چون در آنحضرت ابوبکر در نماز یافت آنحضرت و نفس خود خفے تراخواست در الکتبہ میرفت میان دو کس و باہمی مبارک و خط یکشیدند در زمین نادری آید سوسو بشریف را چون شنید ابوبکر پس آن حضرت را خواست کہ پسر رود پسر ایما کرد آن حضرت کہ کمالی خود باش پس آمد آن حضرت و بہشت در جانب چپ ابوبکر و ابوبکر الیتاد دست افتد ای کند ابوبکر نماز سو کذا صلعم و اقتدای کند مردم بہ نماز ابوبکر یعنی بواسطہ تکبیر وی بر انعال و انتقالات آنحضرت صلعم و قوت می یافتند۔

کمال تعجب ہے کہ منشی صاحب نے بی سوچنے سمجھے کس طرح حضرت ابوبکرؓ کی شہنامی پر یقین کر لیا اس موقع پر یہ ذکر بھی خالی از قائلہ نہ ہو گا کہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت ہے کہ پیغمبرؐ کی نماز اسحق کے پیچھے ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی صفحہ پر مدارج النبوت میں

کام پر مامور ہوا وہی قابلیت خلافت پیغمبر کی رکھتا ہے اور جو شخص بلجہ عدم
قابلیت نیابت پیغمبر اس کام سے معزول ہو چکا ہے وہ کسی طرح
قابل خلافت عام نہیں سمجھا جاسکتا۔

پس جبکہ تعصب کا یہ حال ہو تو ایسے لوگوں سے حق جوئی کی کیا امید ہو سکتی
ہو اہل انصاف ذرا اپنی دلوں میں غور کریں کہ خدا تعالیٰ نے جس شخص کی
نیابت و خلافت کو فقط ایک حکم کی تبلیغ میں بھی منظور نہ رکھا ہو وہ ہمیشہ کے
لیے تبلیغ رسالت میں کس طرح خلیفہ اور جانشین پیغمبر صلعم کا مقرر ہو سکتا ہے۔

قال۔ علی ہذا القیاس اور بھی احادیث صحیحہ بطریق پیشین گوئی حضرت
رسو خدا صلعم نے در باب خلافت صدیق اکبر کی فرمائی ہیں وہ محل شوری نہیں
اس لیے کہ طور انکا حسب ارشاد نبوی کے واقع ہوا۔

اقول۔ اہل خبرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جو حدیث بطریق اخبار پیشین
گوئی کے ہوتی ہو وہ کسی معاملہ پر حکم لضع کا نہیں دے سکتے مثلاً جو خدا نے بطریق
پیشین گوئی حالات خلفاء مروانیہ و عباسیہ بیان فرمائے تو اس حدیث سے
خلافت خلفائے جور کا نہیں ہو سکتا علی ہذا القیاس و جمال کی بابت بھی پیشین گوئی
واقع ہو تو اس پیشین گوئی سے جمال برحق نہیں ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے حضرت
عمرؓ اپنے خطبہ میں قبول کیا ہے کہ بعیت ابو بکر ایک واقعہ ناگہانی اور خلافت
توقع تھا مگر خدا نے اسکے شرع سے محفوظ رکھا یعنی کوئی حکم تھا نہ حسب قاعدہ
اجماع تھا۔ فقط ہماری چالاکی اور تدبیر سے واقع ہو گئی اگر آئندہ اور کوئی ایسا
توفیق کیا جائے، ممکن اعتبار نہ کانت بیعة ابوبکر فذہ وقتہ اللہ

نہ رہا فمن عاد الی مثله فاقتلوه۔ اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ خلافت
 ابو بکرؓ پر نص تھی نہ اجماع بلکہ ایک ایسا فعل تھا کہ جب کا فاعل واجب القتل ہے۔
 اور نیز حضرت عمرؓ نے بوقت وفات ظاہر کیا کہ آنحضرت صلم نے اپنے بعد ترک
 استخلاف کیا اور کسیکے خلیفہ مقرر نہیں کیا جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء کی فصل
 دوم میں بخاری مسلم سے روایت کی ہے۔ و اسخرج الشیخان عن عمر نہ تھا کہ
 حين طعن ان استخلافه فقد استخلافه من هو خير سینی یعنی ابابکر
 بنکروان اتر تکمہ فقد ترککم من هو خیر منی یعنی رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیز دوسری روایت مستدرک حاکم و مسند بزرگوار اسی
 فصل میں نقل کی ہے۔ قالو یا رسول اللہ صلعم الاستخلاف عینا قال
 انی ان استخلف الیکم فتصون خلیفتی ینزل الیکم الوداب یعنی لوگون
 نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آیا آپ ہم پر کسیکو خلیفہ نہیں کرتے ہو فرمایا
 اگر میں خلیفہ کروں اور تم اُس خلیفہ کو نہ مانو تو تم پر عذاب الہی نازل ہو دور
 حقیقت یہ حدیث سرنبوی ہے اور اشارہ خلافت مرقضوی سے ہے کیونکہ ابو بکر
 کی نسبت تو گمان نہ تھا کہ امت خلیفہ مانگی بلکہ حضرت کو معلوم تھا کہ امت
 میرے بعد ابو بکر کو حاکم کرے گی البتہ حضرت مرقضی کی خلافت پر گمان تھا کہ لوگ
 مانینگے اور عذاب الہی نازل ہوگا پس صاف ثابت ہو گیا کہ خلیفہ حضرت کا
 سوائے حضرت علی مرقضی کے اور کوئی شخص نہ تھا۔

قال المنشی السید جوہر علی۔ اسی ضمن میں ان احادیث کا ذکر کرنا بھی ضروری جزائل
 تشیع اہل سنت کی کتب سے استدلال کرنے میں وہ ہذا۔ حدیث

برابر بن مازب سے صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ جب رسول خدا نے قصد غزوہ متوک کا کیا جناب امیر کو واسطے لگرائی اپنی بیبیوں اور بچوں کے مدنیہ طیبہ میں محافظ مقرر فرمایا کفار اشترار نے جناب امیر کو طعن کی کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے جناب امیر کو یہ بات ناگوار گزری یہ حکایت رسول خدا سے کی اور کہا۔

یا رسول اللہ اتخلفنی فی النساء والصبیان یعنی امی رسول خدا آیا خلیفہ کرتے ہو آپ محکم عورتوں اور بچوں میں تب حضرت نے یہ حدیث فرمائی۔

اما ترضی ان نکون منی بمنزلہ ہارون من موسی الا انہ کابنی اجدے یعنی آباراضی نہیں ہوتا ہی تو یہ مجھے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے مگر تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ اگرچہ سید اس حدیث کے معنی اپنے مطلب کے موافق لیتے ہیں مگر بچہ دلائل معقول انکا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ اول یہ کہ خلافت جناب امیر کے مثل خلافت حضرت ہارون کے وقت سعید پر مخصوص تھی۔ دوم جب

حضرت موسیٰ کو ہ طور سے واپس آئے حضرت ہارون خلیفہ نہ رہے بلکہ مستقل خود ہی بنی برحق تھے نہ خلیفہ اسی طرح ہر اس معاملہ کو قیاس کرنا چاہیے۔ سوم اس قسم کی خدمت بسبب ہمرازی کے بٹے یا داماد کو ہی سپرد کی جاتی ہے پس جناب امیر کا جذبہ روز کے واسطے بطریق محافظہ کے مقرر ہونا دلیل خلافت نہیں ہو سکتا چہ بام

کتب سیر فریقین میں مرقوم ہے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کی حیات ہی میں وقتا بابت پھر خلافت کیسی۔ پنجم حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حقیقی بھائی تھے اور عمر میں کلاں اور نبوت میں شریک اور گویائی میں انصح البیان جب ان جملہ مراتب میں سے ایک بھی جناب امیر کو حاصل نہ تھا تو کیونکر آپ خلیفہ بلا فضل ہو سکتے تھے۔ ششم

حضرت رسول خداؐ نے جو تنبیہ کہ جناب امیر کو حضرت ہارون سے دی ہے اس سے ثابت ہے کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حیات میں خلیفہ تھے ویسے ہی جناب امیر بھی حیات مبارک رسول خداؐ میں خلیفہ رہے ہوں چونکہ بعد وفات حضرت موسیٰ حضرت یوشع بن نون و حضرت کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے اسی طرح سے بعد وفات رسول خداؐ حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ ہنرمند جب رسول خداؐ نے انصلا بنی جدی کو کہ جملہ خبر یہی اشتہار فرمایا تو منصب یعنی نبوت در صورت حیات حضرت ہارون بعد وفات حضرت موسیٰ ہرگز جدا ہوتا جیسا کہ سبب استثناس کے جناب امیر سے قطعاً جدا ہوا۔ ہشتم ولو فرضنا حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ کے زندہ بھی ہوتے بلاشبہ رسول متقل رہتے اور بدستور دیگر انبیاء اللہ کے ضرور ہی تبلیغ احکام شریعت فرماتے۔ چونکہ جناب امیر میں یہ صفت نہ تھی پھر استحقاق خلافت کا کیسا۔ نہم حدیث شریفین میں استثناء منقطع موجود ہے اگر اسکو شیعہ استثناء متصل فرض کریں تو اس صورت میں حدیث رسول خداؐ کی صریح تکذیب ہوتی ہے۔

قطع نظر ان جملہ امور کے شیعہ تاوین کہ حدیث موصوفہ میں کوئی لفظ ایسا ہے جس سے نفی خلافت خلفائے ثلاثہ و اثبات امامت جناب امیر بائی جاتی ہو یا نہ اگر فی وقت من الاوقات کہا جاوے تو یہ عین مذہب اہل سنت و الجماعت کا ہے۔
فاقول انا لعبد الضعیف بحول اللہ الخیر اللطیف۔ واضح ہو کہ مؤلف اسرار الہدیٰ نے اصل عبارت حدیث کو تو غلط اور بے سرو پا بوجہ عدم بصیرت و نہ ملاحظہ کرنے صحیحین کی نقل کیا مگر ترجمہ میں جو کچھ لغت کیا گیا ہے وہ محض بوجہ عناد اور تعصب کی ہی بوقت لکھنے حدیث مذکورہ بالا کے ضمن میں امر

پیش نظر مولف تھا کہ مناقب اور فضائل جناب امیر کو ایسے الفاظ سے تحریف و تبدیل کیا جائے کہ جو ظاہر اے وقعت ہوں اور اُسے مناقب و مراتب مندرجہ حدیث ناظرین کی نگاہ میں باوقرنہ معلوم ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولف کی یہ کارروائی خود انکے ذاتی عقیدہ کی وجہ سے ہی یا مذہب اہل تشن کے مطالبات انکو ایسا کرنا پڑا۔ لیکن اس قدر تو ظاہر ہو گیا ہے کہ علماء کبار اہلسنت نے منفی جواب کی اس تحریف و تبدیل کو ناپسند نہیں کیا بلکہ بڑی خوشی کے ساتھ مولوی لطف اللہ صاحب نے مولف کی ایسی کارروائیوں کی اپنے اتر زینا عربی میں داد دی ہے

مراتب صاحب نے جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ صحیح بخاری میں برابر بن عازب سے روایت ہے کہ بوقت قصد غزوہ تبوک کے آنحضرت صلعم نے جناب امیر کو واسطے نگرانی اپنی بیبیوں اور بچوں کے مدینہ طیبہ میں محافظ مقرر فرمایا محض تحریف ہی صحیح بخاری میں نہ برابر بن عازب سے روایت ہے نہ اُس روایت میں یہ غرض صیح ہے کہ اپنی بیبیوں اور بچوں کی نگرانی مقصود تھی نہ لفظ محافظ مروی ہے مولف صاحب نے محض بوجہ منصب و عناد حضرت علی کی خلافت کو کم وقت کرنے کے لئے لفظ محافظ سے بدلا اور لفظ نگرانی بیبیوں اور بچوں کا اپنی طرف سے ملایا اور استخلاف کو بالکل درمیان سے نکال دیا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث مصعب بن سعد سے اس طرح مروی ہے۔ وعن مصعب بن سعد عن انبیہ ان رسول اللہ صلعم خرج ابی تبوک واستخلف علیاً فقال تخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انہ

لیس نبی بعدی صریح اور صاف ترجمہ اسکا یہ ہی کہ مصعب نے اپنے باپ سعد سے روایت کی ہے کہ جس وقت رسول خدا صلعم بقصد غزوہ تبوک نکلتے اور علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تو علی نے غرضکی کہ کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں پر خلیفہ کرتے ہو (یعنی مردم شنہر اکثر آپ کے ساتھ جاتے ہیں مجھے پشترین بچہ اور عورتیں باقی ہیں) اسپر رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں ہے اس مرتبے سے کہ ہو دے تو میرے نزدیک ایسا جیسا کہ ہارون تھا موسیٰ کے نزدیک مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔

اگرچہ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں اور بوجہ صحیح و متواتر ہونے کے قریب قریب تمام کتب صحیح اہل سنت میں منقول ہے اور ہم موقعہ پر اور طرق سے بھی اس حدیث کو بھی نقل کرینگے مگر بیان ہماری مراد صحیح بخاری سے نقل کرنے کی یہ ہی تھی کہ اہل الاضاف بنظاہر ہو جاوے کہ حضرات اہل سنت کے نقیب کی اہلبیت رسالت کے ساتھ کیا کیفیت ہے۔

جناب منشی صاحب کیا ایمان داری اسی کا نام ہے کہ استخلف علیا کے معنی محافظ اور چوکیدار ہوں اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں اعمد کے معنی خلیفہ اور ولیعہد اور اکتب کتابا کا ترجمہ خلافت نامہ ہو۔ مجھے سخت توجہ ہے کہ مولوی لطف اللہ صاحب نے منشی صاحب کے اس نامہ محققانہ بلکہ عائدانہ تحریر کو کس وجہ سے باین الفاظ منسوب فرمایا۔ مذہر رسالت سنیت و مقالہ بہت مشتملہ علی تحریرات لطرب الاذہان الذکیۃ و محتویۃ علی تقریرات لعقب الاذان النقیۃ۔ شذرہ فقہ انجم المعانین

موسیٰ الا انہ لیس بعدی نبی ان اذہب الا وانت خلیفتی۔ یعنی ابن عباس نے کہا ہے کہ جب رسول خدا صلعم غزوہ تبوک کو چلے اور سب آدمی اُن کے ساتھ جانے کو نکلے تو علی مرتضیٰ پورے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا حضرت نے فرمایا کہ نہیں ابیر حضرت روزِ نکبہ بس فرمایا رسول صلعم فی حضرت علیؑ کہ آیا راضی نہیں ہو تو اس مرتبہ سے کہ ہوے تو میرے نزدیک ایسا جیسا کہ ہارون تھا موسیٰ کے نزدیک الا یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہی اگر جلالاً بنیں ہر جگہ چھوڑ دیں لیکن تو میرا خلیفہ ہو۔ اگر مولف صاحب کے اب بھی اطمینان نہ ہو اور یہ ہی شبہ ہو کہ حضرت علیؑ فقط پیغمبر خدا کے اہل و عیال پر خلیفہ تھے اور اہل و عیال عوام مدینہ آپ کی خلافت و حکومت سے مستثنیٰ تھے زیہ بات بہت ظاہر اور روشن ہے کہ پیغمبر خدا کے اہل و عیال سے عوام مدینہ یا اُن کے اہل و عیال زیادہ شرف نہیں رکھتے تھے جو شخص بنی صلعم کے اہل و عیال میں نبی کا خلیفہ ہر وہ بدرجہ اولیٰ و اہم پر بھی خلیفہ ہے اور جبکہ نبی صلعم نے نظیر موسیٰ و ہارون کی رمی تو قوم کیسے طرح مستثنیٰ نہیں ہو سکتی اور نیز حکیم بن عبد الصلعم وصف الفاطمین یہ فرما بانشاد خلفتک لما ترکک من ورائی یعنی تحقیق کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیفہ اپن مقرر کیا کہ تجھ کو اپنے بعد مدینہ میں چھوڑا۔ تو پھر کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ بعض متعصبین اہل سنت نے جو معارضہ و مناظرہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ حضرت علیؑ فقط اہل و عیال پیغمبر پر خلیفہ تھے اور پیش نمازی اہل مدینہ متعلق یہ اپنی اہم مکتوم تھی اسکو محققین نے خود غلط قرار دیدیا اور صاف لکھ دیا کہ روایتِ پیغمبار نبی حضرت علیؑ مزج ہی جیسا کہ مدارج النبوت کے صفحہ ۲۰۸ میں بحوالہ ابن عبد البر صاف طور سے روایتِ پیغمبار نبی حضرت علیؑ

اصح قرار دیا گیا۔ مولف صاحب نے جو یہ تحریر فرمایا ہے اگرچہ شیعہ اس حدیث کے معنی اپنے مطلب کے موافق لگانے میں مگر محید دلائل معقول اسکا دعویٰ صریح نہیں ہے۔ واجب تھا کہ اس موقع پر ذکر اس معنی کا کیا جاتا کہ جو شیعہ اپنے مطلب کے موافق لیتے ہیں اور جبکہ تشریح معنی مذکور سے اعراض کیا گیا ہے تو صاف طور سے لغویت اعراض کی ثابت ہی ہو سکتی ہے۔ از روید دلائل مولف اسرار الہدی کی اول بحث معنی حدیث سے کرتے ہیں۔

بحث معنی حدیث منزلت

واضح ہو کہ جمیع علماء اہل سنت و امامیہ اثنا عشریہ معنی حدیث میں متفق ہیں اور سب یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تو میرے نزدیک ایسا ہی جیسا ہارون موسیٰ کے نزدیک تھا۔ اب بحث طلب یہ امر ہے کہ باہم حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام کی کیا نسبتیں تھیں سوائے نبوت ہارون کے کیونکہ فقط ایک نبوت کی نسبت کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور باقی تمام نسبتوں کو ذات علی مرتضیٰ میں ثابت کیا ہے۔ اور رتبہ خلافت مضاف ہی منزلت ہارونی کی طرف کیونکہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے اول نسبت ہارون و موسیٰ کی تشبیہ دیکر خلافت کو اس طرح مرفض کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مازم بیعت ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائی ہارون کو قوم بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ چھوڑا تھا اور چونکہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک تھے اس لیے میں بھی تمکو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ اب حکم دیکھنا اس امر کا باقی رہا کہ باہم حضرت موسیٰ و ہارون کے کیا کیا نسبتیں ثابت ہیں

اسی لیے اس مقام پر وہ عبارت نقل کرتا ہوں کہ جو اس بندہ حقیر نے جلد
ثالث تاریخ الانبیاء میں مذکور امامت حضرت امام الاستیعین . امیر المومنین
علی بن ابی طالب علیہ السلام میں لکھا ہے وہ ہوتا ہے۔
نقل عبارت از جلد ثالث تاریخ الانبیاء مولفہ ع

پس اکنون ہمارے تحقیق باید کرد کہ منزلت ہارون نزد موسیٰ علیہما السلام چہ بود
بطلان کلام ربانی ہویدا است کہ موسیٰ بخداوند تعالیٰ خواستگاری نمود کہ وارث
تعالیٰ واجعل لی وزیر و امین اہلی ہارون اسخی و اسند دہ از مری
و استر کہ فی امری۔ یعنی موسیٰ بخداوند تعالیٰ مسالت نمود کہ بار الہا گردان
برای من از اہل بن ہارون برادر من را وزیر من و قوی گردان بوجودی
بشت مراد شریک گردان اورانہ امر من یعنی در رسالت۔ و خداوند تعالیٰ مَسْئُول
ویرا بدرجہ اجابت رسانید کہ در قرآن مجید واردست قل او تبت مسؤلاً
جعلنا معہ اخاہ ہرون و ذرا وقال فی سورۃ الاحزاب سنشد
عضدک باحنیک حاصل معنی ہر سہ آیات این است کہ فرمودہ خدای
تعالیٰ بے تحقیق عطا کردیم ترا ای موسیٰ آنچه تو سوال کردی (در بارہ ہارون)
و در سورہ دیگر سیر ماید البتہ بے تحقیق دادیم موسیٰ را کتاب و کویم باوی
برادرش ہارون را وزیر و قوی و در جای دیگر فرمودہ کہ بہ زود سہ
استقام سازیم عضد ترا بہ برادرت۔

پس ظاہر شد کہ منزلت ہارون از موسیٰ یکے من حیث النورارت است
کہ ہارون وزیر موسیٰ بود۔ و وزیر مشتق است از یکے از معانی ثلاثہ کہ

یکی از آن وزیر کبیر و او سکون را از عجزه است و آن بمعنی ثقل است و بر
 این تقدیر معنی وزیر است که تحمل انتقال نماید و سبکبار گرداند و معنی دیگر
 از وزیر بفتح و او را بمعنی مرجع و ملجأ است چنانچه در قول حق سبحانه
 تعالی و اردست کلاک و زما و بر این تقدیر مراد از وزیر این است
 که مراجع شوند بجانب رای وی و مکیه کند بروی در استعانت از وی و معنی
 ثالث مشق است از آن بمعنی پشت و ظهر است چنانکه در کلام
 باری تعالی و اردست است در به از سی پس حاصل میشود از وزیر
 قوت امر داشته و ظهر سمیانه قوی و شدید میشود بدین از پشت کبریا
 منزلت هارون از موسی اینکه قوی گرداند پشت موسی را و معاند
 وی نماید و سبکبار گرداند موسی را از بارهای گران بنی اسرائیل
 و بر داد بارهای ایشان را بقدر استطاعت خود و این جمله
 منزلت را باعتبار وزارت بود.

و اما منزلت هارون از موسی یکی بن حیث از شرکت است در امر موسی
 و آن شرکت در نبوت و رسالت است و دیگر منزلت هارون از
 موسی این است که بوقت توحید بجانب میقات موسی علیه السلام هارون
 را بر قوم بنی اسرائیل خلیفه خود گذاشت که قرآن کریم بر آن ناطق است
 پس تلخیص منزلت هارون با موسی آنست که بود وی علیه السلام
 برادر موسی و وزیر و یار و شریک او در نبوت و خلیفه او بر قوم او عند
 سفر میقات و چنانکه گردانید رسول خدا صلعم منزلت علی را نسبت بنحود و

ثابت کرد برای وی علیه السلام محمد صلی الله علیه و آله و سلم را میباشد غیر از نبوت
 زیرا که در ادعای حدیث استثنای نبوت واقع است باین عبارت از آنکه لاینبی
 بعدی و مراد ازین استثنای همین است که بعد از رسول خدا صلعم کسی نبوت
 و رسالت مبعوث نخواهد شد ولیکن شرکت در رسالت امری دیگر است و
 آن ثابت است در ذات حضرت مرتضی صلوات الله علیه بجنبه وجوده -
 اول اینکه در قرآن مجید آنحضرت را به نفس رسول صلعم تعبیر کرده اند و
 نفسی شئی جدا نمی باشد از شئی و اکثر احادیث صحیح و مستواته نیز نموده این تعبیر
 وارد اند چنانچه فرمود رسول صلعم لعلی مرتضی - انت منی و انا منك -
 یا علی منی و انا منه - و فرمود - انا و علی من نور واحد -
 و همچنان در وحدت و شرکت طینت و خلقت و گوشت و خون روایات کثیره
 وارد اند و ازین جهت در حدیث فرمود من کننت موکلا فاعلی موکلا
 و قصه تبلیغ رسالت متعلق بسوره برات و لعین حضرت مرتضی بعد عزل
 حضرت ابوبکر رضی الله عنه و فرمان نبوی - لا یودی عنی الا انا و
 علی - و غیر ذلک اشاره الیه ازین شرکت - و نیز در اکثر صفات
 نبوت حضرت مرتضی را بهره و نصیبی داده اند مثل عصمت و طهارت
 و علم لدنی و اعجاز و کرامات و در آمدن در سبب جالت جنابت و مختار
 بودن در مال جنس و فی و غیر هم پس ظاهرا شد که حضرت مرتضی خبر و بیست
 از ذات حضرت مصطفی صلعم و شک نیست که خبر و حد مشترک میباشد
 کل را پس جدائی در ذات نبوی و علی ممکن نیست چنانچه شاعری فرموده است

شعربخی و علی ہر دو نسبت بہم ہوتا تو کی چون زبان قلم پس بر این تقدیر
 معلوم حدیث منزلت این ست کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ لوز و من
 بہم وجہ بیان ہستی کہ ہارون نزد موسیٰ بود غیر از علیکہ ہارون بنی بود و بعد
 نبوت منقطع گردید یعنی تو برادر من و وزیر من و محمد و قوت بازوی من و
 پشت پناہ من و خلیفہ من و شریک من ہستی۔ و این کمال نحر و مبالغہ است
 برای حضرت مرتضیٰ کہ کسی را از طبقہ صحابہ میرنشدہ است و این منزلت
 عظمیٰ صریحاً دلالت میکند بر خلافت بی فصل وی علیہ السلام زیرا کہ چنین
 منزلت غیر ذرات وی علیہ السلام ثابت نیست و کسی را از خلفا راستو
 میرنشد خلافت بنی و حقیقت شریکت در منصب رسالت است
 پس ہر کہ با پیغمبر صلعم چنین منزلت ندارد خلافت را نشاید۔ الخ۔
 وجہ تقرر علی مرتضیٰ بر خلافت ہنگام عزیمت تبوک
 جن لوگون کو حق سبحانہ تعالیٰ نے چشم بصیرت اور قلب نورانی عطا فرمایا کہ
 انکو حق و باطل میں تمیز کرنا دشوار نہیں بخورطے سے خوش و فکر سے محالہ
 کی مامیت کو دریافت کر سکتے ہیں۔ جو لوگ من سیر و تاریخ میں مہارت
 رکھتے ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے بوقت
 عزیمت کسی سفر کے اہتمام تقرر خلافت کا نہیں فرمایا بجز اسکے کہ کسی
 ایک ضعیف یا معذور صحابی کو اہمیت نماز کے لیے مدینہ میں مجبور کرتے
 تھے اور اکثر ان ام مکتوم کہ نابینا و معذور تھے اس کام پر مقرر ہوتے تھے
 اور خاص کر حضرت مرتضیٰ کو کبھی کسی غزوہ میں آنحضرت صلعم نے اپنے سے

جدائین کیا پھر اسی غزوہ تبوک کی غنیمت کی وقت کیا ضرورت اور وجہ
لاحق ہوئی کہ حضرت علی کو خلیفہ مقرر کر کے مدینہ میں چھوڑا پس جو لوگ حالات
غزوات سے ماہرین وہ جانتے ہیں کہ اس غزوہ تبوک کو دیگر غزوات
سے کیا نسبت ہے تمامی غزوات آنحضرت صلعم میں بعض اقوام و قبائل
عرب سے مقابلہ ہوتا تھا کیوں ملک یا بادشاہ سے جنگ مقصود نہ ہوتی تھی اور اس غزوہ
تبوک میں مقابلہ قصیر روم سے تھا جو ایک بہت بڑا شہنشاہ اپنی وقت کا تھا لگو کھانوج
اپنی زیر حکم رکھتا تھا عوام لوگ مسلمانوں کو کس طرح در مقابل قصیر کا نہیں جانتی تھی بلکہ
کفار اور منافق اس ارادہ پر بغیر خدا کے منہ کھولتے تھے خصوصاً بعض سردار
نفاق ہمیشہ مثل ابن ابی سلول وغیرہ علی الاعلان کہا کرتے تھے کہ گویا ہم
دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان لوگ قصیر کے لشکر کے ہاتھوں میں اسیر ہیں اور
قتل کئے جا رہے ہیں اور عوام لوگوں کے دلوں میں لشکر قصیر کا ایسا غیب
پڑ گیا تھا کہ ایک جماعت کثیر خلیفان و تابعان ابن ابی سلول پہلی ہی
منزل سے لشکر رسوخدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اگرچہ رسوخدا صلعم کے
ہمراہ بھی چالیس ہزار سے زیادہ آدمی تھے لیکن ظاہر ہے کہ قصیر روم
کے مقابلہ میں اس تعداد لشکر کو کیا وقعت ہو سکتی ہے اس لیے ظاہر ہے
کہ اس غزوہ سے زیادہ کوئی غزوہ محل خطر نہ تھا بلکہ اسکے عشر عشر بھی
اور غزوات میں احتمال خطر نہ تھا۔

پس جبکہ رسوخدا صلعم نے ایسی جنگ عظیم کی تیاری کی تو حسب فوائین جزم
و احتیاط وجہ حسب قواعد سلطنت و ملک داری آنحضرت صلعم پر واجب ہے

کہ اُس وقت تک عزیمت جنگ پر کوچ نہ کریں جب تک کہ اپنا ولیعہد اور خلیفہ نامزد نہ کریں جو لوگ بنظر غائر اس طرف توجہ نہیں کرتے وہ تو یہی جانتے ہیں کہ سچلہ بہت سے غزوات کے ایک غزوہ بتوک بھی تھا اور جس طرح ہمیشہ کسی ضعیف و معذور کو مدینہ میں ہشامیازی وغیرہ کیلئے چھوڑ جایا کرتے تھے اُسی طرح اس مرتبہ بھی حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا لیکن خوض و فکر کر کے شے معلوم ہوتا ہے کہ نظر بحالات غزوہ مذکور سو کھدا صلح ہو واجب ہو گیا تھا کہ جنگ کیسے اپنا مستقل خلیفہ نامزد فرما دیں اُس وقت تک عزم سفر نہ کریں اسلئے صاف ظاہر ہے کہ یہ خلافت مرتضوی مثل اُن چند روزہ خلافتوں کے نہ تھی جو آنحضرت بوقت عہدیت سفر کسی ایک صحابی کو ہشامیازی وغیرہ کے لئے مقرر کیا کرتے تھے بلکہ یہ خلافت مستقل اور دائمی خلافت تھی اور مطلب اس فقر خلافت سے یہ بھی تھا کہ اگر جنگ پیش آوے اور اتفاق سے معاملہ منکسر ہو جاوے تو اسلام بے سردار نہ رہے اور نیز عوام الناس پر ظاہر ہو جاوے کہ نبی کا جانشین برحق علی مرتضیٰ ہے صلوات اللہ علیہ۔

اب ہم اُن دلائل صاحب اسرار الہدی کی تردید کرتے ہیں جنکو عدم صحت دعویٰ شیعیان پر سند لائے ہیں۔

قولہ اول۔ یہ کہ خلافت جناب امیر کی مثل خلافت حضرت ہارون کے وقت معینہ پر مخصوص تھی۔

اقول وہبہ نسحقین۔ جو منزلت ہارون کی موسیٰ سے تھی اُسکو ہم نے شرفاً بحوالہ آیات قرآنی اوپر لکھا ہے وہ جملہ منازل تا وقت وفات حضرت ہارون

قائم و برقرار رہیں انھیں منازل و مراتب کو باہم رسوخ و او علی مرتضیٰ کے شمار کرنا چاہیے خلافت حضرت ہارون کی کسی خاص زمانہ کے لیے محد و نہین بھی ملے وہ روز بعثت حضرت موسیٰ سے تا وفات خود نائب و شریک و پشت نیاہ و وزیر و خلیفہ حضرت موسیٰ کے رہے حضرت موسیٰ کی حضوری و موجودی میں نائب اور وزیر کہلاتے تھے اور غیبت میں خلیفہ سمجھے جاتے تھے اور ان منازل سے کبھی عزل و لغت نہیں ہوا یہاں تک کہ وفات پائی حضرت ہارون نے اسطرح حضرت علی کو بھی سمجھنا چاہیے کہ یوم بعثت سرور کائنات سی تا میں وفات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی وزیر نائب و شریک و خلیفہ و وصی رہے اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ اصحاب موسیٰ علیہ السلام میں سے کسی کا نہ اور منزلت حضرت ہارون کے برابر نہ تھا اور حضرت ہارون کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص استحقاق خلافت حضرت موسیٰ کا نہ رکھتا تھا پس جبکہ بشہادت نبی صلعم حضرت علی آنحضرت صلعم کے نزدیک بعینہ وہی منزلت اور نسبت رکھتے تھے جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی تو لا محالہ اس امر کو بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ اصحاب محمد صلعم میں سے کسی کا رتبہ و منزلت حضرت علی کے برابر نہ تھا اور حضرت علی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص استحقاق خلافت حضرت پیغمبر خدا صلعم کا نہیں رکھتا تھا۔ اور اسی منزلت کو خلافت بلا فصل کہتے ہیں۔

اثبات خلافت بلا فصل حضرت علی مرتضیٰ میں صد ہا روایات اہل تسنن میں یہ تا یہ اس حدیث کے وارد ہیں اور ثابت ہے کہ حضرت علی کی صغر سنی کے زمانہ سے آنحضرت صلعم نے انکو اپنا خلیفہ اور وصی و نائب گردانا اور ہمیشہ

بار بار است کو اسکی اطلاع دی دیکھو شروع زمانہ بعثت میں بوقت نزول آ یہ کریمہ
 واندن سر عشیرتک آنحضرت صلعم نے تمام نبی عبدالمطلب کو جمع کر کے حضرت
 علی کی نسبت فرمایا ہذا اخی و خلیفتی نیکم فاسمعوا و اطیعوا اللہ یعنی
 یہ میرا بھائی ہے اور میرا خلیفہ ہے تم میں پس سنو بات اسکے اور فرمان برادری
 کرو اسکی۔ استخراج کیا ہے اس روایت کو محمد ابن اسحق اور ابن جریر اور ابن ابی
 حاتم و ابن مزیہ و حافظ ابونعیم و بیہقی نے اسی تمام مقدمہ کو امام نسائی نے
 کتاب الخصال میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کیا ہے۔ پوری تفصیل ان
 روایات کی انوار الہدی میں مندرج ہیں بعد ازان بروز ہجرت آنحضرت
 صلعم نے حضرت علی کو مکہ میں اپنا خلیفہ چھوڑا۔ بعد اسکے سال بعثت الرضوان
 میں حضرت علی کی خلافت سے یہ انکار خلافت ابوبکر و عمر و کون کو اطلاع
 دی کہ امام حاکم اور نسائی نے حدیث خالصہ النخل کو روایت کیا ہے۔
 اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالہ الخفا میں بلفظ نسائی نقل کیا ہے۔ بھر بوقت
 تبلیغ سورہ برات اس امر کو بہت صاف کیا گیا کہ سوائے علی مرتضیٰ کے
 اور کوئی شخص اصحاب رسول خدا صلعم میں سے خلافت یا نبیانا ادا اے رسالت
 نہیں کر سکتا اور پیشتر جو حضرت ابوبکر اس کام پر مقرر کئے گئے تھے حکم وحی
 الہی معزول ہوئے اور پھر خدا صلعم کو صاف حکم دیا گیا کہ ادا اے رسالت
 تمہارا کام ہے تم خود جاؤ یا علی کو بھیجو۔ یہ مقدمہ غایت شہرت سے محتاج ثبوت
 نہیں۔ دیکھو ازالہ الخفا و مدارج النبوت وغیرہ کو۔ علاوہ بارہا است کو مطلع
 کیا گیا کہ علی مرتضیٰ بعد رسول صلعم تمام مومنین و مومنات کے امام اور والی ہیں۔

وہو ولیکم بعدی وفی ازالۃ الخفاء عن ابن عباس قال علی سول اللہ صلی
 انت ولی کل مومن من بعدی ومومنة۔ ومن کنت مولاً فعلی مولاً
 بمقام عذیر خم ستر ہزار آدمیوں سے خطاب کر کے فرمایا۔ علاوہ برین آنحضرت
 صلیم حضرت علی کو ان القابوں سے یاد کرتے تھے سید العرب امیر المؤمنین
 امام المتقین قاعد العرائج بلین یعسوب الامہ وغیرہ عرض کہ انک
 شمار کرو ان کوئی انصاف کر نیوالا بیستم غور ملاحظہ کرے اور کتب اہل سنت
 کو بغور دیکھے کہ ان فضائل والقاہت سے ایک بھی حضرت ابوبکر یا عمر کو حاصل
 ہوا ہے۔ یا کبھی بھولکر بھی انہیں سے کسی کو اپنا خلیفہ یا امام فرمایا ہے۔ اب ہم بطریق
 تنزل یہاں تک تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اس حدیث منزلت سے فقط ایک
 وقت مخصوص کی ہے خلافت مرقنوی ثابت ہوتی ہے تو بھی خلافت بلا فضل
 حضرت علی مرقنوی کی ثابت ہوگئی کیونکہ خلفاء ثلاثہ میں سے تو کسی کو ایک ساعت
 کے لیے بھی رسوخندانے کبھی خلیفہ مقرر نہیں کیا کہ انکی لیاقت خلافت کی
 شہادت حاصل ہوتی بلکہ خاص حضرت ابوبکر کی عدم قابلیت خلافت پر بض
 وحی نازل ہوگئی اور حضرت مرقنوی کو خود رسوخدانہ اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر
 کر چکے اور انکی لیاقت پر بض صریح نازل ہوچکی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ سوئے
 علی مرقنوی کے اور کوئی اصحاب پیغمبر خدا میں سے نہ خلیفہ رسول ہوا اور نہ ہو سکتا
 تھا پس علی مرقنوی بیشک خلیفہ بلا فضل ہیں۔

تو کہ دوم جب حضرت موسیٰ کو وہ طور سی واپس آئے حضرت ہارون خلیفہ تہو
 بلکہ مستقل خود ہی نبی برحق تھے نہ خلیفہ اسی طرح پر اس معاملہ کو قیاس کرنا چاہیو۔

اقول بحول اللہ وقوتہ۔ قول معترض بوجہ عدیدہ غلط اور برخلاف تحقیق
ہو کیونکہ یہ امر مسلمہ جمیع اہل اسلام ہے کہ حضرت ہارون مبین و شریک و نائب
و وزیر و خلیفہ حضرت موسیٰ کے تھے بذاتہ علیحدہ رسول نہ تھے فقط حضرت
موسیٰ کی امداد کے لیے مبعوث ہوئے اور باعتبارات مختلف ان کے مراتب و
سنازل نامزد ہوئے مثلاً جب وہ حضرت موسیٰ کی طرف سے ادا پیغام دریا
کرتے تو انکو حضرت موسیٰ کا نائب اور خلیفہ کہا جاتا۔ اور جب وہ امور ات
اہم میں رائے زنی کرتے تو موسیٰ کے وزیر کہلا سکتے اور جب حضرت
موسیٰ کے شامل ہو کر قوم کا انصاف کرتے تو موسیٰ کے مبین و شریک کہلاتے۔ ان
تمام مناصب میں سے کبھی کسی منصب سے معزول نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے
تھے یہ قول کہ جب موسیٰ میقات سے واپس آئے تو حضرت ہارون خلافت
سے سزاوار ہو گئے محض لغوی کیونکہ حضرت ہارون اپنی وفات کے
وقت تک حضرت موسیٰ کے خلیفہ برحق تھے کیونکہ تمام اعمال و افعال حضرت
ہارون کے دو منصب پر منقسم ہوتے تھے۔ ایک وہ افعال جو بیت موسیٰ علیہ السلام
کرتے تھے وہ من حیث شرکت و وزارت ہوتے تھے۔ دوسرے وہ افعال و
اعمال جنکو بغیبت موسیٰ علیہ السلام انجام دیتے تھے وہ تمام افعال من حیث انکشاف
ہوتے تھے۔ پس اسی پر قیاس کر لیا جائے شرکت حضرت علی مرتضیٰ کو کہ جب تک وہ حضرت
زیدہ رہے نبی صلعم کے برحق خلیفہ رہے اور جو کام بمبیت رسول صلعم کرتے وہ
من حیث شرکت و وزارت ہوتا اور جو کام بغیبت رسول صلعم من انجام
دیتے وہ من حیث انکشاف ہوتا حضرات اہل تشن لفظ شرکت سے نہ جو تکین

اس سے مراد بعثت نبوت نہیں ہی بلکہ امور رسالت میں شرکت دوسری بات
 ہے جسکی تشریح روایات صحیحہ مرویہ اہل سنت میں موجود ہے جسے کہ قصہ تبلیغ سورہ
 برات میں حضرت ابو بکر کو تبلیغ رسالت کی ممانعت ہوئی اور حکم وحی قرار پایا
 کہ اس کام کو خود آنحضرت کر سکتے ہیں یا حضرت علی انجام دے سکتے کیونکہ وہ
 ان سے ہیں اور یہ اُن سے۔ اسی کا نام شرکت ہے ورنہ غور کا مقام ہے کہ آیت تطہیر کی
 مصداق میں کوئی صحابی کیون شامل نہوا حضرت علی کی کیا خصوصیت تھی
 کہ معصوم و طاہر کئے گئے و جب اسکی فقط یہ ہی تھی کہ امور و مناصب رسالت میں
 شرکت بغیر طہارت ممکن نہیں ہے۔ ایک بحث اس موقع پر اور قابل تذکرہ ہے
 کہ مؤلف اسرار الہدی کے طرز تحریر سے یہ پایا جاتا ہے کہ شاید اُنھوں نے غلطی
 سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فقط اس خلافت وقت عزم تبوک
 کے لئے حضرت علی کو ہارون سے شمال دی ہے کہ جس طرح موسیٰ نے اپنی
 غیبت میں ہارون کو اپنا خلیفہ چھوڑا تھا اسی طرح میں بھی اپنے بھائی علی کو
 خلیفہ کرنا ہوں اور دیگر تعلقات جو باہم موسیٰ و ہارون کے مستقل اور دائمی
 تھے اُن سے حضرت علی کو شمال نہیں دی۔ اس امر کا فیصلہ اول تو ایسی ہیئت
 سے ہو سکتا کہ اس میں تمام منازل و مناصب ہارونی سے سوائے نبوت
 کے شمال دیکھی ہے علاوہ اسکے یہ بات ہے کہ آنحضرت صلعم نے کچھ اس وقت
 یعنی بوقت عزیمت تبوک ہی حضرت علی کو ہارون سے نسبت نہیں دی
 بلکہ ہمیشہ آپ اسی طرح فرماتے کہ علی میرے نزدیک ایسا ہی جیسا کہ
 ہارون موسیٰ کے نزدیک دیکھو سگتہ ہجری سے قبل جب مسجد کے دروازے

بند کیے جانے کا حکم ہوا تو رسول خدا نے یہی فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ایک مسجد طاہر و پاک بنا اور اُس میں سوائے تیرے اور ہارون اور پسران ہارون کے کوئی ساکن نہ واسطی طرح مجھے بھی حکم دیا کہ مسجد طاہر و پاک تعمیر کر اور اُس میں سوائے تیرے اور علی و پسران علی کے کوئی ساکن نہ ہو اگرچہ ہمارا ایمان یہ ہی ہے کہ جو کچھ رسول اکرم صلی علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا وہ ہی عین حکم خدا ہے لیکن اس روایت سے صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ خود جناب باری نے محمد و علی کو موسیٰ و ہارون سے مثال دی ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ پیغمبر خدا صلی علیہ وسلم نے حضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے نام پسران ہارون کے نام پر مشہور و مشہور رکھے۔

پس جبکہ یہ امر حقیقی ہو چکا کہ حضرت ہارون کا مقصد خلافت موسیٰ (مستقل اور دائمی) تھا اور بعد ازاں موسیٰ از صیقات عزل ہارون واقع نہیں ہوا تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت علی بھی دائمی اور مستقل خلیفہ رسول خدا صلی علیہ وسلم کے تھے اور عزل انکار واقع نہیں ہوا اگر نہ یہ کہ جو صلہ سداۃ کا ہو تو ایک ہی روایت اس معنی کی اپنے ہی کتب سے نشان دہی کہ جس سے عزل خلافت ثابت ہو ورنہ ہم صد بار روایات کتب اہل سنت میں ایسی نشان دہی ہیں کہ بعد ازاں غزوہ تبوک کے آنحضرت صلی علیہ وسلم نے اس خلافت حقہ کی تائید میں باصرار و تاکید تمام احکام صادر کئے دیکھو بعد ازاں غزوہ تبوک کے حضرت علی بن ابی طالب بھی کئے اور مردمان خاندان رسول خدا سے نسبت حضرت مرتضیٰ شاہی ہوئے تو آنحضرت صلی علیہ وسلم نے بعد متذکر ان لوگوں سے فرمایا وھو و لکم بیت

یعنی علی میرے بعد تمھارا حاکم اور مالک ہے۔ اور نیز بار بار فرمایا حضرت علی کی شان میں **«وولی کل مومن من بعدی ومومنة»** یعنی علی میرے بعد ہر مومن ومومنہ کا حاکم اور امام ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے کچھ اپنی ہی طرف سے نہیں فرمایا بلکہ حکم الہی کا اظہار فرمایا ہے جو آیتہ **«اعماؤ لکم اللہ»** میں نازل ہوا ہے اسی غرورہ بتوک کے بعد تمام امت کو تشک اور پیروی حضرت علی کا حکم دیا گیا کہ حدیث نقلین شاہد ہے پھر اسکے بعد خطبہ غدیرہ بتائید اسی خلافت کے فرمایا کہ نہ مایا آنحضرت صلعم نے کہ جب کاین سولاہوں علی اُسکا مولا ہے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر کو ہاتھتھی اسامہ بن زید روم جانے کا حکم دیا گیا اور وہ حکم نافذ ہوا وہ اپنی آنحضرت صلعم تک بعد ازاں عین قریب وقت وفات شل طریقہ سنت پیغمبر ان حضرت علی کو برکت دی وصی اپنا مقرر کیا مہر نبوت اور ملبوس خاص سے اعزاز بخشا۔ اور جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون سے کیا تھا وہ سب کچھ محمد مصطفیٰ صلعم نے حضرت علی سے کیا پھر امت محمدی میں اور کون شخص ہے کہ خلافت پیغمبر کا نام بھی لے سکے۔ اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کسی کو زمانہ قربات خلیفہ نہیں کیا اگر یہ قول اُنکا صحیح ہے تو نگاہ میری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب جنگ بتوک کو جاتے ہوئے حضرت علی کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو دوبارہ فقر کے کوئی حاجت نہیں سمجھے کیونکہ یہ بات تو قطعی نا ممکن ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عینیت حذر روزہ کے لیے اپنا خلیفہ مقرر کرنے میں دیر نہیں فرمایا تو عینیت دائمی کے لیے کس طرح خلیفہ مقرر نہ فرماتے۔ اور اگر طریق تنزل ہم قول معترض کو مان بھی لیں تاہم خلافت بلا فصل جناب امیر کی ثابت

ہوگی اسلئے کہ جب دیگر مدعیان خلافت میں سے کسی کو بھی کبھی منصب خلافت
چند روزہ حاصل نہیں ہوا تو لامحالہ خلیفہ برحق وہ ہی مانا جائیگا جسکو ہمیں ہر خدا فی
اپنی حیات میں کبھی اپنا خلیفہ مقرر کیا ہو کیونکہ اسکی لیاقت خلافت مخصوص نہیں ہے
اور سولہ ہر اور دیگر مدعیان کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔

قال صاحب اسرار اللہ سی۔ سوم اس قسم کی خدمت بسبب ہر رازی کی بیٹیہ یاد ادا دکو ہی سپرد
کیجاتی ہیں جناب امیر کا چند روز کیلئے بطریق محافظہ کی مقرر ہونا دلیل خلافت نہیں ہوتی۔
اقول بحولہ تعالیٰ۔ معترض صاحب کو اس قول سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ دنیا میں
خدمات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ خدمات جسے رازداری متعلق ہر اور دوسری
عام خدمات۔ اور یہ امر بھی صاف روشن ہے کہ جو شخص راز دایکی خدمات کو انجام دے سکتا
ہے عام خدمات کو بدرجہ اولیٰ انجام دے سکیگا اور جو شخص فقط عام
خدمات کو انجام دے سکتا ہے وہ ناقابل انصرام خدمات رازداری کی ہی ہے
اگر خدمات سپرد کرنے والا مجنون نہیں ہے تو بجائے دو خادم مقرر کرنے کے فقط ایک
ایسے شخص کو مقرر کر لیا جو دونوں قسم کی خدمات کو انجام دے سکتا ہے اس یہ طریقہ
مثل قاعدہ کلیہ اور قانون تفر خلافت کے ہو گیا یعنی عقل نے اس امر کو واجب
کر دیا کہ جو کوئی شخص اپنا ولیعہد یا خلیفہ مقرر کرنا چاہے تو لازم ہے کہ ایسے شخص کو
مقرر کرے جس سے رازداری کی خدمات کا انصرام بھی ہو سکے اور غیر شخص
جس سے رازداری کی خدمات متعلق نہیں ہو سکتے ہیں عقلاً خلیفہ بھی مقرر نہیں
ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے کہ جسکو نہ فقط منشی جوہر علی صاحب فی ہی
تسلیم کیا ہے بلکہ علی العموم تمام دنیا کے آدمی اس قاعدہ کو تسلیم کئے ہوئے ہیں

اور ہمیشہ اسی پر عمل درآمد ہوتا ہی۔ منشی صاحب نے جو دوسرا فقرہ یہ تحریر فرمایا کہ جناب امیر کا چند روز کے لئے بطریق محافظ مقرر ہونا دلیل خلافت نہیں ہو سکتا بالکل بے محکا ہی اور ایسا ہی جیسے کوئی یون کے کہ آفتاب کا نصف النہار پر ہونا دلیل دن ہونے کی نہیں ہے۔ ہم بوجھے ہیں رسول صلعم کو بتوک جاتے وقت جن جن اسباب سے ضرورت محافظ مقرر کرنے کے ہوئے تھے کیا وہ اسباب رسول خدا صلعم کی وفات کے بعد فوت ہو گئے تھے کیا رسول صلعم اپنی عین حیات زوجات کو طلاق دی گئے یا آپ کی وفات کے باعث جمیع زوجات آپ کے نکاح سے باہر ہو گئیں یقین کہ جو آپ محافظ کے مقرر کرنے کی حاجت نہ رہی پس مسلمانوں کو اسکا ماننا پڑ گیا کہ آنحضرت صلعم کی وفات سے کوئی فرق الکی خانہ داری میں نہیں پڑا برابر آپ کی زوجات بعد وفات بھی نکاح میں رہیں اسلئے یہ نسبت بتوک کے سفر آخرت کی وقت محافظ کا مقرر ہونا ضرور تھا اور اس امر سے معترض صاحب کو بھی انکار نہیں کہ یہ کام فقط حضرت علی کے سپرد ہو سکتا تھا حضرت ابو بکر سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اب یہ کہنا تو مایوس کیا ہے کہ نہیں کہ رسول خدا نے انتقال کے وقت دو آدمیوں کو اپنا خلیفہ یا وصی کیا ایک کو رازداری اور خاص الخاص خدمات کی انجام دہی کے لئے اور دوسرے کو امورات غیر رازداری کے لئے اور اس امر کو کہ خدمت رازداری حضرت ابو بکر کے سپرد کی منشی صاحب تو کیا کوئی اہلسنت بھی نہیں کہہ سکتا۔ اب ضرور یہ ماننا پڑا کہ جبکہ رسول صلعم نے اس رازداری کے کام پر مقرر کیا تھا وہ ہی اُنکا خلیفہ برحق اور امام امت ہی قال چہارم۔ کتب سیر فریقین میں مرقوم ہے کہ حضرت ہارون نے حیات حضرت

موسیٰ ہی میں وفات پائی پھر خلافت کیسی۔

اقول وجہ تشعین۔ منشی صاحب کو یہ اعتراض رسوخدائے کرنا چاہیے کہ حضرت ہارون تو حیات موسیٰ ہی میں فوت ہو گئے تھے پھر حضرت علی کو آپ کیونکر خلیفہ کرتے پہلے کہ شال ہارون بھی حدیث میں موجود ہے اور خلیفہ کرنا بھی اسی حدیث میں دست ہے۔

آب میں گذارش کرتا ہوں کہ وفات ہارون جب خود انکی ہی خلافت میں ہمارے ہمارے تو زندون کے حق میں کیونکہ مانع ہوگی کیا حضرت ہارون کی مثال دینے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرض کر لیا جاوے حضرت علی کی نظیر کو حضرت ہارون پر کیونکہ اس طرح قیاس کر لیا جاوے کہ اگر حضرت ہارون بعد موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتے تو کوئی دوسرا شخص ہوتا یا انکی مستحق خلافت ہوتا۔ پس انتقال ہارون حیات موسیٰ میں حضرت ابو بکر کی خلافت کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ان اگر حضرت علی کا انتقال حیات رسوخدائے میں ہو جاتا تو اگر یوشع بن نون کی نظیر حضرت ابو بکر حسان کی جاتی تو مضائقہ تھا کیونکہ ہارون کے جیسے جی حضرت یوشع کی قدر و منزلت ایکیتِ خادیم سے زیادہ نہ تھی اسی پر منزلت علی اور تباہ ابو بکر قیاس کر لو۔ مگر نطفہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر یوشع بن نون کے مصداق بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ یوشع ابن مریم بنت عمران خواہر زادی حضرت موسیٰ و ہارون کے ہیں اور حضرت موسیٰ کی عزت میں داخل ہیں اور حضرت ابو بکر محض غیر شخص ہیں۔ منشی صاحب ذرا تدول میں انصاف کیا ہو تاکہ لکھ حضرت ہارون حیات موسیٰ میں

فوت ہو گئی تو ظاہرِ امجپوری موجود تھی کہ جبکہ خلیفہ مقرر کرنا چاہیے تھا وہ پہلے ہی فوت ہو چکی اس لیے دوسرے کو تلاش کیا اور جبکہ حضرت علی بوقت وفات رسول صلعم زندہ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ موجودی اُنکے کوئی دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا پھر آپ ہی اپنے دل میں غور فرما دیں کہ ایسے فضول اعتراضات کی کیا وقت کسی کی نظر میں ہو سکتی ہے۔

قالن ختم۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے اور عمر میں کھان اور نبوت میں شریک اور گویائی میں افصح البیان جب ان جہا مرا تب میں سے جناب امیر کو ایک بھی حاصل نہ تھا تو کیونکر آپ خلیفہ بلا فضل ہو سکتے تھے۔ اقول فیستغین۔ ان اعتراضات کا صاف مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے جو حضرت علی کو حضرت ہارون علیہ السلام سے مثال دی ہو اُس میں رسول خدا نے غلطی کھائی۔ اگر مؤلف صاحب دراصل اس حدیث کو موضوعی قرار دیتے تو بظاہر اس کلمہ کفر سے بچ جاتے اور جبکہ انکو نزدیک حدیث صحیح ہی تو یہ اعتراض صاف صاف رسول خدا پر عاید ہوا اور رسول خدا کے قول کو خلاف واقع سمجھنا صریحاً کفر ہی منشی صاحب ذرا غور فرمائیں کہ جب رسول خدا صلعم نے یہ فرمایا کہ علی میرے نزدیک ایسا ہے کہ جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک تھے تو اس میں ایسے لغو اعتراضات کرنا کہ ہارون ایسے تھے اور علی ویسے صریحاً کفر ہی اگر اس پر یقین نہ ہو تو مولوی لطف اللہ صاحب سے ہی فتویٰ لیجئے علاوہ ازیں رسول خدا صلعم نے جبکہ حضرت علی کی شان میں یہ فرمایا امت احی فی الدنیا والاخرۃ اگرچہ آپ ابن عم نہ تھے تو بھی بھائی شمار ہوتے۔ پھر جب صحابہ میں باہم ایک

دوسرے کے مواخات واقع ہوئے تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو اپنا بھائی بنایا
 عمر کی کلائی و خردی خلافت میں معتبر نہیں بلکہ اگر خلیفہ عمر میں چھوٹا ہو تو زیادہ
 مناسب ہوا فصیح البیانی حضرت ہارون کی بمقابلہ حضرت موسیٰ کی تھی کہ آپ کو
 نقل زبان عارض تھا اور ہارون صاف زبان رکھتے تھے نہ کہ دنیا میں کوئی
 آدمی حضرت ہارون سے زیادہ فصیح نہ تھا مگر حضرت علی مرتضیٰ جمیع صحابہ
 سے زیادہ تر فصیح البیان تھے جن لوگوں نے آپ کے خطبات دیکھے اور سنے
 ہیں اُسے پوچھیں جو لوگ فقط ترجمہ مشارق الانوار کو دیکھ کر ترجمہ احادیث لکھتے
 ہیں اور صحت و غلطی ترجمہ سے بھی آگاہ نہیں ہیں وہ حضرت علیؑ کی
 فصاحت سے کب واقف ہو سکتے ہیں۔

اب ہم ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ اگر خلافت انھیں تین
 باتوں میں منحصر ہو تو بھی حضرت علیؑ ہی خلیفہ بلا فصل ثابت ہونگے کیونکہ اگر
 کیسے برادر حقیقی نہ ہو تو قائم مقام اسکا ابن عم حقیقی ہوتا ہے نہ کہ سسر اور سسر ابھی
 عرب کا دوم اگر خردی عمر مانع خلافت ہو تو حضرت ابو بکر اور عمرو و لون رسول خداؐ
 سے عمر میں چھوٹے تھے اگر عذر کمی عمر کو نظر انداز کیا جائیگا تو پھر حال ابن عم نسبت
 شخص غیر کے خلافت کیلئے اولیٰ ہوگا۔ فصاحت کلام حضرت مرتضیٰ میں کسیکو
 کلام نہیں بہر حال حضرت ابو بکر و عمرو و لون سے فصیح البیان تھے۔ یہی
 شرکت نبوت وہ بعض صحیح بخاری کی ذات میں متمتع اور حضرت علیؑ کی ذات میں
 متمتع تھی جیسا کہ صحاح المسند میں فقہ تبلیغ سورہ برات بشر و حامویٰ ہی
 در قول مجبر صادق صلعم میں وارد ہے لا یؤدی عقی الا انا و علیؑ۔ تطیرو

عصمت جو طراز نہ بنوشتا، میں شیخین اُس سے محروم ہیں اور علی مرتضیٰ طاہر و محصوم
ہیں اسلئے خلیفہ عبد بنی علی مرتضیٰ بن شکر حضرت ابو بکر۔
قال ششم۔ حضرت رسول خدا صلعم نے جو تشبیہ کہ جناب امیر کو حضرت
ہارون سے دی ہے اس سے ثابت ہے کہ جیسے حضرت ہارون حضرت
موسیٰ کی حیات میں خلیفہ تھے ویسے ہی جناب امیر بھی حیات مبارک رسول خدا
میں خلیفہ رہے ہوں چونکہ بعد وفات حضرت موسیٰ کو شیخ بن نون و حضرت
کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے اُسی طرح سے بعد وفات حضرت رسول خدا
حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔

اقول بحولہ تعالیٰ۔ اعتراض چہارم میں مؤلف صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے
کہ جب حضرت ہارون نے حیات موسیٰ ہی میں وفات پائی پھر خلافت کیسی
اور اس اعتراض میں برخلاف قول سابق خلافت حضرت ہارون تکھا و اقر کیا۔
یہ امر طریقہ حزم و احتیاط سے بہت دور اور دانشمند مصنف و مؤلف سے بہت بعید
ہم عرف عام میں کجا ہے۔ اسی سے درود بھی بعد وفات حضرت موسیٰ کے چھ حضرت
یوشع اور کالب و شخصوں کو خلافت ملنا درج ہے صریحاً واقع کے خلاف اور بکس
اقوال صحیحہ کے ہر نہ مسلمانوں کی تفاسیر و تراجم میں اسکا وجود نہ اہل کتاب کی
بیان اسکا مذکور نہ قاعدہ عقل کے موافق صحیح۔ حضرت یوشع بن نون بعد موسیٰ
علیہ السلام کی پیغمبری پر بیعت ہوئی اور خلافت یا امامت جس منصب سے
مراد ہو سکتی ہے وہ منصب بعد انتقال ہارون علیہ السلام کے اُنکے بڑے بیٹے
ایلیا ذکر کو اور پھر نسلان بعد نسل نبی الیعاذر میں منتقل ہوتا رہا۔ حضرت یوشع

بن نون فقط مجازاً اس وجہ سے حضرت موسیٰ کے خلیفہ کہلا سکتے ہیں کہ کتاب
 اُنکی ناسخ توریت نہیں اور جن ملکوں کا وعدہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے
 معرفت موسیٰ علیہ السلام کے کیا تھا اُنکی تکمیل حضرت یوشع کے زمانہ میں
 ہوئی ورنہ تمام بنی اسرائیل کے انبیاء تابع توریت ہیں۔ علاوہ اسکے حضرت
 یوشع کے مثال حضرت ابوبکر پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ اول تو حضرت
 یوشع داخل عترت حضرت موسیٰ و ہارون ہیں دوسرے اُنکو یہ رتبہ بعد وفات
 حضرت ہارون کے ملا اور جب تک حضرت ہارون زندہ رہے حضرت
 یوشع حیثیت اُنکے خور و دن کے تھے اور تمام امت موسیٰ حضرت ہارون
 کو مثل حضرت موسیٰ کے اپنا مولا جانتے تھے جیسا کہ جمیع صحابہ امت محمدی
 حضرت علی کو مثل رسول خدا اپنا مولیٰ سمجھتے تھے پس بزرگ آقا کی زندگی میں
 خور و یا خادم آقا کے منصب کو نہیں پاسکتا اگر حضرت ہارون بعد موسیٰ
 زندہ رہتے تو غیر شخص کو اُنکا منصب ہرگز حاصل نہوتا اسلئے ثابت ہے کہ
 حضرت علی کی زندگی میں بھی منصب خلافت محمدی کسی غیر شخص کو حاصل نہیں
 ہو سکتا تھا دوم یہ کہ اگر حضرت یوشع خلافت مرضی حضرت موسیٰ اپنے
 ہوا خواہوں کی مدد سے مثل قحطہ اسقیفہ بنی ساعدہ خلیفہ بن جاتے تو البتہ
 حضرت ابوبکر پر اُنکی مثال صادق آجاتی لیکن کتب سماویہ کے پڑھنے سے
 صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ نے اُنکو اپنی زندگی میں دعا اور برکت دیکر
 سردار امت بنایا اور امت کو جمع کر کے اُنکی متابعت اور فرمانبرداری کا حکم
 دیا اور اس جانشینی اور ولی محمدی کی مثال سوائے حضرت علی کے اور کسی

میں بنین باکی لگی جو جو طریقہ حضرت موسیٰ نے یوشع بن نون کے لئے قبل از
 وفات خود استعمال کیا تھا البتہ وہ سب عمل خم غدیر میں واقع ہوا ہی بطرح موسیٰ
 علیہ السلام نے یوشع بن نون کے حق میں امت سے فرمایا کہ اسکو بجائے میرے
 سمجھو ویسے ہی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ منکت مولاء غلی مولاء۔ پھر
 بطرح حضرت موسیٰ نے یوشع بن نون پر ہاتھ رکھا اسی طرح روایات اہلسنت
 میں علی مرتضیٰ کی نسبت درج ہے فاخذ مبد علی پھر بطرح موسیٰ علیہ السلام
 نے حضرت یوشع کے حق میں دعا اور برکت چاہیے ویسے پیغمبر خدا نے فرمایا۔
 اللهم وال من والا وعاد من عاد الا الضامن نصرة واخذ لمن خذله
 اللهم دار اعق معه حلیث داس پس اگر کسیو اس بات کا حوصلہ
 ہو کہ حضرت ابوبکر کو مصداق حضرت یوشع کا بناوے تو اول اسپر یہ فرض
 ہی کہ مثل جانشینی و دعا و برکت حضرت یوشع کی حضرت ابوبکر میں اس طرح
 ثابت کرے جیسے ہمنے حضرت علی کے حق میں صحیح روایات کے ذریعہ سے ثابت
 کئے ہیں بعد ازان روایات مندرجہ ذیل کی تردید کرنا فرض ہوگا۔ اول ایام
 مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو لشکر اسامہ میں نامزد کیا۔ اور
 تادم واپسین رسول خدا اسامہ بن زید حضرت ابوبکر کا سردار رہا اور رسول خدا
 صلعم اپنے آخری دم تک لشکر اسامہ کے کوچ کر جانے پر بنایت درجہ مصر
 رہے اور تادم واپسین حضرت ابوبکر کا نام جریدہ لشکر اسامہ سے علیہ انہیں
 کیا گیا دوم قصہ طلب قرطاس میں جھگڑا کرنے پر جن اصحاب کو رسول خدا
 صلعم نے اپنے مکان سے نکلوا دیا اور پھر انکو تادم آخر ٹھکنے بنین دیا چسکا

ذکر صحیح بخاری میں ان الفاظ سے ہی قوموا معنی۔ یعنی میرے پاس سے نکل جاؤ انہیں
 حضرت ابوبکر بنین تھے۔ یعنی اس بات کو ثابت کریں کہ حضرت ابوبکرؓ اس گروہ سے
 علیحدہ تھے پھر اسکے بعد اس بات کا ثبوت دین کہ آیا مثل قصہ غدیر حضرت ابوبکر
 کے لئے بھی کوئی مجمع فراہم کر کے حضرت نے فرمایا کہ مثل میرے ابوبکر کو سمجھنا اور انکا
 محبت خدا ہی اور انکا دشمن دشمن خدا ہی اور جو حضرت اُنکی کرے خدا اُنکا ناصر ہو
 جو اُنکو مخدول کرے خدا اُسکو مخدول کرے اور الہی پھیر دے مخلوق جبر کہ وہ پھر
 پس اگر امور متذکرہ بالا کو ثابت نہ کریں اور پھر بھی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا بخود
 ہو تو صریحاً جہل مرکب میں گرفتار ہے۔ قولہ ہفتہ و ہشتہ و ہنم ان ہر سہ اعتراضات
 کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں استثنائوت وارد ہے اگر حضرت ہارون
 بعد موسیٰ زندہ بھی رہتی تو نبی مستقل رہتی اور حضرت علیؓ چونکہ نبی نہ تھے پھر خلافت کے
 مستحق کس طرح ہوتے۔ ان ہر سہ اعتراضات کی جو کچھ وقعت ہے وہ اہل علم اور
 اہل انصاف کی نگاہ میں ظاہر ہو حاجت گذارش نہیں مگر تاہم متعصب لوگوں
 کی سمجھ علیحدہ ہوتی اس لئے تردید اعراض کرتا ہوں کہ اگر نبوت مانع
 خلافت ہوتی تو حضرت ہارون ہی کیون حلیفہ کئے جاتے اور اگر
 خلافت منحصر بر نبوت ہوتی تو رسول خدا صلعم ہی کیون حضرت علیؓ کو باوجود
 دینے مثال ہارون اور مستثنیٰ کر دینے نبوت کے اپنا خلیفہ اپنی جن و حیات
 میں مقرر کرتے علاوہ ازیں اگر خلیفہ کے لیے نبوت شرط ہے تو پھر حضرت ابوبکرؓ
 کی خلافت پر مؤلف کو کیوں استدلال ہے وہ تو نبیؐ کی نبی کے بھائی نہ نسل برابر
 نبی کے شرکت صفات نبوت میں رکھتے تھے۔

اب رہا مولف صاحب کا یہ سوال کہ شیعہ تباوین کہ حدیث موصوفہ میں کونسا لفظ ایسا ہے جس سے نفی خلافت خلفائے ثلاثہ و اثبات امامت جناب امیر کی پائی جاتی ہو۔ اسکا صاف جواب یہ ہے کہ کلمہ لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کونسا لفظ ایسا ہے کہ جس سے اورونکی نبوت کی نفی ہوتی ہو اور یہ پایا جاتا ہو کہ بعد رسول صلعم کے اور کوئی نبی نہ ہو گا حالانکہ ہم لوگوں کا ایمان یہ ہے کہ کلمہ شریف پیغمبر خدا صلعم کی رسالت کو ثابت کرتا ہے اور اُن کے نسب اور دن کی نبوت کی نفی کرتا ہے۔

اور جبکہ حدیث موصوفہ میں حضرت علی کی خلافت کا ذکر ہی تو ظاہر ہے کہ اورون کی خلافت کی نفی اُس سے نکلتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ داؤد نے نبوت کو مارا تو صفات بات ہے کہ اسے مراد یہ ہے کہ سوائے داؤد کے نبوت کو کہیں نہیں مارا پس جب تک مولف صاحب کوئی دوسری حدیث اس مضمون کی پیدا نہیں کرتی کہ حضرت نے فرمایا کہ ابو بکر یا عمر یا عثمان میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک تھے اُس وقت تک یہی نہا جائیگا کہ یہ حدیث مثبت مدعا ہے واسطے منزلت علی مرتضیٰ کے اور نفی کرتے ہی اس منزلت کے اورون سے اور جبکہ اجماع اہل سنت کا اس امر پر واقع ہے کہ آنحضرت صلعم نے سوائے علی مرتضیٰ کے ایسی منزلت کی حدیث حضرت ابو بکر یا عمر یا عثمان کے لئے نہیں فرمائی تو خود بخود نفی خلافت خلفائے ثلاثہ ثابت ہے اس میں کوئی موقع شک و شبہ کا نہیں رہتی صاحب نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس حدیث سے خلافت مرتضوی فی وقت من الاوقات ثابت

ہوتی ہے اور یہی مذہب اہل سنت و الجماعت کا ہے اگر ہم اس مقولہ کو بھی
بفرض محال مان لیں تاہم خلافت بلا فصل جناب امیر کی ثابت ہوگی کیونکہ
شاخ نہ گانہ کا جب حضرت علی سے مقدم اور افضل ثابت ہونا تو کجا مساوی
بھی ثابت ہوگی تو حضرت امیر کو بہر حال ترجیح دینگے پس اگر کسی کو دعویٰ ہو تو
ایسی ہی خلافت فی وقت من الاوقات حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور
حضرت عثمان کے حق میں ثابت کرے اور اگر ایسی کوئی حدیث شاخ ثلثہ
کے حق میں ثابت نہ کر سکے تو اپنے عقیدہ فاسد سے توبہ کر کے لصدق
ولی خلافت بلا فصل جناب امیر پر ایمان لاوے ورنہ اپنے متعصب
عقیدہ ہونے کا اقبال کرے۔

قال صاحب اسرار الہدیٰ۔ حدیث خم غدیر۔ یا معشر المسلمین
الست اولى بکم من انفسکم قالوا بلی قال من کنت مولاه فغلی
مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔ ترجمہ ای گروہ مسلمانان
مقرر ہے کہ مجھ کو جان اپنی سے زیادہ دوست رکھتے ہو تم میں جو کوئی مجھ کو
دوست رکھے علی کو دوست رکھے یا رخدا یا دوست رکھے اُس شخص کو
جو دوست رکھے اُس کو اور دشمن رکھ اُس شخص کو جو دشمن رکھے اُس کو۔ اس
حدیث کو موضحین و اہل سیر نے اس طرح پر لکھا ہے کہ صحیح فقہ صرف اس قدر
ہی کہ حضرت رسول خداؐ نے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور اپنے
قیام مقام خم غدیر میں کہ یہ موضع در میان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واقع
ہی وہاں بعض اشخاص نے ہمراہیان جناب امیر المومنین علیہ السلام

ہیستے جو بسر گرد ہی جناب موصوف کی مہم ملک میں پرماور ہوئی تھی شکایت جناب امیر کی حضور میں رحمۃ اللعالمین کے کی حضرت نے بنظر دور اندیشی کے اپنے دل مبارک میں خیال فرمایا کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے ایسی ہی بدگمانیاں کرینگے تو انتظام اسلام میں خلل پڑ جائیگا اور بسبب پس منی کے حضرت نے یہ بھی مصلحت سمجھا کہ اگر خاص شاکیوں سے ہی کہا جائیگا تو عام لوگ متبہینہ نہ ہونگے اسلئے خیر خواہ عالم و برگزیدہ عالمیان نے خطبہ عام فرمایا تاکہ تمام حضار کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ جو کوئی اپنے افسر کی نسبت ذرہ برابر بھی گستاخی کر گناہ ہمدردی حدیث موصوفہ بالا کا ٹھہر گیا اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی تحصیلدار کسی موضع میں جمعدار کو بھیجے اور اُسکے ہمراہ چند چیراسی کر دے اور کبھی کہ زمیندار سے سرکاری قسط کار رو پیسے آجیب وہ جمعدار اپنے کام پر ہو بجے اُسوقت چیراسی تعمیل میں کمی کریں یا تحصیلدار سے آکر جھوٹی شکایت کریں تو ضرور ہی کہ تحصیلدار جملہ اپنے ماتحتوں کو جمع کر کے عام طور پر حکم سنا دے کہ اگر کوئی اپنے افسر کی اطاعت میں کمی کر گیا تو وہ مجرم قرار پاویگا اسلئے کہ اہانت جمعدار عین رہانت تحصیلدار کے ہی مگر مراتب بنیامین میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسبطرح سے مراتب رسوخدا اور حضرت مرتضیٰ امین بھی بعد المشرقین کا فرق ہی الی آخرہ۔

اقول انا العبد الحقیر لعون اللہ العلیم الخبیر منشی جوہر علی صاحب فی اس حدیث کو بے سرو پا غلط کہین سے نقل کر لی بہت سے فقرات اسکے نکال دالے ترجمہ بالکل ہی غلط اور خلاف عبارت حدیث کے لکھا ہی اگرچہ تمام احادیث سند وجہ اسرار الہدی غلط اور بے جوڑ ہیں اور ترجمہ خلاف عبارت درج ہی مگر

ہم بہ نہیں کہہ سکتے کہ منشی صاحب نے قصداً براہی تصنیف اصطلاحات کو ترجمہ تبدیل کر دیا۔ اور ترجمہ غلط تحریر فرمایا۔ کیونکہ تبدیل عبارات حدیث اور ترجمہ عربی کے لیے بہر حال کیس قدر تو کیا قوت عربیت ضرور درکار ہے مگر طرز عبارات اسرا المدی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مؤلف صاحب نے تالیف رسالہ مذکور میں گھر کی عقل صرف نہیں کی بلکہ دوسرے ذمہ داری پر احادیث و ترجمہ کو نقل کر دیا ہے اس وقت تک جب قدر احادیث جو قبل از حدیث غزیر نظر سے گذری ہیں بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی الحال جو بعض کتب احادیث کے ترجمہ شایع ہو رہے ہیں انہیں منشی صاحب نے دیکھ کر بغیر غرض و فکر نقل کر دی ہے اور غالباً وہ تمام بے سرو پا حدیثیں اور ترجمہ مشارق الانوار سے نقل کر دی گئی ہیں جس شخص نے مشارق الانوار کو اردو میں ترجمہ کیا ہے دراصل کتاب کو نسخ کر دیا ہے ترجمہ کی فاحش غلطیوں کے علاوہ شان نزول حدیث اکثر غلط ہیں نقیب مذہب مترجم کے ہر سہر لفظ سے ظاہر ہے حاجب اشیعون اور صوفیوں سے مجادلہ کیا ہے بہر حال اعتبار میں اسرار المدی سے زیادہ نہیں اصل کتاب مشارق الانوار کے مؤلف کی غلطیوں کی کوئی شمار نہیں ہو سکتی اکثر احادیث جو فقط صحیح مسلم یا صحیح بخاری میں انکو متفق علیہ لکھا گیا ہے۔ مثلاً حدیث نمبر ۲ حدیث زید بن احماد بن ابیہی اصل نسخہ مشارق میں متفق علیہ بخاری اور مسلم درج ہے اور مترجم نے علامت صحیح مسلم درج کر رکھی ہے ایسا ہی حدیث نمبر ۴ پر علامت مسلم غلط ہے حدیث نمبر ۵ میں بھی علامت مسلم غلط ہے حدیث نمبر ۶ روایت صحیح مسلم اصل نسخہ مشارق میں عن عائشہ ہے اور مترجم نے عن ابن عباس لکھا ہے مترجم مشارق نے جو مشارق کے معتبر ہونے میں نہایت درجہ اصرار کیا ہے اور یہاں تک

یا وہ کوئی کو کام میں لیا ہے کہ کوئی حدیث ضعیف اس میں مندرج نہیں اس کی کیفیت ہے
 کہ اکثر ایسی ایسی احادیث درج ہیں جنکو حضرت امام اعظم سنیان نے اور نیز بڑی
 بڑے اکابر علما حنیفہ نے مخالف کلیات شرع اور مخالف احادیث صحیحہ لکھا ہے
 جیسے کہ حدیث نمبر ۶ متفق علیہ کی نسبت امام اعظم کے مقلد کہتے ہیں کہ یہ حدیث
 دیگر احادیث اور کلیات شرع کے مخالف ہے ایسا ہی حدیث نمبر ۳۳۳ و نمبر ۳۳۴
 کی کیفیت ہے کہ امام اعظم صاحب فی التکوید ذکر دیا۔ یہ حالات مشارق الانوار کے فقط
 ابتدائی پانچ صفحات درج کیے ہی دیکھنے سے معلوم ہو جاتے ہیں اگر ساری کتاب کو ملاحظہ
 کیجئے اس وقت خود کم دیکھیں گے کہ اس سے بڑھکر شاید دوسری کوئی کتاب نامعتبر ہو۔
 اب ہم غلط بیان منشی صاحب کی ظاہر کرتے ہیں کہ اہل تو اٹھنوں نے حوالہ کسی
 کتاب کا نہیں دیا کہ جس سے اسکو نقل کیا کیونکہ کسی حدیث کا معتبر کتاب میں
 اس عنوان والفاظ سے یہ حدیث درج نہیں ہے دویم راوی اول کا ذکر نہیں لکھا
 اور کوئی کتاب حدیث کی ایسی نہیں کہ جس میں احادیث بغیر اندراج نام راوی لکھے
 نہ ہوں سویم حدیث کی عبارت مخالف روایت صحیحہ المست کی ہے کہ آگے ہم صحیح
 روایت کو نقل کرینگے جہاں ترجمہ ایسا غلط ہے کہ کوئی صرف دیکھ جانے والا
 ایسا غلط ترجمہ نہیں کر سکتا المست اولی بکم من انفسکم کا حقیقہ ترجمہ
 لکھا ہے۔ مقرر ہے کہ جنکو جان اپنے سے زیادہ دوست رکھتے ہو تم۔ معلوم نہیں
 ہوتا ہے کہ کس قاعدہ سے یہ ترجمہ لکھا گیا۔ انوس ہے کہ مولوی محمد جبارگیر خاں صاحب
 فریاد جو دہلہ ر سادات خود کیوں ترجمہ کی محنت پر کاظ نہیں فرمایا۔ ہم اس
 ترجمہ کا مفید جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب سے چاہتے ہیں کیونکہ اٹھنوں نے

اس رسالہ اسرار اللہ کی کو نہایت غور اور خوض سے ملاحظہ فرما کر تقریظ تحریر فرمائی
ہی بعد اسکے فقرہ متکنت مولا کا فعلی مولا کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔
پس جو کوئی محکمہ دوست رکھے علی کو دوست رکھے اہل ایضات اس ترجمہ پر
عزم تالیف کہ تب سناخارہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

علی ہذا القیاس شان نزول حدیث کا جو لکھا ہی وہ محض افترار اور بہتان ہی کسی
کتاب سیر یا تاریخ میں پیشان نزول نہیں ہے نہ آج تک کسی عالم سنی نے فقہ شکیات
علی مرتضیٰ کو حرم غدیر میں بیان کیا ہی بلکہ اس فقہ شکیات کو جمیع اہل سیر اور تاریخ
المسند نے مدنیہ منورہ میں حجة الوداع سے بہت دن پیشتر لکھا ہی روضۃ الاحباب
اور مدارج النبوت حبیب السیر وغیرہ جمیع کتب المسند میں اس واقعہ شکیات کو
اس طرح لکھا ہی کہ خالد بن الولید نے چار خضون کو اغوار کر کے مدینہ میں رسول خدا
کے پاس حضرت علی کی شکایت کرنے کو بھیجا کہ مال غنیمت میں سے آپ فی اختیار
خود خمس جدا کر کے مال خمس پر تصرف کیا جو وقت بربدہ بن ابھیص اور اُس کے
ہمراہیوں نے بہ شکایت رسول خدا سے کی تو سنتے ہی رسول صلعم کا چہرہ ماری غصہ
کے سرخ ہو گیا اور فرمایا مائیدون من علی مائیدون من علی انہ دے گا
کل مومن ومومنة من بعدی۔ یعنی کیا ارادہ رکھتے ہو علی سے کیا ارادہ
رکھتے ہو علی سے وہ میرے بعد جملہ مومنین ومومنات کے حاکم اور سر دار ہیں۔
اور نیز فرمایا کہ علی کا حق اُس خمس میں اس سے زیادہ تھا جس پر اُنھوں نے تصرف
کیا علماء اہل سنت اس روایت سے استنباط کرتے ہیں کہ حضرت علی کو مثل
رسول خدا کے اختیار جدا کرنے اور تقسیم کرنے خمس کا حاصل تھا۔ یہ روایت

حدیث غدیر سے بھی زیادہ مفصل اور شرح ہی اور اسمین اہلسنت کو نزاع لفظی کرنے
 بھی گنجائش نہیں کیونکہ اسمین صاف طور سے لفظ ولی اور بعدی وارد ہی جسکے معنی
 سوائے امام اور عالم کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے بلکہ کتاب غنیہ میں سچا ہو و لیکم بعد
 یا ہو ولی کل مومن و مومنہ بعدی کے یہ فقرہ ورج ہی ہو ولی الناس یکم بعد
 اہل سنت جب استخلاف غدیر کے مخالفت کر کے حیلہ جوئی کرتے ہیں تو معنی لفظ
 مولانا محبت لاتے ہیں کہ اسکے معنی مقدسین آقا غلام ناصر و محبوب وغیرہ ہم آقا
 کے معنی کیون استعمال کریں اگر بجائے مولیٰ کے لفظ اولیٰ ہو تا تو البتہ ہم معنی
 امام اور عالم کے سمجھتے مگر چونکہ حق چھپتا نہیں خود اہل تسنن کی ہی روایات میں
 لفظ اولیٰ یکم بھی وارد ہے بلکہ ازالہ الخفا میں جو روایت حدیث غدیر کی
 ورج ہے اسمین بجائے مولیٰ کے ولی وارد ہے اس لیے معنی مولانا
 اہل سنت کو بجائے تکلم نہیں رہی۔

ذکر صحیح روایت حدیث غدیر کا معنی صحیح قصہ شان نزول بروایات
 اہل تسنن۔ امام ابو الحسن الواحدی اپنی کتاب سنی بہ اسباب النزول میں
 پسند خود مرفوعاً ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت حضرت سرور
 کائنات علیہ افضل التسلیمات حجۃ الوداع سے واپس آئے ہوئے خم غدیر کے
 مقام پر پہنچے تو جبریل امین یہ وحی علی مرتضیٰ کے حق میں لائے۔ یا ایہا
 الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت
 رسالته والله یعصمک من الناس۔ یعنی ای رسول ہو بجا
 اپنی امت کو وہ پیغام جو میرے رب کی طرف سے بجانب تیرے نازل ہوا اور

اگر یہ بین کرتا تو تبلیغ رسالت الہی بین کی تو نے اور اللہ جل شانہ تجھ کو محفوظ رکھیں گا آدمیوں سے جمیع اہل سیر و تواریخ اہلسنت متفق ہیں کہ موضع خیم غدیر بوجہ فقدان آب و علف قابلیت نزول بین رکھتا تھا سر راہ جاتے ہوئے جب وحی نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم مرکب سے اتر پڑے اور جو لوگ آگے چلے گئے تھے انکو واپس بلایا اور جو لوگ پیچھے آئے تھے انکا انتظار کیا جب سب جمع ہو گئے آنحضرت صلعم نے بعض درختوں کے سایہ کے نیچے زمین صاف کر کر حنہ بکھا وہ شتران جمع کر کے منبر بنایا اور بلال نے حکم آنحضرت صلعم با د از بلند تمام لشکر میں ندا کی

۱ الصلوۃ جامعہ اور بروئے بعض روایات یہ ندا دی سچی علی خذیر العمل یہ ندا شکر تمام لشکر خیر البشر جمع ہو گیا اور رسول خدا صلعم منبر برتشریف لیگے اور علی مرتضیٰ کو بھی منبر پر اپنے پاس بلا کر د اپنے ہاتھ کیطرت کھرا کیا اور خطبہ مشعر محمد و شنا باری تعالیٰ ادا کیا۔ یہاں تک خلاصہ کتب معتبرہ و حدیث تفسیر اہل سنت کا ہی۔ اب پوری صحیح روایت کتب حدیث لکھی جاتی ہے اگرچہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام نسائی و ترمذی و امام حاکم و ابو عمر و ذہبی وغیرہ ہم بلکہ ایک جماعت کثیر محدثین نے روایت کیا ہے مگر ہم اس موقع پر فقط اُس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ جسکو مشکوٰۃ شریفین امام احمد بن حنبل سے ہر روایت برائین عازب و زید بن ارقم لکھا ہے۔

قال رسول الله صلعم يا معشر المسلمين الستم تعلمون اني اولى بالمومنين من انفسهم۔ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اے مسلمانوں آیتم بین جانتے ہو اس بابت کہ میں اپنی قوموں و مین کے نزدیک انکی نفسوں اور

جانوں سے۔ سب لوگوں نے جب یہ سنا تو قالو بی بولے ہاں ایسا ہی۔ اور ایک
 روایت میں ہے کہ آنحضرت صلیع نے تین بار اس فقرہ کو مع اس کے معنی کے تکرار
 بیان کیا ہے اور تفسیر اسکی یہ فرمائی کہ دیکھو اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مجید میں
 فرمایا ہے۔ البنی اولى بالمومنين من انفسهم یعنی نبی مومنین کے نزدیک
 انکی نفسوں اور جانوں سے اولیٰ تر ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کا نفس
 کبھی سکوخیر کی طرف دلالت کرتا ہے اور کبھی شر کی طرف اور ہی صلعم ہمیشہ خیر کی
 طرف دلالت کرتے ہیں اور شر سے بچانے میں اسلئے مومن وہ ہی ہے کہ رسول خدا
 صلعم کو اپنی نفس سے اولیٰ تر سمجھے۔ بعد اسلئے آنحضرت صلیع نے اپنی قربت کا بیان عنان
 خبر دی۔ کہ ائی قد دعیت فاجبت یعنی گویا مجکو اُس عالم میں بلایا ہے
 اور میں نے اُس دعوت کو اجابت کر لیا ہے یعنی دنیا سے انتقال ہونا منظور کر لیا ہے
 ائی قد ترکت فیکم القتالین احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ تعالیٰ
 عترتی ان تمسکتہما لم تضلوا بعدی فانظر واکیف تغفلو فی
 فہما فانھما کزیتفا حتی یرد علی الخوص ثم قال ان اللہ تعالیٰ
 عز وجل مولائی وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی وقال
 السلام من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد
 من عاداه و انصر من انصره و اخذ لمن خذله و داسرا الحق
 اسلئے حدیث جاریہ یعنی فرمایا رسول صلعم نے کہ تحقیق کہ میں اپنے بعد تم میں
 دوستی لای غصیم الشان بھوڑا ہوں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے بڑی ہیں
 وہ ایک تو خدا کی کتاب یعنی قرآن ہے اور دوسرے عزت میری اگر تم لوگ

ان دونوں سے متمسک رہو گے یعنی انکی اپنی کٹھی و تقلید کر دگے اور انھیں سے
ہدایت طلب کرو گے تو ہرگز ہرگز گمراہی میں نہ پڑو گے پس خیال کر دو اور نگاہ
رکھو کہ یہو یعیان دونوں گرامی منزلت چیزوں سے کس طرح پیش آو گے
پس تحقیق وہ دونوں گرامی مرتبت آپس میں ایک دوسرے سے ہرگز جدا
نہو گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں یہ شہادت نبوی ہر نسبت
عصمت عزت پیغمبر کی بعد اسکے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عطا نہ
میرا مولا یعنی اولیٰ بنصرہ حاکم ہے اور میں جملہ مومنین کا حاکم ہوں بعد اسکے
آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھ سے علی مرتضیٰ کو پکڑا اور فرمایا۔ اے بار خدا یا
جس کسب کا کہ میں مولا ہوں علی اُسکا مولا ہے یعنی وہ شخص جس کا میں مولا ہوں
ہوں علی مرتضیٰ کو اپنا مولا اور حاکم سمجھے بار خدا یا دوست رکھ اُس شخص کو
جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسکو جو علی کو دشمن رکھے اور بغض رکھے
اُسکی جو علی کی نصرت کرے اور مخدول کر اُسکو جو علی کی نصرت ترک کرے۔
وائے بر حال مہاجرین و انصار کے کہ جھڑپوں نے باوجود طلب کرنے نصرت
علی مرتضیٰ کے نصرت ترک کر لی اور اے بار تعالیٰ حق کو اُسی طرف مت
بھیر دے جدھر کو علی بھڑے۔ بعد اسکے مشکوٰۃ میں مروی ہے
فقال عمر بن الخطاب یخرج لك یا بن ابی طالب لقتل محمد
ومولی كل مومن ومومنة یعنی اس منزلت خیر سے پہلے
کے بعد حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی مرتضیٰ سے خطاب کیا کہ
گو ادا اور مبارک ہو اے پسر ابوطالب کہ صبح کی تم نے در اٹھا لیکہ ہوئے تم

میرے مولا اور تمام مومنین و مومنات کے مولا ابن الغالی اور خطیب بغدادی
 لکھتے ہیں کہ بعد مبارک باد ہونے کے اُس وقت اور اُسی جلسہ میں یہ آیہ
 مبارکہ نازل ہوئی اليوم اكملت لكم دينكم و انعمت عليكم
 نعمتی و نرضیت لكم الاسلام دینا۔ یعنی آج کے دن کامل کیا
 میں نے واسطے تمہارے دین تمہارے کو اور تمام کی تمہارے نعمت اپنی اور رضی
 ہوا میں اس سے کہ تمہارا دین اسلام ہی رلفظ اسلام میں ایک باریک اور
 لطیف نکتہ ہے کہ اسلام کے معنی گردن نہادن اور اطاعت نمودن کی ہیں
 یعنی جو کوئی حکم و ولایت علی مرتضیٰ کی تابعداری اور اطاعت کر لگا اس سے
 خدا کی رضا مندی تھی ہم بعض مشاہیر و عظام و علمائے اہل سنت مثل خوارزمی
 ابن مردویہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت اليوم اكملت لكم دينكم لکم بعد بیان کرنے خطبہ منک
 مولاہ فعلی مولاہ کے اور قبل از دعا اللهم وال من والاه کے نازل ہوئی ہے
 علمائے موصوف لکھتے ہیں کہ بعد نازل ہونے اس آیہ مبارک کے رسول خدا
 صلعم نے فرمایا۔ الله اكبر و الحمد لله على اكمال الدين و انعام نعمته
 و رضی الرب برسالتی و ولائۃ علی بن ابی طالب من بعدی
 یعنی اللہ بزرگتر ہے اور سب تعریفیں ثابت ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے اور
 کامل کروینے دین اور انعام کروینے نعمت کے اور رضا مندی رب کے
 ساتھ رسالت میری اور ولایت علی بن طالب کی میرے بعد اس
 قول نبی صلعم سے اگرچہ صاف طور پر فیصلہ معنی مولا کا ہو گیا لیکن جو نکتہ
 لطیف اوپر مذکور ہوا ہے اس کا بھی صاف اشارہ اس سے نکلتا ہے یعنی اسلام

کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے بعد رسالت پیغمبر اور ولایت علی بن ابیطالب کا مقرر ہونا۔
 مؤلف نے جو دعائے نبوی کے فقرات جلیقہ و انصر من نصرہ واخذل
 من خذلہ کو درج نہیں کیا اسکی وجہ فقط یہ ہے کہ ان فقرات سے معنی لفظ
 مولیٰ بن اہل سنت کو بحث کرنیکی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ نصرت کیسکی
 واجب نہیں ہو سکتی بجز امام کے اور شاید مؤلف صا دے کسی سنی مناظر
 متعصب کی قویٰ پر اعتبار کر کے اس فقرہ کو حدیث سے کمال ہی کیونکہ بعض
 لوگوں نے مناظر اہل حق سے تنگ آکر اس فقرہ کی نسبت موضوعی نہ لکھ دیا
 تھا مگر محققین اہل سنت نے اُنکے قول کو مردود کر دیا جیسا کہ شیخ عبدالحق محقق
 دہلوی نے مدارج النبوت میں صاف لکھ دیا ہے کہ جو لوگ فقرہ و انصر من
 نصرہ کو موضوعی کہتے ہیں اُنکا قول مردود ہے ہرگز لائق التفات نہیں ہیں
 منشی صاحب نے جو قول مردود پر اعتبار فرمایا حق جوئی سے بہت ہی دور ہے
 اور دیکھنا چاہیے اس امر کو کہ منشی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ وجہ اس خطبہ کی
 فرمانے کی یہ ہوئی کہ حضرت صلعم نے نظر دور اندیشی اپنے دل میں خیال
 فرمایا کہ اگر ماحمت لوگ اپنے امیر سے ایسی ہی بدگمانیاں کرینگے تو انتظام
 اسلام میں خلل واقع ہوگا۔ اس فقرہ کو کوئی صاحب عقل تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ
 اگر حضرت علی کے ساتھ امت کو محبت ہی رکھنے کا حکم دیا جاوے تو اور ہر داند
 کی نسبت بدگمانی کرنے کا کیا انتظام ہوا ہاں اگر یہ مان لیں کہ اسلام میں سوا
 حضرت علی کے اور کوئی سردار ہی نہیں ہوا ہے آحضرت صلعم نے فقط
 حضرت علی کی ہی نسبت بدگمانی کرنیکی مانعت فرمائی تو البتہ ہو سکتا ہے کہ

ہم اس مقولہ کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی وہ ہی مطلب نکلا کہ سوائے رسول صلعم اور علی مرتضیٰ کے اور کوئی شخص مسلمانوں کا سردار نہیں ہے اور یہ ہی اثبات خلافت بلا فصل ہے۔ اگرچہ علمائے اہلسنت یہ کہا کرتے تھے کہ آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں مراد اول الامر سے وہ حکام ہیں جنکو رسول خدا صلعم بطور چند روزہ کے سر پر پامیر لشکر کر کے بھیجتے تھے مگر اضافت والوں کے دل میں ضرور یہ کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ غیر معصوم کی اطاعت کس طرح فرض کر دی گئی ضرور اولی الامر سے ایسے لوگ مراد ہیں کہ جنکی نسبت خدا و رسول نے است کو اطمینان اس قسم کا دلادیا ہے کہ وہ ہر قسم کی معاصی سے پاک ہیں اور مکوہدایت سے نکلنے دینگے اور نہ گمراہی میں پڑنے دینگے جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی بشادات آئینہ تطہیر ہر قسم کے گناہ سے پاک ہیں اور رسول خدا نے انکی نسبت است سے یہ فرمایا ان یرحمکم من ہدی وین یدخلکم فی ضلال بلایاں تو جسے جو منشی صاحب نے تحریر فرمائی یہ حالہ بہت صاف ہو گیا کہ باوجودیکہ آنحضرت صلعم کے مرکوز خاطر یہ امر تھا کہ عوام سرداروں کی نسبت ماتحتوں کی گستاخی اور بدگمانی کو نہ کیا جاوے مگر آنحضرت صلعم عام سرداروں کی نسبت انتقام کو محبوب نہ کر سکتے اور سرداروں میں سے سوائے علی مرتضیٰ کے اور کسی کو اس قابل نہ پایا کہ اسکی نسبت بھی ایسی اطاعت کا حکم دین جو مثل اطاعت پیغمبر کے ہو کیونکہ سوائے حضرت علی کے اور کوئی معصوم نہ تھا نہ کسیکی نسبت باطنیان یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ اپنے ماتحتوں کو گمراہی میں نہ ڈالیں گاہے جبکہ اطاعت

سنٹی سوائے علی مرتضیٰ کے اور کسی شخص کی نہیں ہو سکتی تھی تو طاعت واجب کی مدرجہ اول عوام غیر متقی ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ آیہ اطیعوا میں اولی الامر سے مراد حضرت علی مرتضیٰ و دیگر ائمہ معصومین ہیں منشی صاحب ذوقی بہت باریک بات پیدا کی ہوا درنظر آ رہی کہ کیا رسول اللہ صلعم کو فقط اپنی بات کہہ دینے میں درکہ خبردار کوئی شخص اپنے سردار کی شکایت نہ کرے نہ اس سے بدگمان ہو نہ اُسکی گستاخی کرے (کچھ دشواری معلوم ہوتی تھی کہ حضرت علی پر ہر ڈھالکر لوگوں کو متنبہ کیا۔ و فقہ اس کا لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر عام سرداروں کی نسبت ایسے الفاظ کہے جاویں تو ضرور انتظام میں قتل پڑ جاوے کیونکہ اور سردار تو معصوم نہیں فرض کیجئے کہ کوئی سردار مرتکب خیانت کا ہو اور مال غنیمت کو چور کرے تو ماتمخون کا تو منہ بند کر دیا گیا پھر کونسا ذریعہ ایسا باقی رہا جس سے رسوخدا صلعم کو سردار و بکی خیانت اور چوری کی اطلاع ہو اور آئندہ سے لے کر بدست کیا جاوے اسلئے خود منشی صاحب کی توجہ سے ثابت ہو گیا کہ سوائے علی مرتضیٰ کے اور کوئی شخص سردار امت نہیں ہو سکتا اور اسکی مخالفت بلا فعل سکتے ہیں۔

منشی صاحب نے جو حدیث غدیر سے خلاف معنوم عبارت حدیث یہ معنی کیے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا کہ جو کوئی مجھ کو دوست رکھے وہ علی کو دوست رکھے اگرچہ یہ حکم بھی دیگر احادیث میں موجود ہے لیکن اس موقع پر محبت کے معنی کہ طرہ چپان نہیں ہو سکتے ہاں اگر حدیث کے یہی الفاظ ہوتے جیسا کہ ترجمہ میں منشی صاحب نے لکھا تو ہم ضرور اس حدیث کو اس معنی میں قبول کر لیتے لیکن شکست مولانا غلی مولانا کے

معنی صاف ہیں رہر شخص ہوں میں مولا جبکہ پس علی ہی مولا اُسکا) یعنی
 جبکہ میں سردار و حاکم ہوں علی اُسکا سردار و حاکم ہی۔ اگر مولا بمعنی دوست
 فرار دین تو منشی صاحب کی شان نزول کی سیر طر حسیان نہیں ہو سکتی
 بلکہ صاف طور سے مخالفت اُسکی ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں اگر جناب امیر
 کی نسبت لوگ شاکی اس امر کے ہوتے۔ کہ آپ ہمیں عداوت رکھتے ہیں
 اور دشمن ہیں تو البتہ اس گمان کے دفع کرنے کے لئے یہ کہا جاتا کہ علی تمھارے
 دوست ہیں پس جبکہ حدیث کے الفاظ کا تو یہ ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جو
 کوئی تمھارے دوست رکھے وہ علی کو دوست رکھے تاکہ علی سے دشمنی کیسے
 والے باز آویں اور نسبت حضرت علی کے یہ ثابت نہیں کہ وہ اُنہیں سے
 کہیں دشمن تھے اور اُنکو جہلاً یا گیا کہ علی تمھارے دوست ہیں تو ثابت ہوا
 کہ مولا بمعنی دوست نہیں بلکہ بمعنی اولیٰ بتصرف ہی اور اگر اس حدیث میں
 لفظ مولا بمعنی دوست و محبوب ہوتا تو بھی مذہب شیعہ کی ہی تائید ہوتی
 یعنی جبکہ حضرت علی کی محبت مثل رسول خدا کی محبت کے امت پر واجب
 ہوئی تو اقتضائے محبت یہ ہی ہے کہ اُنکے دشمنوں سے تبرک کرے اور
 اُنسے تولا رکھے اور یہ زما اصول مذہب شیعہ کا ہے اور نیز جبکہ تمام گروہ
 صحابہ میں سے حضرت علی اس ہامر میں منفرد ہیں کہ فقط اُنھیں ہی مثل
 رسول خدا صلعم محبت رکھی جاوے اور سوائے اُنکے اور کسی عمر دیگر کی
 محبت کے لئے ہم مامور نہیں کئے گئے تو ظاہر ہے کہ ہم در بیان محمد اور
 علی کسی شخص کو داخل نہیں کر سکتے اور اسکو خلافت بلا فصل کہتے ہیں۔

منشی صاحب نے جو نظیر تحصیلدار اور مجیدار کی دی ہے وہ صریحاً بے محل ہے کوئی تحصیلدار
ایسا بوقوت نہیں ہوگا کہ اپنے سب ماتحتوں کو جمع کر کے مجیدار کی اطاعت کا
حکم دے کیونکہ تحصیلدار کے ماتحتوں میں مجیدار سے بڑے درجہ کے لوگ بھی
ہیں مثل تھمر جوڈیشل سپاہ نویس اصل باقی نویس قانونگوئی نائب تحصیلدار
ان یہ ہو سکتا ہے کہ تحصیلدار اپنے سب ماتحتوں کو جمع کر کے یہ حکم دے کہ نائب
تحصیلدار کی اطاعت کرو اور اسکی اطاعت کو مثل میری اطاعت نے سمجھو اور
چونکہ در بیان تحصیلدار اور نائب تحصیلدار کے کوئی حد فاصل نہیں ہے تو حلیہ ملازماں میں
تحصیل تحت نائب تحصیلدار کی میں ہو جو دی نائب تحصیلدار اور کوئی ملازم تحصیل قائم
مقام تحصیلدار کا نہیں ہو سکتا پس حضرت علی کو رسوخذا سے وہی نسبت ہے
جو نائب کو تحصیلدار سے ہوتی ہے اسلئے علی مرتضیٰ بلا فصل خلیفہ رسوخذا ہیں۔
اور منشی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ ما بین رسول خدا اور علی مرتضیٰ کے فرق بعد از قیام
کا ہے یہ لفظ منشی صاحب کی کم فہمی کی بات ہے اگر وہ معنی مری بعد المشرقین پر
سمجھتے تو ایسا لفظ ہرگز زبان سے بھی نہ نکالتے یہ بات کسی ادبی ستمانی کے
لئے بھی نہیں کہہ سکتے کہ اسکو رسوخذا سے فرق بعد المشرقین کا ہے کیونکہ جس شخص
میں رسوخذا سے بعد المشرقین کا فرق ہے وہ کافر اکفر ہے جیسے رسوخذا کی محبت غیر
فرض دہی ہے بعد المشرقین واسلئے کی دشمنی ہمہ فرض ہوگی فرق بعد المشرقین
تقابل تضاد ہے جو شخص رسوخذا کی پوری ضد ہے اسکو رسوخذا سے بعد المشرقین
حاصل ہے مصنف کو واجب ہے کہ ہر لفظ کو سوچ سمجھ کر لکھے اور تقریباً نویس پر
کبھی واجب ہے کہ بے فکر و غرض ہر کتاب کی تقریباً لکھنے نہ بیٹھ جائے اول اسلئے

مطالب و عبارت پر غور کرنا چاہیے اگر مولوی لطفت اللہ صاحب کی یہ منشی صاحب کو اچھی طرح دیکھ لیے تو ایسے الفاظ نا شائستہ کا نظم نہ ہونے کا اعلان میں نہ لکھا جاتا۔

قال المؤلف اسرار الہدیٰ۔ اگر شیعہ کہیں کہ حضرت رسولؐ کو نفخ خواب امیر سے مناسبت کلی تھی تو اس شبہ فاش کی تردید ملاحظہ فرمائیں اللہ کا شافی کی تفسیر خلاصہ النبی سے ہوتی ہے چنانچہ آخر سورہ توبہ میں تفسیر آیت کریمہ **بِأَنفُسِهِمْ قَوْمٌ لَا دِفْعَةَ لَّهُمْ فِيهِ**۔ اس طرح ہر گھسی ہو سب آئندہ ایشان گروہی اندک درمنی بایند حق را وہم نہ کہند از غایت مذاق در سوخ کفر و عناد در باطن ایشان دران تدبیر حق کہند کہ جو بر سرانہ بعد از دم اہل کفر و نفاق در وعید ایشان بقتاب سبیل عموم فاش کیے ہوں سیکند کہ خدا بآء کفر رسول میں انفس کہہ۔ ترجمہ کی کتاب میں ہے کہ اگر آدمی کسی کا ذمہ داری فرستادہ حکم خدا یعنی جہنم شہادہ بشیر و نذرانہ عذاب نہایت بار و محالہ حکمید و ہر وجہ سہولت افادہ استفادہ در خود گیرید یا مداح اہل عرب رسولی از شما منکر لغت شما یا از قبیلہ شما۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کو سبب بشریت و جہنمیت کے رسول خدا سے مشابہت تھی اس میں تخصیص خواب امیر کی کیا ہے۔

اقول قول اللہ العظیم الخبیر۔ اسی ناظرین بالاضافہ کچھ منشی صاحب کی عبارت کا مطلب سمجھے۔ بڑی جڑ سے دقت رس بھی حیران ہونے کے لئے کہ اگر اس کا مطلب عام اور عبارت تفاسیر اسکی بطرح مخالف ہے۔ اصل تفسیر یہ ہے کہ یہ تفسیر آیت مباہلہ سے لڑا گاہ نہیں کہیں چلے جاتے کسی سے سن لیا ہر کہ شیعہ

یوں کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں حضرت علی کو نفس رسول اللہ سے تعبیر کیا ہے مگر جو کچھ کسی سے سنا تھا یا دہنیں رہا اب اُسکے لکھنے کی ضرورت پڑی تو اُسکو اس عبارت میں ظاہر کیا جو مولف کے قول شرع میں ہی نقل کیا گیا ہے کہ رسول خدا کو نفس جناب امیر سے مناسب کلی تھی۔ منشی صاحب نے معاملہ نفس کو فقط شیعوں کا مقولہ سمجھ کر اُسکی مخالفت پر کمر باندھی تھی مگر تقدیر میں اللہ جل شانہ سے مخالفت کرنا منشی صاحب لکھو کر آئے تھے اسلئے اس معاملہ کو کسی عالم سے توصاف نہ کیا خود ہی شوق تالیف میں آکر قرآن مجید کی مخالفت کرنے لگے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ نصاریٰ بجز ان سے مباحثہ رسول خدا صلعم کا ہوا تو نصاریٰ لو بیت سچ پر اڑے ہوئے تھے اپنے عقیدہ فاسد پرانہ آتے تھے حکم باری نازل ہوا۔ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم فتہمل فیجعل لعنة اللہ علی الکاذبین۔ یعنی کہ اسے محمدؐ بجز ان سے کہ بلا دین ہم اپنی بیٹوں کو تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو بھرا آپس میں سب اہلہ کریں اور کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی بھٹکا رہو۔ تفاسیر اور کتب احادیث اہلسنت میں بالاتفاق روایت کی گئی ہے کہ بعد نزول اس آیہ کے رسول خدا صلعم نے انبار میں جنسین علیہا السلام کو اور نسائہ میں حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو اور انفسنا میں حضرت علی کو بلا دیا اور فرمایا اے خدا یہ میرے اہلیت اور عزت ہیں منشی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علی نفس رسول اللہ سے تعبیر کی گئی تو کوئی مخز کی بات نہیں ہے کیونکہ نفس سے مراد ہم جنس ہونی ہے

جیسا کہ تفسیر کا شانی بن رسول کے ہم جنس تمام مسلمان تسلیم کئے گئے ہیں۔
 مگر اس اعتراض کے کھتے وقت منشی صاحب نے دو اندیشی کو خیال نہیں
 فرمایا کہ اس اعتراض سے تمام صحابہ کے اسلام پر بہت بڑا حرج آئے گا یعنی اگر
 ہر آدمی مسلمان بھی نفس رسول سے تعبیر ہو سکیگا تو ثابت ہوا کہ حضرت کے صحابہ
 ادنیٰ درجہ کی مسلمان بھی نہ تھے اور سوائے علی مرتضیٰ کے اور کوئی بھی مسلمان نہ تھا
 کہ تعبیر رسول اللہ میں شامل حضرت علی کے ہو سکتا دیکھو لو حکم خدا میں ایک
 ہم جنس کے بدلانے کا حکم نہیں بلکہ بصریہ جمع انفسا کہا گیا ہے اس سے
 معلوم ہوا کہ حضرت کی امت میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی مسلمان بھی تھا۔
 منشی صاحب مناظرہ بہت سہل و آسان چیز نہیں ایک ایک لفظ کے لئے خون جگر
 بنیا پڑتا ہے آپ نے کیوں اپنی جان کو مصیبت میں ڈال کر دیکھئے اب ہم آپ کو
 سمجھائے دیتے ہیں کہ نفس کے معنی بیشک ہم جنس کے ہیں مگر جنسیت ہمیشہ
 اعتبارات مختلفہ کے لحاظ سے جدی جدی ہوتی ہے بھلا آپ بھی فرمائیے کہ
 پتھر و ن کے ہم جنس پتھر ہونگے یا شیطین دیکھئے اس اعتبار پر کہ حمل و خا قات
 خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں آدمی فرشتہ جن چھ درجہ جن مطلق سب کے سب
 ہم جنس ہیں مگر دیکھئے اگر کوئی آپ کو حیوان مطلق کا ہم جنس کہنے لگے تو آپ ضرور
 برا مان جائینگے کیونکہ یہ جنسیت بہت ہی بعید و العید ہے پھر اس اعتبار پر کہ
 سب آدمی آدم و حوا سے پیدا ہوئے ہیں جنس بشریت میں سب برابر ہیں
 اور ہم اس اعتبار سے سب ہم جنس ہیں لیکن انبیاء کے تو بہت بڑے درجہ
 ہیں کوئی شخص اگر آپ کو ہی کسی کا فر کا ہم جنس کہے تو ہرگز آپ کو پسند نہوگا پس

جنسیت کبھی قوم کی اعتبار سے شخص ہوتی ہے کبھی مسکن کے اعتبار سے کبھی مہلک
 اور جو ہر ذاتی کے لحاظ سے کبھی پیشہ اور کسب کے اعتبار سے دیکھئے قریشی بھی
 آدمی ہی اور حبشی بھی آدمی ہی سید بھی آدمی ہی جولاہ بھی آدمی اور اسلام کا
 شریک مگر حب کبھی جنس کا ذکر آئیگا سید کا ہم جنس سید ہی کو کہا جائیگا نہ کہ
 جولاہ کو ایسا ہی جنسیت رسول خدا صلعم کو قیاس کرنا چاہیے کہ گویا اعتباری
 آدم ہونے کے سب آدمی خواہ مسلم ہو یا کافر سب آپ کے جنس کہلا سکتے ہیں
 مگر جنس بعید اور جنس قریب کا فرق ہوتا ہے بطرح قریش بہ نسبت غیر قریش
 حضرت کے ہم جنس ہیں اور بنی ہاشم بہ نسبت دیگر قبائل قریش کے ہم جنس
 قریب ہیں اور بنی عبدالمطلب بمقابلہ دیگر بنی ہاشم کے اور آل ابوطالب
 بہ نسبت دیگر بنی عبدالمطلب کے حضرت کے قریب تر جنس ہیں۔ ایسا ہی
 حال صفاتی جنسیت کا ہے کہ پیغمبر کے ہم جنس پیغمبر ہی ہو سکتے ہیں یا ایسے
 لوگ جو پیغمبر سے ہوں اور پیغمبر اُن سے ہوں۔ اب نظر کرو حال حضرت ابو بکر و عمر پر
 کہ ایک قبیلہ تیم سے ہیں دوسرے عدی سے اور بمقابلہ ان کے بنی ہاشم تو در
 کنار تمام بنی امیہ اور بنی عبدالمطلب اور بنی زہرہ رسول خدا کے ہم جنس ہیں
 پس جبکہ اصحاب گرد رسول خدا کے جمع ہوں تو انہیں سے فقط حضرت علی کو
 ہی کہا جائیگا کہ وہ نفس رسول اللہ ہیں یا ان کے بھاجعفر و عقیل بھی باعتبار
 ظاہر نسب رسول خدا کے ہم جنس منصور ہو سکتے اب باقی رہی صفاتی جنسیت
 جو زیادہ معتبر ہے اسکی نسبت آپ ہی ارشاد فرمایا کہ زمرہ اصحاب پیغمبر خدا
 صلعم میں سے کون شخص ایسا ہے جسکی نسبت رسول خدا کے فرمایا نہ تھی انا منہ

یعنی وہ مجھے ہی اور میں اُس سے ہوں جس سے پوچھیں گادہ ہی کیسا وہ شخص فقط علی مرتضیٰ ہی کہ جسکی نسبت رسول خدا نے فرمایا کہ میں اُس سے ہوں اور وہ مجھے ہی خفی کہ جعفر و عقیل بھی اس شرف میں داخل نہیں ہیں چہ جائیکہ حضرت ابو بکر با عمر کی نسبت ایسا خیال کیا جائے۔ اب ایسا پتھر کون شخص ہی کہ حضرت علی کے نفس رسول ہوئیے انکار ہی ہو یا اسکو ایسی حقیر شئی سمجھے کہ اس میں کوئی فخر کی بات ہی نہیں ہی اور ہر ادنی مسلمان بھی نوز با اللہ نفس رسول اللہ ہی منشی خدا کوئی مسلمان کیا کوئی صحابی کوئی خلیفہ رسول خدا صلعم کا نفس نہیں ہو سکتا جب تک کہ وحدت، نور وحدت خلقت، وحدت نسب وحدت گوشت و خون نہ رکھتا ہو نبی صلعم کے مانند معاصی اور جس سے پاک نہوا اختیار رسالت میں شرکت حاصل نہو اگر اب بھی کسی قسم کا دعویٰ باقی ہو تو کسی صحابی میں یہ جملہ اوصاف ثابت کیجئے۔ ورنہ ایسے عقیدہ فاسد سے توبہ کیجئے۔

قال المؤلف اسرار المدی۔ باقی رہی بحث مولا پر مجتہدین شیعہ فرماتے ہیں کہ مولا بمعنی اولیٰ میں ابن حجر عسقلانی نے جواب دیا کہ مولیٰ بمعنی غلام بھی ہیں شیعوں نے بغیر ملاحظہ کتب لغت بجا پر ابن حجر کو سنگدل و غیرہ الفاظ سبید دیگر جواب ابواب میں لکھا کہ گھر غلام کے معنی صحیح نہیں ہیں اس پر بفضل خدا قول فیصل ملا فتح اللہ کا شانی نرم دل کی تفسیر سے لکھا جاتا ہی مبیہ کہ خلاصۃ المنع مطبوعہ طبرستان کے صفحہ ۱۲۰ سورہ مائدہ پارہ لا یحب اللہ میں مرقوم ہی کہ بسیار کہ مولا رسول پر دیا چند نفر از عقب ایشان رفت م دیکھو بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ نہیں ہیں بلکہ بمعنی غلام ہیں۔

اقول بہ مستعین جب تک منشی جو ہر علی صاحب کے سے تحقیق حاصل نہ ہو واقعی لطف مناظرہ بھی نہیں مل سکتا۔ ہائے انوس اس زمانہ میں لوگوں کی تصنیف و تالیف کو کیا ہے وقت کر دیا ہی خود اصلیت معاملہ سے واقف نہیں اور لوگوں سے سن سنا کر چوتھوں آیا کہہ دیا۔ کوئی نصف مزاج منشی صاحب سے درپست کرے کہ معنی لفظ مولا میں بحث تو کیا ہے اور آپ کیا فرما رہے ہیں۔ ابن حجر نے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں مولا بمعنی غلام ہے اور شیعوں نے یہ جواب کس کتاب میں دیا ہے کہ لغت عرب میں مولا بمعنی غلام نہیں آتا لہذا پھر فوراً برجستہ حوالہ تفسیر کا دیا۔ اگر منشی صاحب انوار الہدی و شمس الضحیٰ کو پڑھتے تو اسی میں مفصل بحث معنی لفظ مولا کی موجود ہے۔ جو لوگ لغت عرب سے آگاہ ہیں یا جنھوں نے مناظرہ کی اور دو کتابیں بھی دیکھی ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولا بمعنی آقا و مالک کے بھی آتا ہے اور غلام آزاد کردہ کے معنی میں بھی اور علاوہ انکے اور بھی متعدد معنوں ناصر و کار ساز وغیرہ میں مستعمل ہے جیسا موقع اور محل عبارت کا ہوتا ہے اسکے موافق مولا کی معنی لگائی جاتے ہیں۔ بقول منشی صاحب شیعوں نے تو ابن حجر کو شک دل ہی لکھ دیا تھا مگر منشی صاحب نے غریب ابن حجر کو کافر مطلق بنا دیا کیونکہ ابن حجر پر کیا موقوف ہے جو کوئی شخص اس بات پر اصرار کرے کہ اس حدیث میں لفظ مولا بمعنی غلام ہے وہ کافر مطلق ہے منشی صاحب کو اگر ہمارے قول پر اعتماد نہ ہو مولا لطف المد صاحب سے کہ جنھوں نے تقریظ اسرار الہدیٰ لکھی ہے دریافت فرمالین بالیقین وہ بھی صاف فتوے دینگے کہ جو کوئی شخص اس حدیث میں مولا بمعنی غلام کہتا ہے

وہ قطعی کافر ہی منشی صاحب اتنی بات تو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم نے فرمایا ان الله عز وجل مولائی وانا ولی کل مومن تو کیا اسکے یہ منی لگاؤ گے کہ نفوذ باللہ خدا تعالیٰ میرا غلام ہی اور میں مومنین کا ولی ہوں۔ اور پھر یہ فرمایا۔ منکنت مولاه فعلی مولاه۔ کہ جس شخص کا میں غلام ہوں علی بھی اسکا غلام ہی منشی صاحب ایسے ہزلیات سے ضرور احتیاب کرنا چاہیے ایسا عقیدہ بدرکھنے والا ضرور مصداق خسر الدنیا و الآخرہ کا ہوتا ہی۔ یعنی مولائے معنی غلام لگانے سے اوھر تو ایمان بالکل جاتا رہا کافر ہو گیا اُدھر جس مطلب سے ایمان فروشی کی معنی وہ ہا تحوہ آیا یعنی اگر مولیٰ کے معنے غلام بھی قرار دیے جاویں تاہم خلافت بلا فصل جناب امیر کی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ جب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کا میں مولای ہوں علی اسکا مولا ہی۔ پس ظاہر ہے کہ جس معنی میں سلمان لکے سو خدا کو اپنا مولیٰ سمجھتے ہیں انھیں معنی میں حضرت علی کو مولا سمجھنا پڑیگا اگر سنی رسول خدا کو نفوذ باللہ اپنا غلام سمجھتے ہیں تو حضرت علی کو بھی مثل رسول خدا کے سمجھنا پڑیگا اور اسی کو خلافت بلا فصل کہتے ہیں۔ کیونکہ منکنت مولاه میں تمام صحابہ اور سلمان لفظ من کے تحت میں آگئے حضرت ابوبکر یا عمر یا حضرت عثمان کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہا۔ اور اگر مؤلف کو اس بات کا دعویٰ ہو کہ اصحاب ثلاثہ لفظ من سے نکال دیے گئے اور رسول خدا صلعم انکے مولا نہیں تھے تو اس امر کا صاف اقرار کریں تاکہ ایک بڑے امر اہم کا فیصلہ ہو جاوے جو باہم شیعہ و سنی متنازعہ فیہ ہی اور جبکہ اصحاب ثلاثہ منشی صاحب کے نزدیک

زمرہ مومنین یا مسلمین میں شامل ہو کر لفظ من کے تحت میں آگئے تو علی مرتضیٰ اصحاب ثلاثہ کے بھی ویسے ہی مولا ہو گئے جیسے سب مسلمانوں کے رسول خدا مولا تھے پس جبکہ وہ لوگ جو غلط فہمی یا مٹ دھرمی ہی مابین رسول خدا و علی مرتضیٰ فاضل سمجھے جا رہے ہیں خود محکوم اور ماموم ثابت ہو گئے تو حضرت علی مرتضیٰ اسی حدیث سے رسول اللہ کے خلیفہ بلا فصل ثابت ہو گئے۔ منشی صاحب اب تو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں کونسا لفظ ہے جس سے جناب امیر خلیفہ بلا فصل سمجھے جاتے ہیں یا ابھی پردہ پڑا رہ گیا جو شخص ایسی صاف صاف باتوں کو نہ سمجھے اسکو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ مثل اُنھوں لوگوں کے ہے کہ جنھوں نے خطبہ غدیر پر عمل نہیں کیا اور مصلحت اس آیت کے ہوئے ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ۵۔

قال فی اسرار الہدیٰ اگر اسپر بھی قدر کی جاوے تو مولیٰ بمعنی اولیٰ نہیں اولیٰ ترین سہی مگر شیعہ صرف اس بات کو حدیث موصوفہ سے ثابت کر دین کہ اس حدیث میں کونسا لفظ ایسا ہے جس سے جناب امیر خلیفہ بلا فصل سمجھے جاتے ہیں اگر اس آیہ کریمہ کو اپنے مطلب براری کے واسطے استدلال پکڑیں جیسا کہ خلاصۃ التبیح میں مذکور ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیہ من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ۶ ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ ترجمہ اے فرستادہ بحق و رسان یکا وہ خلقان جمیع انجہ فرد فرستادہ شد تبواتر نزد پروردگار تو از احکام شرعیہ و اگر رسائی تمام آزا پس تبلیغ نکرده باشی پیغام ہائے اور او

خدا ہی نگاہدار و ترازو شمر مردمان بدستیکہ خدای راہ نہ نماید کافران را۔
 اگر یہ بلا صاحب نے ٹھیک کیا ہے کہ حکم خدا حضرت رسالتاب کو یہ تھا کہ تبلیغ
 احکام شرعیہ شل صوم و صلوة و حج و زکوٰۃ کے فرما دین مگر براہ تعصباتی روایات
 موضوعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن مردویہ در کتاب مناقب آورده کہ عبد اللہ
 مسعود فرمود کہ مادر حیات حضرت این آیات چنین خواندیم کہ یا ایہا الرسول
 بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان
 لم تفعل فما بلغت رسالتہ پس جملہ معترضہ موضوعہ حشو یہ ملا کاشانی
 سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسالت رسول مقبول منحصر بفضیلافت بلا فصل
 امیر المومنین پر تھی نہ ابلاغ احکام شرعیہ پر اس روایت سے ترجمہ صحیح
 نہ رہا اور حقیقت حال یہ ہے کہ ترجمہ ہی صحیح ہی کیونکہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ
 میں دان لم تفعل فرمایا یعنی ای رسول مقبول احکام شرعیہ کو اپنی ذات
 سے انجام دے اگر ایسا نہ کر گیا تو گویا تو نے تعمیل رسالت نہ کی۔ اگر آیت
 کریمہ کو کچھ بھی مناسب خلافت بلا فصل جناب امیر سے ہوتی تو خدا تعالیٰ
 بجائے وان لم تفعل وان لم تبلغ فرماتا اس سے معلوم ہوا کہ آیت
 موصوفہ کو خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔

اقول بحولہ تعالیٰ صاحب اسرار الہدی کے اس فقرہ سے کہ شیخ حضرت
 یہ بتلادین کہ اس حدیث میں ایسا کونسا لفظ ہے جس سے جناب امیر خلیفہ
 بلا فصل سمجھے جاتے ہیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ اس حدیث کو بلفظ خلافت
 مرتضوی تسلیم کر چکے ہیں نقطہ کلام خلافت بلا فصل میں ہے۔ اور یہ بات

ہم اور ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اس حدیث میں بہ تحت
 لفظ متکلمت مولا کے آگے ہیں اور ہر سہ خلفا کی خلافت کے بارے میں
 کوئی حکم نہیں ہے تو یہ حدیث بالضرور خلافت بلا فصل پر دلالت کرے گی کیونکہ
 اہلسنت جنکی تقدیم ثابت کرتے ہیں وہ سب ماموم ثابت ہو گئے اب رہی
 بحث معنی آیہ کریمہ بلغم ما انزل پس منشی صاحب نے جو مراد اس سے
 سمجھی ہے وہ محض غلط ملکہ اسپر نقین کرنے والا بھی کا فر مطلق ہو جاتا ہوا ہے
 کہ اگر یہ مراد منشی صاحب صحیح ہو کہ مراد خدا تعالیٰ کی اس آیہ میں تبلیغ احکام
 شرعیہ و فرائض چہارگانہ سے ہے تو ضرور اس بات کو بھی ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ
 نے اس آیت سے پیشتر حقیقہ احکام بابت نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے نازل
 فرمائے انہیں سے کیسی بھی رسول خدا نے تبلیغ نہیں فرمائی نہ خود انکو بذات
 خاص بجالائے پس یہ دوسرے شیطانی صریح البطلان اور جمہور اہل اسلام کے
 عقیدہ کربطلان ہے تو گو با منشی صاحب عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے سال
 نہم ہجری تک نہ سلما نون کو احکام شرعیہ سے مطلع کیا نہ آپ بجالائے
 اور یہ عقیدہ صریحاً کفری ہے۔ اگر کسی کو اس شیطانی عقیدہ پر اصرار ہو تو اس بات
 کو ثابت کرے کہ فلان حکم شرعی فلان زمانہ میں نازل ہوا تھا اور آنحضرت
 صلعم نے اسکو چھپا لیا تھا اس آیت کے نازل ہونے پر اسکا اعلان و اظہار
 کیا وہ نہ اپنے کفر کا سقر ہو یا معترض اس بات کو ثابت کرے کہ فلان حکم نازل
 ہوا تھا یا نماز و روزہ حج و زکوٰۃ کا حکم تھا اور آنحضرت صلعم بذات خود اسکو
 بجا نہیں لاتے تھے اگر انسان تمام عمر اپنی اس کھفیات میں بسر کرے تو بھی

وہ کوئی ایک ایسا معاملہ دریافت نہیں کر سکتا کہ باوجود حکم الہی نازل ہونیکے
آنحضرت صلعم نے تعمیل اسکی کسی مصلحت سے روکی ہو یا ان اگر دریافت ہوگا تو
فقط یہی حکم خلافت حضرت علی کا ہی جسکو آنحضرت صلعم نے بخون اہل شرف وفاق
حیز انوار میں ڈال لکھا تھا ثنی صاحب جو انکا استدلال وان لم تفعل
پر کہا ہے یہی دلیل گمراہی کی ہے کیونکہ وان لم تفعل بہت بڑی دلیل خلافت
کی ہے اور اس سے مراد خلیفہ اور ولیعہد کرتا ہے یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر
تو بنے علی کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد نہ کیا تو گویا ہماری مراسلت کی تبلیغ نہیں کی
جو شخص اسکے مخالفت کرے اسکے ذمہ ثابت کرنا اسکا ضرور ہوگا کہ ناز و زہ
وجہ و زکوٰۃ میں سے سلطان و سر فیضہ کو رسول خدا نے بذات خود نہیں ادا
کیا تھا اور اس آیت کے بعد اُس پر عمل کیا ہے اور اگر اس بات کو ثابت نہ کر سکیگا
تو ضرور رسول خدا صلعم پر ہمت رکھنے والوں کے رمزہ میں محصور ہوگا۔ آج تک
ہزار ہا علمائے اہل سنت اسی جستجو میں مر گئے کہ ایک حکم ایسا معلوم کریں کہ
رسول خدا نے اسکی تعمیل میں قتل یا سہا بل کیا ہوتا کہ اسکو وجہ نزول اس آیت
کے قرار دین لیکن ہر گز یہ بات میسر نہ ہوئی بہر حال انکو یہ ہی لکھنا پڑا۔
نزالت فی علی۔ قطع نظر روایات کے خاص آیت میں ایسی صریحی دلائل خلافت
مقتضی کے موجود ہیں کہ اگر انسان نفی ازلی نہیں ہے تو ضرور ہدایت پاسکتا ہے
کیونکہ اول تو مضمون آیت سے پایا جاتا ہے کہ یہ حکم صرف امت کو سنانیکی ہے
بات نہیں ہے بلکہ کوئی فعل بھی اُس سے متعلق ہے کیونکہ اول لفظ تبلیغ ہے اور بعد
میں وان لم تفعل پس سوائے خلافت کے کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ حسین

تبلیغ حکم کے علاوہ کوئی فعل متعلق ہو وہ خاص معاملہ خلافت ہی ہے کہ امت کو جمع کر کے تبلیغ حکم الہی کو پاس اور ان سب کے روبرو حضرت علی کو رسول خدا صلعم اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کریں۔ دوم اس آیت میں جو یہ فقرہ موجود ہے واللہ یصلح من الناس یعنی خداوند کریم مخلوقوں کے شر سے بچا دیگا۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اُس حکم الہی کی تعمیل رسول خدا صلعم خوف مردم اشرا رہنیں کرتے تھے جبکہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ اُنکے شر سے بچانیکا کیا تھا۔ حضرت صلعم نے تبلیغ رسالت بھی کی اور حکم کی تعمیل بھی فرمائی۔ اب منشی صاحب فرماتے ہیں کہ سال دہم ہجری میں رسول خدا صلعم کو کون سے حکم شرعی یا فریضہ کی بجا آوری میں لوگوں کا خوف تھا آیا آپ کے اصحاب یا صفا نماز روزہ سے جڑھنے تھے یا حج زکوٰۃ کو منع کرتے تھے اب فرمائیے کہ سوائے خلافت مرتضوی کے اور کوئی معاملہ مقصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی آیت میں انجام اور مالکار کی بھی خبر رسول صلعم کو دی گئی ہے کہ صاف نازل ہے۔ ان الله لا یهدی القوم الکافرین۔ یعنی تحقیق خداوند کریم قوم نافرمان بردار کو ہدایت نہیں کرتا۔ اس سے صاف مراد یہ ہے کہ یہ امت سرکش اس حکم کی متابعت نہ کریگی اور خلافت مرتضوی کو قبول نہ کریگی مگر تو ای رسول ہماری تبلیغ رسالت کی کردار اور علی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دے اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ خلافت بلا فصل مرتضوی کے قابل نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ نسبت روایت ابن مردویہ جو ملا صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ براہ نقض اپنی روایات موضوعہ تحریر فرماتے ہیں یہ منشی صاحب کی ناواقفیت کی دلیل ہے کہ اُنھوں نے

نادانستگی سے ابن مردودہ کو شیعہ سمجھا ہی اور بغیر تحقیق کئے جو نہیں آیا فرما گئے۔
 لیاقت کے تو یہ معنی تھے کہ روایت ابن مردودہ کی صحت پر جرح اور قبح کرنے
 اس میں کوئی عیب نکالے کیونکہ یہ تو فاضل کی اہل جماعت کی ہی روایت ہے منشی
 صاحب کے دل میں جو یہ دوسرا آیا ہی کہ کیا رسالت آنحضرت صلعم
 کے منحصر بر نصب خلافت جناب امیر مہدی اور دیگر احکام شرعیہ پر کیوں منحصر
 نہیں تھے جو لوگ دقیقہ رس ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ خلافت جزو اعظم
 رسالت کا ہی کوئی رسول یا پیغمبر ایسا نہیں گذرا کہ جس نے اپنی زندگی میں اپنا
 خلیفہ مقرر نہ کیا ہو اس خلافت کی وقعت اسی پر سمجھ لو کہ جب نماز روزہ
 یا حج زکوٰۃ یا دیگر حدود فرائض کے احکام نازل ہوئی تو انکی نسبت کبھی
 یہ فرمان نازل نہیں ہوا کہ آج ہمنے تمہارے دین کو کامل کر دیا جبکہ حضرت
 علیؑ کی خلافت کا حکم نازل ہوا اور آنحضرت صلعم نے اُنکو خلیفہ مقرر کیا
 اُسی پر یہ خوشخبری نازل ہوئی کہ آج ہمنے تمہارا دین پورا کیا پس اسی پر
 قیاس کر لو کہ جب تکمیل دین منحصر اس خلافت پر تھی تو ظاہر ہو کہ تکمیل
 رسالت کیوں منحصر نہ ہوگی اس خلافت کے سوائے ایسا بڑا امر اہم
 اور کونسا ہی کہ جسکی بابت ایسا ہتدیدی حکم نازل ہوا۔

قال فی اسرار الہدی پھر دوسری روایت میں مفسر نے یوں لکھا ہے
 عیاشی از جابر بن عبد اللہ نقل کردہ کہ حضرت رسول ماسور شدہ بر نصب
 امیر المومنین ترسید کہ اگر مردمان را بآن خبر دیدہ گویند با پسر عم خود محال میکنند
 و از نزد خود و منصب ولایت می دہد و او را طعن کنند خداوند این آیت فرستاد

در فدیہ رحم و حضرت امیر المومنین را خلیفہ خود ساخت و این خبر خاص عام رسانید الخ
اگرچہ روایت جابرین بھی صرف یہی عویٰ ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفہ خود ساخت
نہ یہ کہ خلیفہ بلا فضل خود ساخت جب بقول جابر جناب امیر کی خلافت
بلا فضل ثابت نہ ہوئی تو فقط خلافت فی وقت من الاوقات پر اس قدر
اصرار و تکرار کیوں ہے اسکا تو اہل سنت کو بھی بدل و جان اقرار ہے
بلکہ اہل سنت کا تو یہ یقین ایمان ہے کہ بے شک آپ صلیفہ برحق مگر
فی وقت من الاوقات نہ بلا فضل۔

اقول وہہ نستعین ہمارے منشی صاحب کا طرز مناظرہ دنیا سے نہ الّا ہے
کیونکہ لفظ بلا فضل سن پایا ہے اسکو خلافت کی ایک قسم خاص سمجھ رکھا ہے
اور یہ نہیں جانتے کہ خلیفہ ہی اسکو کہتے ہیں کہ بلا فضل ہو۔ جبکہ منشی صاحب
نے روایت جابر سے خلافت جناب امیر کو تسلیم کر لیا تو اب بحث
فضل و بلا فضل کی محض نادانی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب روایت
حضرت امیر کی خلافت کے سوائے اور کسی کی خلافت کا ذکر نہیں ہے
تو اسی کو بلا فضل کہتے ہیں۔

ہاں اگر اس روایت میں اور ونکی خلافت کا بھی اس طرح مذکور ہوتا ہے
کہ پہلے پہل میں خلیفہ انبا ابوبکرؓ کو مقرر کرتا ہوں اور پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ کو
اور ان کے بعد علیؓ مرتضیٰ کو تو اہل سنت کہہ سکتے تھے کہ اس روایت سے خلافت
بلا فضل ثابت نہیں اور جبکہ تینوں خلیفوں میں سے کسی کی خلافت کا ذکر
ہی نہیں اور فقط حضرت علیؓ کی خلافت ہی منصوص ہے تو معلوم نہیں کہ منشی صاحب

نے یہ قاعدہ استدلال کس مدرسہ میں تعلیم پایا ہے کہ باوجود تسلیم خلافت بلا شرکت غیر کے بلا فضل کا سوال بار بار کیا جاتا ہے۔ منشی صاحب خلیفہ رسول اللہ فقط وہ ہی شخص ہے کہ جسکو رسول صلعم نے اپنے رو بروئے اپنا خلیفہ مقرر کر دیا اور جو ایک خلیفہ کے مرنے کے بعد دوسرا برضا مندی خلیفہ سابق مقرر ہوا وہ خلیفہ رسول نہ تھا بلکہ پہلے خلیفہ کا خلیفہ تھا دیکھو قول حضرت عمر کا اپنے صحابہ میں کہ اگر لوگ مجھ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہیں گے تو بہت طوالت ہوگی اسلئے مجھ کو امیر المومنین کہو۔ منشی صاحب کبھی یہ خیال تو کیا ہوتا کہ کیا وجہ ہے کہ خلیفہ پہلے کے لئے تو بار بار سو خدا صلعم نص خلافت فرماتے ہیں اور خلفائے ثلاثہ کا جو مقدم ہیں کہیں نام و نشان نہیں۔

قال فی اسرار المدی اگر کلام ہی تو صرف ادلی تبصرف پر ہی سو یہ گمان بھی شیعوں کا غلط ہی اسلئے کہ جب مولی تبصرف بمعنی اولے ہیں تو ضرور آیا وال والا کہ یہی تبصرف ہو کیونکہ یہ سب کلمے ایک ہی مصدر سے مشتق ہوئے ہیں پھر تبصرف کیسا اگر تبصرف صحیح ہوتا تو بجائے اولے تک کے مولی تک بولا جاتا چونکہ یہ تبصرف بالاجماع باطل ہی لہذا اسلئے یہ تبصرف اولے بھی باطل ہے۔

اقول کھولہ تعالیٰ سعدی صاحب کیا خوب فرمائے ہیں۔ تا مرد سخن تکلفہ باشد بد عیب و مہرش نہ تفتہ باشد بد کمان ہو انصاف کرنے والو چلو دین حق کے تحقیق کرنیو البوذرا ادھر متوجہ ہو کہ خداوند کریم کا حضرات اہل سنت پر پڑا ہی فضل ہوا کہ ایسا پلا پلا یا اور پڑھا پڑھا یا محقق اس چودھویں

صدی میں اُنکو ملا گیا عجب ہی کہ ان حضرت کا وجود مجددین الوف و صدیات میں شمار ہو کر چودھویں صدی کے مجدد قرار دیدیے جاوین دیکھے منشی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی کی خلافت میں تو ہکو کلام نہیں مگر اولی تبصرت میں کلام ہی۔ اور وجہ اسکی فقط یہی کہ منشی صاحب اسکے معنی تو جانتے نہیں مگر شیعوں کی زبان سے چونکہ اکثر سنا ہی اسلئے اسکو تبرائے سمجھے ہوئے ہیں اب اگر آسمان وزمین زیر و زبر ہو جاوین مگر اولی تبصرت کا کیسے اقرار کر لیں کہ صریحاً تبرکاً لفظ ہی منشی صاحب کی تقریر میں مذہب بالاک کی داد اہل الصاف سے چاہتا ہوں دیکھے منشی صاحب مولی تبصرت کو نہ ہنوز سمجھے نہیں اور واکل تبصرت کا سوال کر بیٹھے بھلا میں کہا شک سمجھاؤنگا اور جبکہ وہ حضرت نصرت کے کوچہ میں ہی ہو کر نہیں نکلے وہ کہا خاک سمجھیں گے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف صاحب اہل اس بحث کو خود سمجھ لیں بعد اسکے پھر اگر کوئی اور رسالہ تصنیف کرنے کا اتفاق ہو اُس میں درج فرماوین۔

قال فی اسرار المدی دیکھو جب جابر کی روایت سے خلافت بلافضل جناب امیر کی ثابت ہوئی تو آیت یا ایھا الرسول بلغ انکم بھی جناب کی شان میں بلافضل راست نہیں آئے۔

اقول وبہ نستعین حضرت منشی صاحب یہ لفظ بلافضل بھی مثل اولی تبصرت تبرکاً لفظ ہی ایسا نہ کہ کثرت استعمال سے آپ اسکے عادی ہو جائیں اور اسکا جواب تو ہم آپکو پیش ہی دیکھے کہ خلیفہ وہ ہی ہی جو بلافضل ہو اور

جبکہ فضل واقع ہو تو خلیفہ بنیں کہلاتا پس حضرت صلعم کا اصحاب ثلاثہ کو چھوڑ کر حضرت علی کو خلیفہ کرنا صاف دلیل خلافت بلا فصل کی ہے اگر روایت جابرین حضرت علی سے پیشتر اور خلفا کی خلافت کا ذکر نہیں ہے تو ہر معقول پسند اسکو خلافت بلا فصل ہی قرار دے گا پرنامعقول پسند جو جہل مرکب میں گرفتار ہوا سکی کہی نہیں جاتی۔

قال فی اسرار المدی بلکہ در صورت تسلیم چند آیت کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے چنانچہ اسی تفسیر میں بلا صاحب فی ان آیات بنیات کو اس طرح تخریر فرمایا ہے۔
 اول آیت رکوع ۵ پارہ ۷ سورہ حج الذین ان مکناہم فی الارض الخ یعنی اجتماع بازوان انانہ کہ اگر جائی ہم ایشانراؤ ممکن اقتدار بچشم ایشانراؤ زمین وزمام حکومت بکف کفایت ایشان وہم فی خلاصۃ المہم۔ دوم آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کا استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیدلہم من بعد خوفہم امننا الخ وعدہ داد خدای انانرا کہ گردیدہ انداز شما و گردن کارہا شائستہ ہر آئہ البتہ ایشان را در زمین کفار از عرب و عجم خلیفہ گردانند چنانکہ خلیفہ گردانیدہ شدہ اند پیش از ایشان یعنی کہ زمین مصر و شام بدیشان داد بعد از ہلاکت جبابرہ تا نصرت گردند در ان چنانکہ نصرت ملوک و ممالک خود در اندک زمانی حق تعالی وعدہ مومنان و فائزہ جزائر عرب و دیار کسری و بلاد روم بدیشان ارزانی نمود ہر آئہ متکلم و ساکن سازد و با قوت گردانند برای مومنان صالح دین ایشان را ان و نیکی پسندیدہ و برگزیدہ است

برای ایشان یعنی اسلام را بر همه ادیان غالب گردانند و ہر آئینہ بدل دہد ایشان را از
 پس ترس ایشان از شر دشمنان اینی اہل فی خلاصۃ الملہم۔ سوم آیت
 ثم جعلناکم خلایفہ فی الارض من بعدہم لتنظر کیف تعملون
 ترجمہ۔ پس ما گردانیدیم شمار ای گروہی کہ محمد بشما سبوت شدہ خلیفہما
 کہ شتکان و حاشینان در زمین از پس قرون کہ ہلاک شدند تا بہ بنیم در صورت
 شہادت بعد از انکہ دانستہ ایم در غیب کہ شما چگونه عمل خواهید کرد از خیر و
 شر تا بشما بتقاضای آن کردار جزو ہم۔ انتہی فی خلاصۃ الملہم دیکھو اگر آیت
 یا ایہا الرسول بلغ کو خلافت بلا فصل جناب امیر برقیاس کیا جاوے
 تو صریح تنبیخ آیت الذین ان مکناہم۔ و وعد اللہ الذین۔ ثم
 جعلناکم خلایفہ فی الارض۔ وغیر ہم کی ہوتی ہر ملکہ تمام کارخانہ
 ہی اسلام کا در ہم، بر ہم ہوا جاتا ہی ملکہ وعدہ خدا کا بھی معاذ اللہ خلاف
 سمجھا جاتا ہی اگر ان تینوں آیتوں کا بھی مصداق جناب امیر کو ہی
 ٹھہرایا جاوے تو یہ معنی بھی آپکی شان میں درست نہیں آتے کیونکہ
 تنزیہ الانبیاء والائمہ مصنفہ شریف مرتضیٰ مجتہد شیعہ المذہب میں یہ
 عبارت بلفظہ مرقوم ہی۔ یا آنکہ حضرت امیر شیعہ او ہمیشہ دین خود را احتفار
 فرمودہ اند و در پردہ دین مخالفین گذرانیدہ اند و اس کامل و عدم خوف
 نیز در زمان ایشان حاصل نہ بود و اصل امامت ایشان را بلاد کشیدہ
 و انظار طولیہ مثل شام و مصر و مغرب منکر ماند نہ جاسے قبول احکام
 ایشان الٰہ۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ مصداق ان

آیتوں کے وہی لوگ ہیں جنہوں نے بفضل خدا کفار عرب و انشراحم سے
 روئے زمین کو پاک کیا اور جنگِ زمانہ میں اسن کامل اور عدم خوف خلق
 خدا کو حاصل رہا نہ وہ کہ جنہوں نے بطع خلافت اپنے ہاتھ سے انیت
 کا خون کیا پھر بھی آپکی نسبت دعویٰ کیا ایھا الرسول بلغ ما انزل
 الیک کا بر سے مطراق سے ضرور ہی کہا جائیگا اور شد و مد سے
 آپ کو مصداق کنتم خیر امۃ۔ ورجاء بینہم کا ٹھہرایا
 جاوے گا پس بعقیدہ مجہان مولیٰ شکل کشائے عالم آئے کر میہ یا ایھا الرسول
 بلغ ما انزل الیک کے معنی و روش سے خالی نہیں یا یہ کہ لغو ذبا اللہ خدا
 تعالیٰ خلفاء ثلاثہ سے اسد اللہ الغالب کے ڈرتا تھا یا یہ کہ جناب امیر
 بقول شیخ خلی الجہان لا یستحق الامامہ کی استحقاق خلافت مطلق نہ تھے
 سوائے اسکے آیت موصوفہ کا اور مطلب نہیں ہو سکتا۔

اقول بحول اللہ و قوتہ معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب نے نادانستگی سے
 ان آیات کو متعلق بجلالت نبوی یا متعلق بحکومت جو بعد نبی صلعم نجات اور
 شوری وغیرہ سے قائم ہوئی نہیں سمجھ لیا ہے حالانکہ شمس الضحیٰ ردا زہار اللہ
 میں بجوالہ تفاسیر معتبرہ اہل تشن بخوبی اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیات
 نہ خلافت نبوی سے متعلق ہیں نہ خلفاء جوہر کی مدح اسنے پائی جاتی ہے بلکہ عوام
 مسلمانوں کے حق میں ہیں۔ دیکھو تفاسیر موابہ علیہ فارسی اور یہ
 جو منشی صاحب سے کیسے نہ کہد یا ہے کہ آیتہ بلغ سے ان ہر سہ آیات کی
 تفسیر ہوتی ہے یہ محض غلط ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص ترجمہ قرآن مجید کو

نہیں سمجھا آیات مذکورہ میں فقط تهدید اور نصیحت ہی عام مسلمانوں کو جو
 لوگ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ہمیشہ کافر انکو ستایا کرتے تھے
 انکو اذن جہاد دیا گیا اور اب وہ زمین کے مالک ہو گئے تو انکو تقویٰ اور
 پرہیزگاری لازم ہے اور اگر وہ لوگ زمین کے مالک ہو کر تکذیب پیغمبر خدا
 کی کریں تو مثل قوم عاد و ثمود کے سمجھے جائیں گے یا جو کفران نعمت کر گا وہ
 بہت بڑا فاسق سمجھا جائیگا یا یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمکو تمکین
 فی الارض اسلئے دی ہے کہ تمھارے دلوں کے نفاق و شقاق جو اب تک
 پوشیدہ ہیں ظاہر ہو جاویں۔ چنانچہ یہ سب باتیں وقوع میں آچکیں۔
 انہیں سے کسی آیت کا یہ مطلب نہیں کہ تمام مسلمان بے دینی سردار کے
 مثل رہیں جو بان رہینگے اور برخلاف اسکے آیت بلعین نبی کیا پنا ناب
 مقرر کرنے کا حکم دیا جاتا معارض اور مخالفت احکام آیات مذکورہ کا ہوتا۔
 اگر اولف ان آیات کے معنی سے یہ ہے کہ جنکو تمکین فی الارض دی گئی
 وہ ہی برحق نائب پیغمبر خدا کے تھے۔ یہ خود انکے مسعود کے قول
 کے برخلاف اور نیز خود آیت میں تمام مومنین سے وعدہ ہے اس
 حالت میں مومن فقط وہ لوگ قرار پائیں گے جنکو یکے بعد دیگرے تسلط
 ملک میں حاصل ہوا اور اس اعتبار پر معاویہ اور یزید و مروان وغیرہ سب
 مومن اور اکابر صحابہ غیر مومن قرار پائیں گے اور یہ امر بالاجماع باطل ہے۔
 اب اگر مولف کو یہ آرزو ہو کہ ان آیات کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ جو جو لوگ
 خلیفہ ہوئے وہ مومن مخلص تھے اور انکی نسبت خدا نے پیشتر سے یہ

مات۔ تیر کر دی تھی کہ وہ ہمیشہ امر معروف اور نہی منکر کے عامل رہیں گے یہ بھی
صرحاً غلط اور بد بیات کی مخالف ہے کیونکہ آیات میں بطریق اخبار و پیشین
گوئی یہ ذکر نہیں ہے بلکہ حکم اور نصیحت ہے کہ تمکین اور تسلط کی حالت میں
انکو ایسا کرنا چاہیے اور اگر ایسا نہ کریں گے اور نبی کی تکذیب کرینگے تو وہیں
قوم عاد و ثمود کے ہونگے اور وہ ہی بڑے بھاری فاسق قرار پائیں گے چنانچہ
خلفائے جور کے حالات سب پر روشن ہیں کہ کس کس طرح نبی کی تکذیب
کی کیسی کیسی عدول حکمیوں کے مرتکب ہوئے ملک پر تسلط پا کر کس طرح
صلہ رحم کے مخالف عمل کئے اہلبیت پیغمبر پر کیا کیا ظلم و ستم کئے۔ اب
مؤلف صاحب یا تو فرمائیں کہ فقط اصحاب ثلاثہ صدق ان آیات کی ہیں
اور دیگر مستطین اس میں داخل نہیں ہیں یا یہ تسلیم کریں کہ جن جن مسلمانوں کو
تمکین فی الارض اور تسلط بر مملکت حاصل ہوا ہے وہ سب ان آیات کے
صدق ہیں پس صورت اول میں ارشاد فرمائیں کہ حضرات خلفائ ثلاثہ
میں سے کون کون صاحب ہیں جو صدق آیتہ وان یکن بولک فقد
کن بت الحق و آیتہ وان کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون
کے ہیں کیونکہ آیات نمبر و نمبر ۲ کے آخری فقرات یہی ہیں اور آیت نمبر ۳
کے صدق کون صاحب ہیں جنکی نسبت جناب باری یہ ارشاد فرماتا ہے
کہ ہم نے تمکو تسلط ملک فقط آزمائش کے لئے دیا ہے تاکہ تمھاری وہ باتیں
جنکو ہم مخفی طور سے جانتے ہیں تم سے ظور میں آجاوین تاکہ مطابق تمھارے ہوا
منشی صاحب خود ہی اپنے دل میں انصاف کریں کہ ان ہر سہ آیات میں

کونسی ایسی آیت ہے کہ جبکہ اس صلیق پیغمبر خدا صلعم کا برحق جانشین ہو سکے۔ درحقیقت
یہ آیات جمیع اہل اسلام کیلئے نازل ہوئی ہیں مگر ہم منشی صاحب کی خاطر سو کہہ سکتے
ہیں کہ اپنی اپنی زما تون میں جن جن لوگوں کو اپنا سردار بنایا ہے وہ سردار ضرور مہدا
ان آیات کی ہونگے اسلئے کہ جب عام مسلمان اسمین داخل ہیں تو انکے سردار بدرجہ
اولی داخل ہونگے مگر مسلمانوں کا بنایا ہوا سردار نبی صلعم کا خلیفہ نہیں ہو سکتا منشی
صاحب جو فقط لفظ خلیفہ پر زلفیت ہوئے ہیں ٹھیک نہیں کیونکہ خلیفہ تو کوئی طرح
کے ہوتے ہیں جسے استاد معلّم کا خلیفہ کشتی گیر پہلوان کا خلیفہ حجام خلیفہ لیکن
یہ لوگ بسبب شرکت نام خلیفہ کے رسول خدا صلعم خلیفہ نہیں ہو سکتے بنی صلعم کا خلیفہ
تو فقط وہ ہی ہوگا جسکو بنی صلعم نے اپنی زندگی میں انبیا جانشین مقرر کیا ہو
خود اسکو علم دیا ہو کہ تو میرا خلیفہ ہے یا است کو فہائش کی ہو کہ فلان شخص میرا خلیفہ
ہے یا وہ میرے بعد تمھارا سردار ہے یا اسکو میرے مانند سمجھو یا میری جگہ اسیکی پر
اور اسی سے متسلک کرنا۔ آیات مذکورہ بالا میں جو لفظ استخلاف استعمال ہوا ہے وہ
بمعنی خلیفہ رسول نہیں ہے بلکہ خلیفہ بمعنی تسلط بجائے شخص ہے مثلاً بیشتر زمین
پر کا فرمان تسلط تھے اور خدا تعالیٰ نے انکا ملک چھین کر مسلمانوں کو دیا تو مسلمان
ان کا فرد کے خلیفہ ہوئے کیونکہ انکے جانشین ہوئے۔ اور عبارت تفسیر سے بھی
جبکہ حوالہ مؤلف نے دیا ہے ایسا ہی ظاہر ہے پس یہ امر کب ممکن ہے کہ جو آیات حالاً
خلفاء کا فرمان و جباران نازل ہوئی ہوں وہ اس آیت کے سوا ضرر سمجھے
جاوین جو خلیفہ رسول کے حق میں نازل ہوئی ہو۔ البتہ ایک یہ بات ضرور
ہے کہ مسلمانوں نے آیت بلغ کے مخالفت کر کے دعوہ ہائے سدرجہ آیات

من
کلمہ

متذکرہ بالذات اپنے آپ کو مجروح کر لیا اس میں کوئی شک نہ تھا کہ اگر مسلمان حکم خدا اور رسول کا اتباع کر کے خدا کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ کو اپنا سردار بناتے تو روئے زمین پر حسب وعدہ اتنی تمکین تمام حاصل ہو جاتی چونکہ وعدہ تمکین مشروط تھا اعمال حسنہ کے ساتھ اور مسلمانوں نے رسول خدا کا انتقا ہوتے ہی تکذیب رسول خدا کی شروع کر دی اس لئے خدا نے بھی اپنے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ وہ اعمال حسنہ جنکی مخالفت مسلمانوں نے کی اور جسکی بابت رسول خدا کی تکذیب کے سوائے معاملہ خلافت حقہ کے اور کوئی نہیں ہے اور ایسی برہنہ بات ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس بات کو ہر صاحب عقل تسلیم کر لگا کہ بعد وفات رسول خدا صلعم مسلمانوں کی ترقی کو روکنے والی شے یہ ہے مخالفت اور نزاع خلافت ہی اگر خلافت پر بحث اور نزاع نہ ہوتا تو اسلام کی ترقی کبھی بند ہونے والی نہ تھی۔ بیان ایک یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ریاست اور امارت ایسی شے ہے کہ کسی کا نفس دوسرے کے لئے قبول کرے اور خود اس سے کنارہ کش ہو جائے ہرگز نہیں ہر شخص کو یہ ہی خواہش ہوتی ہے کہ میں رئیس ہو جاؤں خدا اور رسول نے اسکی بابت کوئی ایسا قاعدہ بھی مقرر کر دیا تھا کہ جس سے مسلمانوں کا یہ نزاع باہمی دور ہو۔ اسکے جواب میں میں بہت زور کر ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا اور رسول نے بہت ضروری سمجھ کر اس قاعدہ کو مقرر کیا تھا اور اسی نزاع کے پیدا ہونے کی غرض سے تقریر امت کو امت کے اختیار میں نہیں رکھا تھا اور خدا تعالیٰ نے رسول صلعم کو مومنین پر وہ

اقتدار بختا تھا کہ اگر آپ کی ساری امت مومن ہوئی تو کبھی نزاع کی نوبت نہ آتی
یعنی خدا تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ مومن وہ ہے کہ نبی صلعم کو اپنی نفس سے اولے تر
سمجھے پس اگر صحابہ آنحضرت صلعم کو اپنے نفسوں کے اولیٰ تر سمجھتے تو کبھی ان کے
فرمان سے مخالفت نہ کرتے اور جیسا کہ رسول خدا نے مسلمانوں کے رب و ربود غدیر خم
میں اسی اقتدار کو تبلا کر اپنا خلیفہ حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا اس حکم پر پابندی
کرتے نہ تو کبھی مسلمانوں میں نزاع و ریاست برپا ہوتا نہ مسلمان جدی جدی فرقی
ہو جاتے۔ جن کو گونے والے اس حکم میں رسول خدا صلعم کی مخالفت
کی ہے وہ لوگ اسلام کی محراب اور جڑ سے اٹھ کر دینے والے ہیں میں بیچ
کتا ہوں کہ جو کچھ اسلام کا نام دنیا میں باقی ہے یہ فقط اس حجت اللہ کے
صائب تدبیر کا نتیجہ ہے کہ جس نے اس وقت نہایت صبر اور تحمل سے کام لیا اگر
حضرت امیر المومنین اس وقت صبر نہ فرماتے تو مسلمانین اسلام کا کام تمام
کر چکے تھے۔ اجماع اور شورش و غیرہ جسے نکالے ہیں وہ ضرور باطن میں
دشمن اسلام تھا۔ اور فقط واسطے تخریب اسلام کے یہ تدابیر کی گئیں تھیں
کیونکہ ہر شخص جو کچھ بی عقل تمدن رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ عرب کی لوگوں کو
بلا کسی قانون واجب الاتباع کے سردار کے مقرر کرنے کا اختیار دینا
برابر اسی کے ہے کہ گویا ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دیکر حکم دیا جاوے کہ باجم
اکیو سرے کو قتل کر دو بعض نادان لوگ اہلسنت جو یہ کہنے لگتے ہیں کہ خلافت
کے بارے میں جو صفات تصفیہ وغیرہ خدا نے نہیں کیا اسکی یہ ہی وجہ تھی
کہ آپ نے خیال فرمایا کہ جس سے سب کو راضی ہونگے اسکو آپ سردار بنالینگے

یہ صریحاً رسول خدا پر تہمت ہے ہرگز رسول خدا صلعم ایسا نہ کرتے کیونکہ یہ حرکت تو بالکل عقل اور حکمت کے خلاف ہے پیغمبر لوگ اعلیٰ درجہ کے حکیم ہوتے ہیں کوئی فعل اور حکمت کے خلاف نہیں ہوتا یہ کب ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم روز بعثت سے تو ایسے تدابیر کرتے ہیں غایت سعی اور کوشش فرما رہے ہیں کہ جس سے بعد آپ کے خلاف اور نزاع پیدا نہ ہو اور خصوصاً دو سال پیشتر وفات سے بار بار امت کو حکم سنا دیا گیا کہ میرے بعد میرا جانشین علی مرتضیٰ ہیں اور آخر وقت میں ایسا حکم دین کہ جس سے اسلام بھی مستاصل ہو جائے۔ ابھی تک اس بات کو میں بروی عقل سمجھتا کر رہا تھا کہ موجب خلاف و نزاع اختیار امت تھا اور نزاع کے دور ہونے کی سبیل فقط یہ تھی کہ تقرر خلیفہ و امام منحصر حکم پر ہو کہ چار و ناچار امت کو ماننا پڑے لیکن میری اس رائے کی تائید میں جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کا ایک خطبہ ہے جسکو آپ نے بعد وفات رسول صلعم مسجد نبوی میں بیان فرمایا اور اس میں تمام احکام اور فرائض نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کے وجوہ اور اسباب بیان فرمائے ہیں اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری امامت اور حکومت اس لئے تم پر واجب کی گئی کہ تمہارے درمیان نزاع اور مخالفت نہ پڑے۔

ہر عقلمند اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اگر امت محمدی بعد وفات رسول خدا صلعم اپنی اعتراض نہ لیتی تو علیؑ کو خلیفہ کر کے بیابند ہی حکم رسول خدا صلعم حضرت علیؑ کو اپنا سردار بناتے اور غیہ مستحق کو گناہ

در میان میں نہ کہنے دیتے تو ضرور ہے کہ جو جو صدقات اور
سواخ عظیمہ اہل اسلام سے ہی اسلام پر پڑے وہ ہرگز واقع
نہوتے اور جو جو اختلافات اور نزاعات اور ایک دوسرے کے
بنفس وعدت دلون میں جاگزین ہوئی جس سے مسلمان فرقت فرقت
ہو کر ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے یہ ہرگز نہ ہوتا۔
اور چونکہ بھی اسباب اسلام کے روز افزون اور وسعودہ ترقی کے
روکنے والے تھے جب یہ واقع نہوتے تو ضرور اسلام شرق سے
غرب تک پھیل جاتا اور خدا کی ذات میں شریک کرنے والا پر وہ دنیا
پر نظر نہ پڑتا۔ اور یہ امر فقط اہل بیت رسالت کی سرداری اور خلافت
پر منحصر تھا چنانچہ سبکو معلوم ہے کہ یہ کیا ہوا وقت اور بگڑی بات
پہر ہی اہل بیت پیغمبر کے خلیفہ سے ہی ہاتھ آسکے۔ نزاع و خلاف
نہی ہی اہل اسلام کا دور ہونا اور ردی زمین سے کفر و شرک کا دفع
ہونا بغیر ظہور حضرت صاحب الامر کے ممکن نہیں۔ پس ظاہر ہے
وعدہ ہا سے مندرجہ آیات مشروط باطاعت اسی شخص کے تھے
جنکے لئے آیتہ بلیغ نازل ہوئی مگر مسلمانوں نے اس شرط کے بجائے
آوردی میں غفلت کی مگر آئندہ پہر جب کہی مسلمان لوگ اس شرط کا
ایفا کریں گے تو ضرور وعدہ الہی پورا ہوگا اور ردی زمین پر سو آئندہ
حق کے کسے مذہب باطل کا وجود نہ رہے گا اور ظاہری کہ وہ زمانہ
حضرت قائم آل محمد کا ہوگا صلوات اللہ علیہم اجمعین گویا زمانہ حضرت

۹

آخر الزمان میں تسلط اسلام کا بجز اسی نقصان کے ہی جو زمانہ امام اول علیہ السلام
امت خود غرض کے ماتحت سے واقع ہوا پس اس اعتبار پر ہر سہ آیات مجملہ سیدیت بلغ
کہ ہیں واما قولہ۔ مصداق ان آیتوں کے وہی لوگ ہیں جنھوں نے بفضل
خدا کفار عرب و اشتر اعجم سے روی زمین کو پاک کیا اور تجلے زمانہ میں ان میں
کامل اور عدم خوف خلق خدا کو حاصل رہا۔

فاقول۔ منشی صاحب نے یہ ارتقا مفرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے
کفار و اشترار سے روئے زمین کو پاک کیا ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بیشک
ان آیات کے ایسے ہی لوگ ہو سکتے ہیں نہ کہ اصحاب ثلاثہ اور بحث اس موقع پر
فقط اصحاب ثلاثہ سے ہی جنھوں نے اپنی زندگی بھر میں کبھی ایک کافر کو بھی
ہنہ مارا نہ کسی سے میدان داری کی نہ کبھی خدا کی راہ میں اپنے خم سوزن
تک کھایا مہارک خبک میں سب سے پہلے قرار ہو جائے خود تو ڈر پوک تھر
ہی اور ون کو بھی بیروں کرتے خبک احد پر میدان کارزار سے تینوں حصہ
زار ہو کر غار میں جا چھپے خلیفہ سیوم تو سو کھڑا سے منہ موڑ کر دشمنوں میں جالی
میرے روز جب یہ تحقیق ہو گیا کہ آنحضرت صلعم زندہ ہیں تب آپ اپنے
عم بزرگوار ابوسفیان کے لشکر سے جدا ہو کر مدینہ میں آئے۔ شیخین اھد
بھاگ کر کسی غار میں چھپے بعض کہتے ہیں کہ ابن ابی منافق کے پاس جا کر
ملجی ہوئے کہ ابوسفیان سے ہماری سفارش کر کے قصور معاف کرادے
خبک جبہ میں ایک ہی شریہ حارث نام زمین زور تک متواتر شیخین کے چھلے
چھڑا دیے اور ہر روز باوجود علمہ ارشاد شکر ہونے کے مفرور ہو گئے۔ خبک

خندق میں عمر ابن عبدود نے شیخین کے چہروں کے زنگ اڑا دیے حرب
خیبری کے خوف سے رات کو سوتے میں چونک چونک پڑنے لگے جنگ حنین
میں ایسے بھاگے کہ باوجود اس سخت طعنہ کے کہ یا اصحاب السمرہ کہاں بھاگے جاتے
ہو لوٹ کر تشریف نہ لائے ہمنے تو آجنگ کسی تاریخ یا سیر کی کتاب میں یہ بات
ہتین دیکھی کہ اصحاب ثلثہ میں سے کبھی کسی نے ایک ادنیٰ کافر کو بھی قتل کیا ہو
رہا اس واماں اسکے یہ صورت ہی کہ بدترین خلائق بنیک بڑے عیش و عشرت
میں بسر کرتے تھے جیسے حکم مروان ابوسفیان وغیرہ اور بہترین خلائق یعنی اہلبیت
بغیر خدا کے مصائب اور خوف و خطر ہا وہ پوشیدہ ہیں۔ حضرت شیر خدا علیؑ
قرنی سے لپٹ کر کسکے ظلم کی فریاد کرتے تھے یا بن ام ان القوم یتصصقو
و کاذ و یقتلوننی۔ اور جناب فاطمہ زہراؑ کس ظلم کی داد خواہی میں یہ استعاذہ
کرتی تھیں کہ یا رسول اللہؐ تجھ سے بعد ہم کیا کیا مصبتیں ابن ابی قحافہ اور ابن
خطاب کے ہاتھ سے اٹھا رہے ہیں۔ بفضل تذکرہ اسکا بن قتیبہ نے کتاب
الامامت والیاست میں لکھا ہے اور حقیر نے بھی جلد ثالث کتاب تاریخ الانبیاء میں
اسکو نقل کیا ہے۔ علاوہ اہلبیت پیغمبر کے اصحاب اختیار حضرت احمد مختار پر
کیا گزری ابوذر غفاری سا بزرگ صحابی شہر بدر کیا جاوے عمار بن یاسرؓ
ابن سعد کا تنگ حرمت کیا جاوے اور مروان اور حکم مرید رسول کو جلا وطنی
سے بلا کر ایک لاکھ دینار انعام اور خراج مملکت فارس عطا کیا جاوے اصحاب اہل
نعمی ذیل و خوار کئے جاوے اور معاویہ و یزید و ابوسفیان امر او مملکت شام
بنائے جاوے۔ رسول خدا کی روح بھی ان افعال سے کیا خوش ہوئی ہوگی

بعد زمانہ اصحابِ خلفہ کے جو لوگ خلیفہ اور تسلط فی الارض ہوئے ہیں معاویہ
 لیکر نبی عباس کے آخری خلیفہ تک کسی کا حال پوشیدہ نہیں ان کے افعال سے
 نبی صلعم کی قبر کو کیا فائدہ لیا عرض الہی بھی گمانِ کاتب کیا کہ صدرِ دائی کو توڑ ڈالا اہلبیت
 رسالت کو قتل کیا حرمِ الہی کو آگ لگائی کعبہ کو گرا با حرم رسالت نہاہ بین بھوکے
 باندھے بلدین میں قتل عام کیا مسلمانانِ مدینہ کی زبانِ محسنہ سے اس درجہ جبراً
 زنا کیا کہ کئی ہزار بچے زنا سے پیدا ہوئے۔ کسی خلیفہ نے جنگ بدر کا عوض
 لینے کیلئے حقیرِ حجاز کی قبر کو دی گیسے اپنے بڑے کا عوض لینے کے لئے اہلبیت
 رسالت کو قتل کر ڈالا۔ اگر ان خلفاءِ قسطنطین فی الارض کے حالات سنکر
 اب بھی اُنکے تابعین کو شرم اور غیرت نہ آوے اور پھر بھی بڑے مطہرات سے
 اُنکی نسبت ان آیات کے مصداق ہو نیکا دعویٰ کریں اور جو آیاتِ اخیار
 صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں سب دھرمی سے اُنھوں کی نسبت
 منسوب کریں تو بلاشبہ طرہِ شرم و حیا کی منافی ہے۔ اور مولف صاحب کا
 یہ مقولہ (نہ وہ کہ جنھوں نے بطعِ خلافت اپنے ہاتھ سے اہلبیت کا خون کیا)
 طنز ہی جنابِ علی مرتضیٰ اور امام حسین علیہما السلام پر۔ مولف کے نزدیک
 ان دونوں حضرات نے خلافت کی طع سے فتنہ و فساد برپا کیا۔ ناظرین
 بالانصاف کو بھی گمانِ بہین کرنا چاہیے کہ یہ عقیدہ فقط مولف صاحب کا
 ہی ہے بلکہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ کے اکابرِ اہلبیت کی نسبت حضرت امیر المؤمنین
 و امام حسین علیہما السلام سے بھی فتنہ ہرگز نہ ہو سکتا مولوی لطف اللہ صاحب علیہ السلام
 نے اس رسالہ پر قلم لکھی ہے اور اُس میں شہسوارِ علی صاحب کے ان تحریرات کی

نہایت درجہ مدح اور ثناء لکھی ہو غرض کہ یہ عقیدہ کیسا ہو فقط احلام شیطانی ہے۔
 نزدیک گزارش کیا جاتا کہ طمع اسکو کہتے ہیں کہ کسی دوسرے کے حق یا ملک کو لینے
 کی خواہش کرے اور خود اسکا مستحق ہو جیسے یحییٰ اور خلیفہ ثالث اور معاویہ اور
 یزید وغیرہ ان لوگوں کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے باوجود عدم استحقاق
 خود خلافت کی طمع کی اور جن لوگوں کا خلافت حق تھا اگر انھوں نے اس کے
 استرواد یا حصول میں کوشش بھی کی ہو تو وہ طمع نہیں کہلاتی منشی صاحب اسکی
 مثال تو بہت صاف ہے مثلاً کوئی شخص آپکا گھریا یا سباب جھن بے اور آپ
 اسیر نالشی ہوں تو کیا آپکو ہی اللطامع اور لالچی کہا جائیگا۔ ہر شخص جو کچھ
 بھی عقل رکھتا ہے اس شخص کو طامع کہیگا جسے آپکا گھریا یا کسی استحقاق کے چھین
 لیا ہے پھر آپ ایسی لٹی بات کو وجہ سے بیان فرمایا ہے یہ تو کتب اہل سنت
 میں آئے بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ خدا اور رسول نے بوقت قصہ تبلیغ سورہ برات
 اس امر کو صاف کر دیا تھا کہ حضرت ابوبکر اور نیز حملہ اغیار قابلیت خلافت
 پیغمبر خدا صلعم کے نہیں رکھتے ہیں فقط حضرت علی خلافت پیغمبر خدا کا استحقاق
 رکھتے ہیں اور خود حضرت ابوبکر کا متعلقہ خلافت سے حکم وحی الہی منوع
 کی گئی۔ کبھی پیغمبر خدا نے انکو اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ نہیں کیا کبھی بان سے
 نہیں فرمایا اور خاض اس کے روپروردیں مرتبہ حضرت علی کی نسبت اپنا خلیفہ
 اعدائے ہونا زبان مبارک سے پیغمبر خدا نے فرمایا۔ خود آپ علیؑ لہا ویش
 کو تسلیم کر چکے ہیں پھر ان کے خجالت سے ذرا سراو بچا کر کے تو فرمایا ہے کہ
 حضرت ابوبکر کا بلا کسی استحقاق کے اور باوجود متفق ہونے کے سر خلافت

پیشہ جانا داخل طبع جو یا اس شخص کا طالب دعویٰ خلافت ہونا داخل طبع ہے کہ جسکی نسبت مجبڑ صادق خود حضرت ابو بکر سے فرماتے ہیں کہ بعد روانگی بھارت جبریل امین نازل ہوئے اور یہ وحی لائے کہ یہ کام رسالت کا ہی اسکو تم خود انجام دیکھتے ہو یا علی مرتضیٰ انجام دیکھتے ہیں۔ اور نیز تبوک جاتے ہوئے حضرت علی کو خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا انت منی بمنزلہ ہارون بن موسیٰ اور پردہ وغیرہ کی شکایت کرنے پر سب کے رو بروائے فرمایا کہ میرے بعد علی بھارت احکم اور والی ہے اور لفظ امام اور سید اور امیر ہمیشہ حضرت علی کو اپنی زبان سے فرماتے۔ دس بارہ مرتبہ جلیہ عام کو کے اظہار خلافت حضرت علی کا کیا کہ انوار المدیٰ میں بتشریح تمام مندرج کیا ہے حجۃ الوداع میں بروز عرفہ عام امت کو حکم دیدیا کہ میرے بعد المہدیت بھارتے پیشوا ہیں مکلف طاعت اُنسے اور قرآن سے مشک کرنا چاہیے بعد اسکے غدیر خم پر بڑا اجلاس جمع کر کے امیر المومنین کو خلافت پر نصب کر دیا۔ اُسکے بعد مدنیہ میں تشریف لا کر حالت بیماری میں جن جن لوگوں کی طرف سے گمان فساد اور فتنہ پرداری کا بر خلافت حضرت امیر المومنین کے تھا انکو بامحتی اسامیں بنیدوم کی طرف جانیکا حکم دیدیا اور وفات سے چند ساعت پیشتر یہ سب لوگ کوچ پر تیار ہو گئے حضرت ابو بکر و حضرت عمر باوجودیکہ اُنھوں نے بہت کچھ دوا دیا کیا مگر دفن نہ تھا ان اسامے انکا نام خارج تھا یا اور قریب وفات سید عالم صلعم نے بیوس خاص اور سب مشترک اصلاحات و دیگر البتہ مخصوصہ داگشت فرمائی حضرت علی مرتضیٰ کو عطا فرما کر اور وصایائے معمول پھر ان سے مشرت و ممتاز کر کے اپنا خلیفہ اور وصی بنایا۔ منشی صاحب اگر آپ کے مزاج میں کچھ بھی نفاذ ہے تو فوراً اس بات پر غور

فرمائیے کہ ان باتوں میں سے جو مذہب نے اور پرگذازش کی ہر ایمن سے ایک بھی
 حضرت ابوبکر یا کسی دوسرے صحابی کو کبھی عمر بھر حاصل ہوئی ہو بھلا خلافت
 ایسی شے ہے کہ کسی کو بالابالائیک کی بلا مرہی حاصل ہو جاوے ادنیٰ ادا نے
 درویش بھی جسکو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں توجہ و دستار باخزہ تو ضرور ہی دیتی ہیں
 آپ اور تو سب باتوں کو جاننے دیجئے اسی کی تحقیقات کیجئے کہ انتقال سے پیشتر
 حضرت رسول خدا نے جب انبیاء عامہ و جبہ و روا و اسلمہ و اسب و غیرہ حضرت
 علی کو عطا فرمائے تو حضرت ابوبکر کو بھی تبرکات میں سے کچھ دیا اور تین روز پیشتر سے
 گھر میں گھسنے دیا یا نہیں اور خطاب آخری مروجہ صحیح بخاری تو مواعنی کتبہ یہ
 حضرت شرف خدمت حضرت رسالت سے تا وفات وفات مشرق ہو یا سیر
 اور مولف کا یہ قول کہ آیہ بلغ کے معنی درشت سے خالی نہیں کہ یا تو خدا تعالیٰ
 بھی اصحاب ثلاثہ سے مثل حضرت امیر کے ڈرتا تھا۔ یا حضرت امیر جہاں تھے
 اور اس وجہ سے وہ قابل امامت نہ تھے بالکل مجنون کے بڑھے رسول خدا کو
 نہ استدلال کرنا آتا ہی نہ الزام دینا۔ کوئی پوچھے کہ جب تمنے معنی آیت میں درشت
 قرار دین بھر ایک ہی شے لکھ کر کیوں خاموش ہوئے اور نصف نینج شق اول کو
 کس طرح شق ثانی قرار دیا۔ شق اول میں جب تم حضرت امیر اور خدا تعالیٰ
 کو مساوی درجہ کے ڈرنے والے قرار دیکھے تو نتیجہ میں ایک کی جہانت کو کیوں
 ترک کر دیا صاف لکھا ہوتا کہ خدا تعالیٰ بھی بوجہ جہانت مستحق خدائی نہ رہا اور جبکہ
 شق اول میں حضرت امیر کو ڈرپوک قرار دیکھے اور شق ثانی میں بھی اسی کا اعادہ کیا پھر
 خدا شق کس طرح ہوئی یہ تو رجعت تمغری یعنی فی کے جانتا ہی اور حضرت منشی

صاحب یہ کونسا قاعدہ استدلال کا ہے کہ آپ نے جناب امیر کی نسبت تو الزام جہانت لگا کر غیر مستحق امامت قرار دیا اور خدا تعالیٰ کی نسبت بھی وہ الزام جہانت کا لگایا اور اسکو خدا کی کافر مستحق نہ لکھا کیا امامت خدا کی سے بڑی ہے کہ مرد جہان خدا کی خدا کی تو کر سکے اور امامت نہ کر سکے۔ علاوہ اسکے مضمون آیت سے خدا تعالیٰ یا علی مرتضیٰ کی جہانت ثابت نہیں ہوتی پھر آپ نے کس طرح خلاف مراد آیت خدا تعالیٰ کو جہان قرار دیا خدا تعالیٰ تو اپنے رسول سے یوں فرماتا ہے کہ ہمارے پیغام کو پہنچا دے اور مردم اسرار کا خوف نہ کر ہم تجھ کو ان کے شر و فساد سے بچا دیں گے یہ کلمات تو بہادری کے ہیں پھر جسے کس طرح خدا تعالیٰ پر الزام ڈر پوک ہونیکا لگایا۔ کیا آپ کو یہود کی محبت زیادہ رہی ہے یہ وہ لوگ البتہ ایسے مقولہ کہہ دیتے ہیں چہ بڑے بن میسر سے یعنی کچھ احمد حرام زادہ سے پر میسر بھی ڈرتا ہے۔ سوائے اسکے تو ہونا آپ کے استدلال کا اسی سے ظاہر ہے کہ حجت بے نخل ہے جہان یہ الزام عاید نہیں ہو سکتا تھا وہاں تو آپ نے الزام عاید کیا اور جہان اسکا محل تھا اسکو بھول گئے دیکھیے اگر کوئی شفی ازلی براہ شقاوت آیت مبلغ سے کسی پر الزام ڈر پوک ہونیکا لگا دے تو وہ بے ایمان ملعون رسول خدا صلعم پر اس الزام کو اسوجہ سے لگائے کہ آپ نے بخوف بعض اشعار استنبیہ پیغام الہی کو ظاہر نہیں فرمایا تھا خدا تعالیٰ نے جب یہ وعدہ فرمایا کہ ہم تجھ کو آدمیوں کے شر سے بچا دیں گے اسوقت آپ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ خدا تعالیٰ کی تو صاف بہادری اور شجاعت ظاہر ہو چکی ہے اور کسی لفظ یا کلمہ سے خدا تعالیٰ یا علی مرتضیٰ کی جہانت بائی نہیں جاتی پھر فرمائیے تو کیا خدا تعالیٰ اور علی مرتضیٰ ہی آپ کے دشمن ہیں کہ کہیں انکی جہانت کا

ذکر ہی اور نہ مذکور ہی اور آپ زبردستی مانگو جان قرار دیتے ہیں۔ رسول خدا صلعم کو اس زمرہ سے خواہ آپ سہواً چھڑ گئے ہیں یا انکی پھر حمایت مرکوز خاطر ہوئی ہی مگر استدلال آپ کا نامعلوم ہو گیا اور ایمان بھی سلامت نہ رہا یعنی جب خدا تعالیٰ آپ کے نزدیک قابلِ خدا کی نہ رہا تو حضرت کی رسالت کب باقی رہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف صاحبِ جہانت اور شجاعت کی تعریف سے بھی آگاہ نہیں ہیں اور احتیاط اور بددلی کے فرق سے بھی مطلع نہیں ہیں۔ رسول خدا صلعم نے جو تبلیغ حکم امامت علی مرتضیٰ کو براہِ سب سے حیدرے حیز التواریخ و الامم بنظر احتیاط مانتھا۔ اور احتیاط ایک فصلت شریف ترین فضائل سے ہی اور شجاعت کے تحت میں ایسے ہی داخل ہی جیسے بددلی تحتِ جہانت ہی جناب رسول خدا صلعم اور حضرت علی مرتضیٰ کا اغماض کرنا طرحِ دیگر ناہمیشہ بنظر احتیاط ہوتا تھا سلمان التبتہ فار کے اندر رہنا احد کے میدان سے بھاگ جانا خبر میں حنین میں فرار ہونا داخلِ جہانت ہیں اور اسی کی بابت یہ مقلد ہی الحبیبان کا یستحق الامامت۔

قال صاحب اسرار اللہ می جلد بیث قال رسول اللہ صلعم یا ایہا الناس انی تارک فیکم القتلین کتاب اللہ وغذتی ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی۔ ترجمہ۔ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ای آدمیوں! تحقیق میں تمہارے وہ میان دو چیزیں جلیل القدر چھوڑنا ہوں ایک قرآن ہے اور دوسرے عزت میری اگر تم ان دونوں سے تمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے بعد میرے۔

اقول بحولہ تعالیٰ حضرت منشی صاحب کچھ مفصلاً ارشاد نہ ہوا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے نصوص میں آپس کیوں اس حدیث کو تحریر فرمایا۔ ہاں پہلے تو یہ فرمائیے کہ آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر بھی ذمہ داس میں داخل ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو پھر کن میں داخل ہیں اور اگر ہیں تو فرمائیے کہ انھوں نے تمسک عترت پیغمبر خدا کیا یا نہیں اگر تمسک کیا ہی تو وہ خلیفہ اور امام کس طرح رہے خلیفہ اور امام تو وہ ہوئے کہ جنگور سو خدانے واسطے تمسک امت کے اپنے بعد چھوڑا اور خاص معنی خلیفہ کے یہ ہی ہیں یعنی چھوڑا ہوا اس حدیث سے تو قطعاً خلافت حضرت ابوبکر کی باطل ہوگی۔ اور اگر حضرت ابوبکر نے آپ کے نزدیک عترت پیغمبر تمسک نہیں کیا تو بشادات اسی حدیث کے آپ کو قبول کرنا پڑا کہ وہ گمراہ ہو گئے۔ دیکھئے یہ معجزہ اہلبیت پیغمبری کہ دشمن کی زبان پر بھی حق جاری ہو جاتا ہے۔ کتب مخالفین میں جو مناقب اور فضائل اہلبیت پائے جاتی ہیں اسکی یہ ہی وجہ ہے۔

قال صاحب اسرار المدی۔ اس حدیث صحیح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا نے مقدمات دینی اور احکام شرعی میں جمیع مدعیان اسلام کو حوالہ کتاب اللہ اور اپنی عترت کے فرمایا پس جو کوئی بد نصیبان دونوں جلیل القدر چیزوں کا مخالف ہو گا وہ بالیقین مخالف خدا اور سول سمجھا جائیگا۔

اقول بحولہ تعالیٰ حضرت منشی صاحب جبکہ مقدمات دینی اور احکام شرعی میں تو تمسک عترت پیغمبر کا واجب ہوا پھر حضرات خلفائے ثلاثہ کس کام پر متعلق رہے اسکی بابت مفصل ارشاد ہو اور بعد اسکے یہ فرمائیے کہ جن لوگوں نے یا جن نصیب

لوگوں نے اہلبیت پیغمبر کو ترک کر کے اپنے آپ کو دینی پیشوا ظاہر کیا یا بجائے اسکے کہ اہلبیت کی اطاعت و پیروی کریں اُنہی اپنی اطاعت اور پیروی کرائے۔ یا جنھوں نے عترت کے جمع کئے ہوئے قرآن کو قبول نہ کیا یا جنھوں نے تقلید عترت کو ترک کر کے اجماع اور نجاست سے مسلمات شرعی جاری کئے یا جنھوں نے ترک عترت غیر لوگوں مثل ابو موسیٰ و ابن مسعود وغیرہ کو اپنے مفتی مقرر کئے وہ خدا اور رسول کے مخالف ہو گئے یا نہیں اور آپ اُن لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں۔

قال صاحب اسرار الہدی اب یہ امر تحقیق طلب ہے کہ فریقین یعنی اہل سنت و اہل تشیع میں سے کون سا فرقہ ناجیہ متمسک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ کا ہے اور کون ان دونوں مستحکم جبل متین کو ایمان و دین سمجھتا ہے اس لیے کتب فریقین کو بلا تعصب ملاحظہ کرنا ضروری سمجھا گیا چنانچہ کتب اصول و فروع اہل سنت میں کوئی روایت قوی یا ضعیف ایسی نہ دیکھی گئی کہ حسین ابانت کتاب اللہ یا عترت رسول اللہ کی صراحتاً یا کتا یا پائی جاوے اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ اہل بلاشبہ متمسک حدیث ثقلین کا ہے۔

اقول بجل اللہ تعالیٰ العظیم امر تحقیق طلب میں منتی صاحب فریقیت و صو کہ کھایا یہ فرقات اہل سنت و اہل تشیع کی باب پیشتر ہی تحقیقات کرنا کیا ضروری ہے اُن لوگوں کی نسبت تحقیقات کرنا چاہیے کہ جنہی مخاطب ہو کہ رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا تھا اور جن کے زمانہ میں وہ عترت پیغمبر

موجود تھے جنکو رسول خداؐ نے اپنی بعد دنیا میں جھوٹا تھا اور جنگی پیروی اور تمسک کی بابت پیغمبر خدا صلعم نے اپنے اصحابوں کو حکم دیا تھا انکے بعد تابعین اور تبع تابعین ائمہ اہل جماعت بانیان مذہب اہل سنت کی نسبت تحقیقات فرمائی جب اس سے فارغ ہو جاوین اُس وقت عوام اہل سنت و اہل تشیع کی نسبت تحقیقات کرنا چاہیے کیونکہ اول اصل کی تحقیقات ضروری اگر اصل ہی مخالف خدا و رسول ثابت ہو گئی تو منہج کا تمسک بھی اگر ثابت ہو جاوے تو کیا فائدہ ہے۔

اس تحقیقات کی تکمیل کے لئے اول تو قرار دینا اس بات کا ضروری کہ آنحضرت صلعم نے جو اس حدیث میں لفظ عترت فرمایا ہی اُسے مراد علی الصمیم کون کون شخص میں پھر دکھینا چاہیے کہ جن لوگوں کو مخاطب کر کے رسول خداؐ نے یہ حکم دیا تھا وہ کون لوگ ہیں اور کوئی مسلمان اُس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے یا نہیں پھر یہ یقین کرنا چاہیے کہ تمسک کے کیا معنی ہیں اور اُس سے رسول خداؐ نے کیا مراد لی ہے آیا فقط بحسب مزعوم منشی صاحب عدم تو ہیں کو ہی تمسک کہتے ہیں یا تمسک کوئی اور شئی ہے جب یہ ہر سہ امور قرار پا جاوین اس وقت کتب فریقین سے دیکھا جاوے کہ کون فرقہ تمسک بالہدیت پیغمبرؐ ہی اور کون فرقہ عزیزوں کا تمسک اور عترت کا مخالف ہے اس لئے واجب ہوا کہ ہم اول ان ہر سہ امور کی تفتیح کریں اُسکے بعد فیصلہ قطعی دیں۔

اول یہ کہ مراد عترت پیغمبرؐ سے کون لوگ ہیں تحقیقات اس امر کی کہ عترت اور الہدیت پیغمبر خدا صلعم کون شخص ہیں بہت

آسان ہی اگر صبر اکثر حاذقین خاندان رسالت نے بوجہ نفی و عدالت کہ اس کے
 دلون میں حضرت علی مرتضیٰ اور حسین علیہما السلام کی طرف سے جاگزیں ہوتے
 بہت عزیز لوگوں کو داخل المہبت کر کے ان جہات میں کے شامل کیا ہے لیکن کوئی
 ثبوت کامل انکو آج تک ایچ نہیں لگا سکا کہ بعضوں نے نہایت نقیب
 اور عداوت سے حضرت کے دیگر چھاؤں اور بھپیوں کی اولاد کو بھی المہبت
 اور عزت میں معدود کیا مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ عزت ادا المہبت پیغمبر خدا صلعم
 فقط وہ لوگ ہیں کہ جنکی نسبت پیغمبر خدا صلعم نے یہ لفظ فرمایا ہو کہ وہ میری عزت
 ادا المہبت ہیں بلکہ محمد و دکر دیا ہو کہ یہی میری عزت ہیں اور جنکی نسبت
 کبھی زبان مبارک سے لفظ عزت یا المہبت نہیں فرمایا ہے خواہ کس یا ہی
 قرنی بدشتہ دار ہو ہم داخل عزت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ابوسب کو آج چاہیے
 مگر ہم شامل عزت نہیں کر سکتے اب ہمکو فقط یہ بات دریافت کرنی چاہیے
 کہ آنحضرت صلعم نے بھی کبھی انظار اس امر کا کیا ہے کہ فلان فلان شخص میرے
 عزت ہیں چنانچہ صحاح اہل سنت کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ صد ہا نقباء
 پر رسول صلعم نے است پرا نظار اس امر کا کیا ہے کہ علی وفاطہ و حسین علیہم السلام
 میری عزت اور المہبت ہیں اور سوائے انکے کبھی کسی اور شخص کے لئے
 انظار عزت و المہبت ہونیکا نہیں فرمایا ہے نہ دیگر نبات و ازواج کے لئے کسی
 بلکہ یہ لفظ نہیں فرمایا چنانچہ بطور نمونہ چند روایات صحاح ستہ درج کی جاتی
 ہیں اسراج المسلمین عایشہ قتالت حرم البی صلعم خدا کا و علیہ
 امر طمرجل من شغل سورجاء الحسن بن علی فلا ینظر من جاء الحسن

موجود تھے جنکو رسول خداؐ نے اپنی بعد دنیا میں جھوٹا تھا اور جنگی پیروی اور تسک کی بابت پیغمبر خدا صلعم نے اپنے اصحابوں کو حکم دیا تھا انکے بعد تابعین اور تبع تابعین ائمہ اہل جماعت بانیان مذہب اہل سنت کی نسبت تحقیقات فرمائی جب اس سے فارغ ہو جاوین اُس وقت عوام اہل سنت و اہل تشیع کی نسبت تحقیقات کرنا چاہیے کیونکہ اول اصل کی تحقیقات ضروری اگر اصل ہی مخالف خدا و رسول ثابت ہو گئی تو منسوع کا تسک بھی اگر ثابت ہو جاوے تو کیا قائم ہے۔

اس تحقیقات کی تکمیل کے لئے اول تو قرار دینا اس بات کا ضروری کہ آنحضرت صلعم نے جو اس حدیث میں لفظ عترت فرمایا ہی اُسے مراد علی الصمیم کون کون شخص ہیں پھر دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کو مخاطب کر کے رسول خدا نے یہ حکم دیا تھا وہ کون لوگ ہیں اور کوئی مسلمان اُس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے یا نہیں پھر یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ تسک کے کیا معنی ہیں اور اُس سے رسول خدا نے کیا مراد لی ہے آیا فقط بحسب مرغوم منشی صاحب عدم تو ہیں کو ہی تسک کہتے ہیں یا تسک کوئی اور شے ہے جب یہ ہر سہ امور قرار پا جاوین اس وقت کتب فریقین سے دیکھا جاوے کہ کون فرد تسک بالہبیت پیغمبر ہے اور کون فرد غیر ذوق کا تسک اور عترت کا مخالف ہے اس لئے واجب ہوا کہ ہم اول ان ہر سہ امور کی تفتیح کریں اُسکے بعد فیصلہ قطعی دیں۔

اول یہ کہ مراد عترت پیغمبر سے کون لوگ ہیں تحقیقات اس امر کی کہ عترت اور الہبیت پیغمبر خدا صلعم کون شخص ہیں بہت

آسان ہے اگر صبر اکثر حاذین خاندان رسالت نے بوجہ نفی و عداوت کے اُس کے
دلون میں حضرت علی مرتضیٰ اور حسین علیہما السلام کی طرف سے جاگزیں تھے
بہت عزیز لوگوں کو داخل المہیت کر کے ان جبارین کے شامل کیا ہے لیکن کوئی
ثبوت کامل انکو آج تک باطن نہیں لگا یہاں تک کہ بعضوں نے نہایت لعصب
اور عداوت سے حضرت کے دیگر چھاؤں اور بھپیون کی اولاد کو بھی المہیت
اور عترت میں معدود کیا مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ عترت اور المہیت پیغمبر خدا صلعم
فقط وہ لوگ ہیں کہ جنکی نسبت پیغمبر خدا صلعم نے یہ لفظ فرمایا ہو کہ وہ میری عترت
اور المہیت ہیں بلکہ محدود کر دیا ہو کہ یہ میری عترت ہیں اور جنکی نسبت
کبھی زبان مبارک سے لفظ عترت یا المہیت نہیں فرمایا ہے خواہ کدیا ہی
قریبی بدشتہ دار ہو ہم داخل عترت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ابوسب گز آجیا چاہے
مگر ہم شامل عترت نہیں کر سکتے اب ہمکو فقط یہ بات دریافت کرنی چاہیے
کہ آنحضرت صلعم نے بھی کبھی اظہار اس امر کا کیا ہے کہ فلان فلان شخص میری
عترت ہیں چنانچہ صحاح اہل سنت کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ صد ہا مقامات
پر رسول صلعم نے است پرا اظہار اس امر کا کیا ہے کہ علی وفاطمہ و حسین علیہم السلام
میری عترت اور المہیت ہیں اور سوائے انکے کبھی کسی اور شخص کے لئے
اظہار عترت و المہیت ہونیکا نہیں فرمایا ہے تاکہ دیگر نبات و ازواج کے لئے کسی
بلکہ یہ لفظ نہیں فرمایا چنانچہ بطور نمونہ چند روایات صحاح ستہ درج کی جاتی
ہیں اخرج المسلم عن عائشہ قالت خرج النبی صلعم غداً و علیہ
امرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسين

فادخل معه ثعبان فاطمة فاطمة ثعبان ثعبان على فادخله ثعبان قال انما يريد
الله ليدفع عنكم الرجس اهل البيت ائمہ۔

واخرج النسائي في الخصائص عن ابن عباس عی رسول الله صلعم
والحسين وعليهما فاطمة فخذ عليهم ثوبا فقال هؤلاء اهل بيته وخاصتي
فاذهب عنهم الرجس وتطهرهم تطهيرا یعنی سلم نے تو عائشہ سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کو جناب سرور کائنات ایک سیاہ گلیم اور
ہوئے گھر سے باہر نکلے کہ حسن بن علی آئے اور آپ نے انکو گلیم میں لپیلا پھر حسین
آئے انکو بھی گلیم میں لپیلا پھر فاطمہ اور علی آئے انکو بھی گلیم میں داخل کیا اور آیت
تطہیر قرأت فرمائی کہ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ اہل البیت رسالت سے رجس کو
دور کرے اور انکو ایسا پاک کرے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ اور امام نسائی
اپنی کتاب خصائص میں حضرت ابن عباس سے جو حضرت کے چچا زاد بھائی
ہیں یہ روایت کرتے ہیں کہ بولایا آنحضرت صلعم نے حسن اور حسین
اور فاطمہ علیہم السلام کو اور انپر ثوب اڑھا دیا اور فرمایا کہ مخصوص یہ ہے
البیت میرے ہیں بار خدا یا دور کر اسے جس اور پاک کر انکو جیسا کہ پاک
کرنے کا حق ہے۔ اور حضرت ام سلمہ زوجہ رسول خدا صلعم نے اس سے
بھی زیادہ مفصل روایت کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ ازواج آنحضرت اس
شرف میں داخل نہیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ امام واحدی نے اسباب نزول
میں روایت حضرت ام سلمہ کو لکھا ہے۔ پھر بوقت مبارکہ اظہار اس امر کا ہوا
کہ البیت اور عزت پیغمبر خدا صلعم کے فقط وہی چار تین ہیں جیسا کہ صحیح مسلم

میں سعد بن وقاص سے مروی ہے۔ لہٰذا نزلت ہذا کلاۃ قل تعالوا
 ندع الیٰہما رسول اللہ صلعم علی وفاطہ والحسن والحسین
 فقال اللہم ہو کلاء اہلبیتی۔ یعنی بوقت نزول آیہ مباہلہ کے آنحضرت
 صلعم نے حضرت علی وفاطہ وحسین علیہم السلام کو بلایا اور یہ فرمایا کیا بخیر یا
 یہ ہی میرے اہلبیت ہیں۔ ایک روایت میں حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں
 کہ بحالت جنابت مسجد میں جانا سب پر حرام ہے مگر محمد و اہلبیت محمد پر کہ
 کہ وہ علی وفاطہ وحسین ہیں۔ وعن سعید بن جبیر عن اجمعیہ عن قال
 لما نزل قوله تعالیٰ قل لا اسئلكم علیہ اخر الا المودة فی القربی
 قالوا یا رسول اللہ من ہو کلاء الذین وجبت علینا مودتہم
 قال صلعم علی وفاطہ وانا ہما۔ یعنی وہ یہی چار تین میں جنکی موت
 مسلمانوں پر فرض ہے غرض کہ ان تک شمار کیا جاوے ہزار روایات
 کتب اہلسنت میں اس قسم کی موجود ہیں کہ جنہیں لفظ حضرت اہل بیت
 ذوی القربی فقط ان چہار تین پاک میں محدود کیا گیا ہے۔ اگر کسی کو اسکے
 خلاف دعویٰ ہو تو اپنے ہی کتب سے سوائے ان چہار تین کے دیگر اعمال
 دینی اعام و نہات و ازدواج کی نسبت ایسا ہی فرمان نبوی تلاش کرے
 جتنی کرے حسین انکی نسبت یہ لفظ ہو کہ یہ ہی میری عزت ہیں یا یہ ہی
 میرے اہلبیت ہیں یا انکو بحالت جنابت مسجد میں جانا حلال ہے
 یہ ہی جس سے پاک ہیں۔

دوم حدیث ثقلین میں مخاطب کون ہیں۔ عبارت حدیث میں

خطاب کل آدمیوں سے ہے جس میں تمام مسلمان اور حاضرین وقت داخل
ہیں اور جو اس حدیث میں مثل دیگر احادیث کے خطاب فقط مومنین سے
نہیں ہے بلکہ ہر مومنین و مسلم و منافق و کافر اہل ذمہ لفظ ناس میں شامل کئے
گئے ہیں اسکی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس خطاب سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا
البتہ وہ لوگ جو آدیت سے خارج ہیں وہ اس خطاب سے مستثنیٰ ہو سکتے
ہیں۔ پس خلفاء ثلاثہ اور جمیع صحابہ و مسلمانان قدیم و جدید اس حدیث
میں مخاطب ہیں اور ان سبکو تعلین سے متسک کرنا واجب و لازم
ہے۔ جو کوئی متسک بہ تعلین نہیں ہوا وہ گمراہ اور اسلام سے خارج ہوا۔
اسووم متسک سے کیا مراد ہے۔ اگرچہ مراد متسک وہ ہے جس کا کچھ
اشعارہ حدیث کے ترجمہ کے بعد مولف صاحب نے لکھا کہ پیغمبر خدا نے
معدومات دینی اور احکام شرعی میں جمیع مدعیان اسلام کو حوالہ کتاب اللہ
اور انبیٰ عزت کو کیا لیکن بعد اسکے وہ متسک کے معنی سے بالکل
گزر گئے اور جب انھوں نے ذکر کتب اہل سنت کا کیا متسک کو چھوڑ کر
توہین و عدم توہین میں جا گئے اور فقط عدم توہین کو متسک سمجھ لیا حالانکہ
عدم توہین کو متسک نہیں کہتے اس اعتبار پر کہ ہنود کے شاستر میں بھی
توہین البیت پیغمبر نہیں مثل حضرات اہل سنت وہ بھی کیا متسک
بالبیت پیغمبر سمجھی جائیگی۔ ہم منشی صاحب پر یہ الزام قائم نہیں کر سکتے
کہ وہ متسک کے معنی نہیں سمجھے کیونکہ جنک اہل سنت کے کتب کا ذکر
نہیں ہوا تھا اسوقت تک وہ متسک کے معنی جانتے تھے مگر حیابیت

کے کتب سے متسک ثابت کرنیکا وقت آیات مجبوراً انکو اصل معنی متسک کے چھپائی پڑے اور یہ لکھنا پڑا کہ دیکھو ہماری کتب میں توہین قرآن والہ بیت کی نہیں ہے اسلئے ہم متسک یہ نقلیں قرار پائینگے۔ مگر ہم صاف ثابت کر دینگے کہ نقلیں کی توہین حاصل اصول مذہب اہل تسنن ہے اور انکے پیچواؤں نے نقلیں کی توہین کی ہے اور انکے کتب میں صاف توہین نقلیں موجود ہے مگر یہ موقع صرف متسک کی بحث کا ہے کہ درحقیقت متسک کسکو کہتے ہیں اور اس سے مراد کیا ہے۔ واضح ہو کہ متسک نقلیں سے مراد رسول خدا صلعم کی یہ ہے کہ جب تک میں تمھارے درمیان تھا تو تمھاری اصلاح اور دینی نبوی میں بوجہ احکام آئی وحبیب رکھا و اجتہاد خود حکم کرتا تھا اب میں وفات پانے والا ہوں بہر حال میرے بعد محتاج ایسے ہی قاضی اور عالم کی ہوجیسا کہ میں تھا اس لحاظ کو ہدایت کرتا ہوں کہ میرے بعد نقلیں کو اپنا قاضی حاکم سمجھنا۔ قرآن تو وہی قرآن ہے جو رسول صلعم پر نازل ہوا اور انکو زمانہ میں موجود تھا اسکی تعلیم دینا والی اسکے معنی اور مراد سمجھانے والی مقام رسول خدا صلعم کے لئے الہیت میں کیونکہ وہ بھی رسول خدا کی طرح مسموم اور گناہوں پاک ہیں۔ تخصیص الہیت کی متسک کیلئے فقط اسوجہ سے ہے کہ وہ ظاہر اور گناہوں سے پاک ہیں اور لوگوں کا اعتبار زمین ہو سکتا خواہ کیسے ہی تکون ہوں چنانچہ مسلمانوں کے اطمینان کے لئے رسول خدا نے یہ بھی فرما دیا کہ میرے الہیت کبھی قرآن سے جدا نہونگے عرضکہ حاملات دین و دنیا میں فقط الہیت ظہیر کی پیروی اور تقلید کرنی چاہئے اور احکام سرعی جو وہ اپنی زبان سے فرما دین اسی پر عمل کیا جاوے جس طرح کہ زمانہ

رسوئے اصلم کے اقوال و افعال کی پیروی کرنے سے قطعاً اُسی طرح انکی اہمیت کی پیروی کی جاوے۔ ایسا لکھنا چاہیے کہ ابن مسعود نے یوں کہا اور عمر بن خطاب نے یوں کیا اور ابو حنیفہ کی یہ رائے ہی اور شافعی کا یہ حکم ہی اور ان غیروں کے اقوال و افعال کو اپنے لئے شریعت بنا کر عمل کروا کر فقط اہمیت پیغمبر کے اقوال و افعال کو شریعت بنا کر جب تک وہ ہم میں موجود رہی بالمشافہ انکی تقلید و پیروی کروائے زمانہ کے بعد ان کے اقوال و افعال پر متکرمے واسطے کا نام متک ہے۔ اب سب سے پہلے تو حالات خلفاء اور صحابہ کی پر تال کرنے چاہیے کہ کس کس نے پیروی کس کس کی وہ راہ راست پر رہے یا یا گمراہ ہو گئے بعد اسکے اہل تشیع اور اہل تشیع کی کتابیں کا لکھ کر دیکھو تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کون فرقہ متکسبہ نقلین ہے اور کون غیر متکسبہ اور گمراہ ہے اگر نصف مزاج آدمی ان نزاعات اور بحث و تکرار کو چھوڑ کر فقط اسی ایک حدیث کے تحقیقات کرے تو ممکن نہیں کہ حق صریح اُس پر فوراً ظاہر نہ ہو۔

تحقیقات متکسبہ بالہدیت پیغمبر نسبت خلفاء ثلاثہ و دیگر صحابہ۔ واضح ہو کہ جہاں تک غور اور فکر کیا جاتا ہے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ وغیرہم نے یہ تعمیل ارشاد نبوی متکسبہ نقلین سے نہیں کیا۔ حضرات اہمیت کو اس بحث میں نہایت درجہ تردد ہوتا ہے کیونکہ اگر اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ نے اہمیت پیغمبر سے متکسبہ کیا تب تو خلافت باطل ہوتی ہے اور اگر یہ کہیں کہ انھوں نے اہمیت پیغمبر سے متکسبہ نہیں کیا تو صاف

گراہ ثابت ہوتے ہیں گویم مشکل و اگر نہ گویم مشکل اسی سے مراد ہوا ہے کہ حضرات
اہلسنت سے تو امید نہیں کہ منصفانہ اور آزادانہ طور سے اس امر پر بحث کریں
اس لئے مجبور ہوں ہی واقعی حال گذارش کرنے میں کہ یہ حدیث ثقلین ادا حسنہ
سال دہم ہجری بروز عرفہ حجۃ الوداع رسول خدا صلعم نے فرمائی اور اسکے
فرمانے کے دو ماہ کے بعد آپ بیمار ہوئے اور تیسرے ماہ میں وفات پائی
انتقال سے دو تین روز پیشتر ضباب سرور کائنات نے جب وصیت نامہ
لکھوانا چاہا اور یہ فرمایا اھلوا اکتب لکم کتابا یا لہم تفضلوا بعدی
یعنی آؤ تمھارے لئے ایسی تحریر لکھو اور ان جس سے میرے بعد گمراہی میں
پڑنے سے بچ جاؤ چونکہ یہ امر پیشتر معلوم ہو چکا تھا کہ نبی صلعم کے انتقال کے
بعد فقط تنک ثقلین گمراہی سے بچانے والا ہی اس لئے حضرت عمر و غو
نے عقل سے معلوم کیا کہ حضرت پیغمبر خدا صلعم اب اسی حکم کے بروی کرتے
پختگی کرتے ہیں اس لئے مانع تحریر وصیت نامہ ہوئے اور حضرت کریم
صاف یہ کہا حسبنا کتاب اللہ - یعنی ہمارے فقط قرآن کافی ہے -
ظاہری کیا ہیبت کے تنک سے انکار کیا - اور چونکہ بقول مجرب صادق
گمراہی سے بچانے والی دو روشی ہیں اور حضرت عمر نے اپنے لئے ایک شی کو
کافی بتلایا گمراہی سے بچنا تو معلوم آنحضرت صلعم نے اپنے مکان سے بھی
اٹھوایا - پس ثابت ہے کہ گردہ خلفاء ابتداء سے ہی مخالف عزت تھا اور جو
شخص مخالف عزت ہو وہ قرآن کا بھی ہم تنک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں
ایک ساتھ ہیں - پس جو لوگ تاریخی حالات سے واقف ہیں وہ جانتے

ہیں کہ بعد انتقال پیغمبر خدا صلعم شیخین اور دیگر اُنکے ہمسا از صحابہ نے کوئی دقیقہ
 ایذا رسائی و توہین عترت پیغمبر کا اٹھا نہیں رکھا حقوق اُنکے غضب ہر طرح پر
 آزار اُنکو پہنچایا حضرت علی علیہ السلام نے جو قرآن جمع کیا اُسکو قبول کیا
 خود پہلے اجرت دیکر لوگوں سے قرآن جمع کرایا چند روز بعد خلیفہ سوم نے اُسکو
 ناقص قرار دی کہ جلوایا خود اپنے نو پسندوں اور محروں سے جمع کرایا پھر
 مسلمات شرعی میں باوجود نادانیت خود غیر لوگ سفی اور قاضی مقرر کیے
 آبی بن کعب ابن مسعود زید بن ثابت ابو موسی وغیرہ چند اشخاص کی
 چیائست مقرر کی سائل شرعیین اجتہاد کرایا حسبکو علمائے المہبت اجتہاد و
 مذہب فاروقی کہتے ہیں۔ ثبوت اس امر کا کہ خلفائے ثلاثہ نے ثقلین سے تنک
 نہیں کیا اور آپ بطور خود پیشوا بنکر اجماعی اجتہاد سے حل مسائل شرعی
 کرتے تھے اور پھر یہی مذہب مخالف ثقلین موسوم بمذہب سنت ہو کر عوام
 میں جاری ہوا۔ اور اسکا نام مذہب سنت ہی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی
 کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء سے حاصل ہے۔ وہ کتاب مذکور کے
 صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ بریلی میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔ و شک نیست
 کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و ذو النورین سلاطین بر روی زمین و روم
 و فارس رافع کردند و قرآن را جمع کردند ہاں قرآن در تمام عالم شایع
 شدہ است و مسائل اجماعیہ الشیاء در جمیع آفاق منتشر گشتند و اکثر اہل
 اسلام بمذہب سنت متمذہب شدہ اند۔ (ہم آج تک اسی شک میں تھے
 کہ مذہب سنت و جماعت میں شاید لفظ سنت طریقہ پیغمبر خدا سے مراد ہو

مگر یہ بات اب معلوم ہوئی کہ سنت سے مراد طریقہ خلفاء ہی ہے فرمایا اب تو کسی سنی مسلمان کو شک نہیں رہیگا کہ خلیفہ صاحبان مخالف تقلین تھے اور حضرات اہلسنت متسک بطریقہ خلفاء ہیں۔ پس حضرات اہلسنت حدیث پیغمبر خدا کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں آیا جو کچھ انسین ارشاد فرمایا ہے وہ سچا ہے اور دھمکی یہ بات سچ ہے کہ جو متسک بہ تقلین نہیں ہے وہ گمراہ ہو گیا یا کوئی تاویل کر سکتی ہے رسول خدا صلعم نے جو حدیث تقلین میں ہے فرمایا ہے۔

فأمرهم أن يفرقوا حتى يردوا على الخوض - یعنی وہ دو دنوں یعنی قرآن و اہلبیت آپس میں ایک دوسرے سے جدا ہونگے تا آنکہ میرے حوض پر وارد ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن سے متسک ہونا مسلمانوں کا اس وقت صحیح سمجھا جائیگا کہ جب وہ متسک بذریعہ اہلبیت پیغمبر کے حاصل ہو۔ جو بخود قرآن جمع کر کے عمل کر لیا ہے گز داخل متسک نہیں اسلئے ثابت ہوا کہ خلفاء موصوف قرآن سے بھی متسک نہ تھے اور جسے مخالف عزت تھے اُس سے زیادہ مخالفت قرآن تھے اب ہم ظاہر طور سے بھی صحابہ و خلفاء وغیرہ کا قرآن مجید سے باصرار تمام مخالفت کرنا کتب اہلسنت سے ہی ثابت کرتے ہیں۔

دیکھئے قرآن مجید میں حکم نازل ہوا کہ بنی صلعم کی حضور میں شوز نکر و زور سے مت بلو و جھگڑا اگر درست کرو۔ اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمر وغیرہ نے تحریر وصیت کے دن رسول خدا کی حضور میں ارتکاب اُھنین اسور منوعہ کا کیا جس پر سو کھانے انکو اپنے گھر سے نکلوا دیا یا بن عبارت۔ قوموا عنی لا ینفی عند التنازعہ۔ قرآن میں حکم آیا کہ بنی صلعم کی اطاعت کرو

اس کے حکم کو مالونہ بنی صلعم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و غیرہم کو بابتی
 اسامہ بن زیدؓ و دم کو جانیکا حکم دیا اور ان حضرات نے اول حکم پیغمبر خدا پر
 اعتراض کئے کہ غلام کو رسم رو سا پر امیر کر دیا۔ جب آنحضرتؐ نے بتائیں سنیں
 توصات فرمایا کہ زید اس کا باپ بھی تھے افضل تھا اور اسامہ بھی تھے افضل
 ہی۔ اور یہ حدیث فرمائی۔ جھڑوا جیش اسامہ لعن اللہ من تحلف
 عنہا۔ یعنی تیاری کرو لشکر اسامہ کی اور جو کوئی تحلف کر گیا اس پر عذا کی
 لعنت ہوگی لیکن باوجود اس حکم کے ہاجرین میں سے کوئی شخص آمادہ نہوا اور
 تادم و اسپین رسول صلعم کے حکم سے عدول حکمی کرتے رہے اور بعد وفات
 آنحضرتؐ صلعم بھی اصحاب ثلاثہ نے تعمیل اس حکم کی نہیں کی۔ بنی صلعم نے
 حکم دیا کہ کعبہ میرے المہیت سے تسک کرو۔ صحابہ و خلفائے باقیل کے خلاف
 جھینی مذک ضبط کیا۔ حضرت سیدہ کو ایذا پہنچائی حضرت علیؓ سے لڑی امام
 حسنؓ کو زہر دیا امام حسینؓ علیہ السلام کو مع ان کے عزیز و اقربا کے نہایت ظلم و ستم کے
 ساتھ تشہید کیا۔ اور پھر موجھوں پر تاد و دیکر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں قرآن
 مجید میں حکم آیا کہ جو اہل رجم نہ کیجا وین حضرت عمرؓ نے رجم کیے جانے کا حکم
 دیا۔ قرآن مجید میں اقل مدت حمل چھ ماہ قرار پائے اور حضرت عثمانؓ نے چھ
 ماہ کے حمل کی جھنے والی کو زانیہ قرار دیکر رجم کر ڈالا ایک ظلیفہ صاحب نے
 مجنون سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ قرآن مجید میں ظلیفہ زکوۃ لینے کی ممانعت
 آئی حضرت عثمانؓ نے بمخالفت حکم الہی اُس سے زکوۃ لیلی قرآن مجید میں
 صاف حکم آیا کہ فی اور خمس کے مالک عدا و رسول و پیغمبر خدا کے ذوی القربیٰ میں

اور نہایت تاکید کیا گئی کہ خبردار غنی اور مالدار لوگ اسکو اپنی جاگیر قرار دین کہ فرمایا۔
 کی کہ یوں دولتہ بین الاغنیاء حضرت خلفائے برکات حکم قرآنی تمام اسوا
 فی اور جنس کو خود تصرف کیا اور اقرباء پیغمبر کو اس سے محروم کیا آپس میں مالدار
 لوگ تقسیم کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے تمام جنس افریقہ و زان کو عطا کیا مذکر
 اسکی جاگیر میں دیا۔ قرآن مجید میں حکم آیا کہ لوگوں کی احوال کا تجسس مت کرو
 پیغمبر و ازہ کی راہ کے گھر دین نہ جاؤ۔ جب کسی گھر میں داخل ہو اگر اسلام
 کرو و حضرت عمر نے ان سب احکام کی مخالفت کی چنانچہ ایک روز آپ کسی
 گھر میں دیوار بھانڈ کرٹھے اور مالک خانہ کو مع شراب اور شاہد کے گرفتار کیا
 اور بہت کچھ اسکو ملامت کی اسنے جل کر یہ بات کہی کہ اگرچہ مجھے ایک نفل حرام
 سرزد ہوا ہی مگر میں نے نفل حرام سرزد ہوئے یعنی ایک تو منہ خلاف حکم خدا
 میرے حال کا تجسس کیا دوسرے دروازہ کی راہ چھوڑ کر دیوار بھانڈ کر آپ
 مکان میں داخل ہوئے اور پھر داخل ہو کر اٹھانہ پر سلام نہ کیا۔ قرآن مجید میں
 حکم متعسار و متاع حج نازل ہوا حضرت عمر و حضرت عثمان رضی عنہما خلاف حکم اٹھ
 اسکو حرام کیا۔ یہ سخت توہین کلام پاک کی ہے۔ قرآن مجید میں صاف حکم مسح
 رجل صادر ہوا خلفائے اسکو ترسیم کر کے غسل قدم جاری کیا۔ قرآن مجید میں چند
 مقامات پر خبر موت حضرت سرور عالم صلعم نازل ہوئی جیسا کہ۔ انک میت
 وانھم میتون۔ یا۔ افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم
 اور تمام اہل سیرت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر بوقت وفات
 سرور کائنات ملو اور برہنہ ہاتھ میں لیکر گھماتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم

وفات بنین پاسکے جو کوئی یہ کہیگا کہ آنحضرت صلعم نے وفات پالی میں اُسکو قتل کر ڈالو لنگا۔ اور جب تک حضرت ابو بکر اپنے دولختانہ سے تشریف نہ لائے حضرت عمر برابر یہی حرکت کرتے رہے پھر مخالفت قرآن میں کیا کام ہی اگر کوئی بون کہے کہ کہ اُنکو اُسوقت ان آیات کا حال معلوم نہوا ہوگا اور ملین اُنکے یہ ہی سہلہ ستھم ہو گیا کہ حضرت کی وفات نہوگی تو یہ کسی طرح عقل میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ وہ حجۃ الوداع سے لو اگتر اور بارہا نبی صلعم کی زبان سے اس لفظ کو سنتے تھے۔ یہ کافی قد دعیت فاجبت۔ یعنی مجھے پیغام اجل آیا ہی اور میں نے اُسکو قبول کر لیا ہی پھر شدت بیماری میں بقول اہل تشن آپ اسی وجہ سے عازم غزار روم نہوئے کہ مبادا ہمارے مجھے آنحضرت صلعم کا انتقال ہو جائے پھر جب بالکل ہی موت قریب آگئی اور آنحضرت صلعم نے وصیت نامہ لکھے جانیکا حکم دیا تو حضرت عمر نے یہی فرمایا بقول صاحب مدارج کہ یہ آخری وقت آنحضرت صلعم کا ہی تحریر میں مشغول ہونا سنیں چاہیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ کامل طور پر یقین و اتق وفات پیغمبر خدا صلعم کا رکھتے تھے۔ پھر حضرات اہلسنت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ حرکت تلوار اٹھانے کی کیون کی تھی۔ اس رمز کو جاننے ہی والے جانتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس حرکت میں کیا کیا فوائد سوچے تھے۔ مطلب اس حرکت سے فقط یہ تھا کہ مبادا کوئی شخص استغیثہ خلافت کی بات گفتگو کرے کیونکہ اُسوقت یہ اکیلے تھے حضرت ابو بکر رحمہ اللہ اور ابو عبیدہ وغیرہ صلاح کاروں میں سے کوئی موجود نہ تھا اس لئے اُس نازک وقت کو اس حرکت مجنونانہ میں تمام کر دیا اور حضرت ابو بکر وغیرہ کے آتے ہی تلوار نیام میں ہو گئی

اور ایسا بڑا بھاری مسئلہ کہ نبی کی وفات نہوگی خود بخود فوراً اہل ہو گیا اگرچہ یہ
 کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر سے آیۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکرت حضرت سے قائل ہو گئے
 لیکن واقعات کے دیکھنے سے صاف ثابت ہے کہ انکو در واقع کسی قسم کا گمان یا
 شک وفات میں نہیں ہوا تھا اور نہ ایسا شک ہونا ممکن تھا فقط دسنع
 الوقتی کے لئے یہ سارا سانگ تھا مگر قصداً مخالفت کرنا آیات قرآنی
 سے نسبت اُنکے ثابت ہو گیا۔

قرآن مجید میں بطور النجا اور اصرار کیساتھ امت سے کہا گیا کہ نبی صلعم کے آگے
 سے محبت رکھو اور اُن حضرت صلعم نے سب صحابہ سے بیان کر دیا کہ جو جب
 اس آیت کے جنکی محبت فرض ہے وہ علی رحمہ و فاطمہ رحمہ و حسن رحمہ و حسین رحمہ
 مگر حضرت عمرؓ نے اس محبت کا یہ برتاؤ کیا جیسا کہ معتبرہ کتب اہل سنت مثل
 تاریخ طبری روضۃ الاحباب و کتاب الامانۃ والسیاست میں مفصلاً جاتا
 حضرت عمر کا دروازہ سیدہ پرویز زبانی کرنا اور حضرت علی کے قتل کا ارادہ
 کرنا اور گستاخی پیش آنا درج ہے جیسا کہ مروی ہے کہ گروہ ہمسایان حضرت عمرؓ
 بہت لوگ گریہ و زاری فاطمہ زہرا کو شکر دیتے ہوئے واپس ہوئے مگر حضرت
 عمر کو مطلق رحمہ نہ آیا گو یا دوسری آیت قرآنی طرحاء بینہم کے مخالفت اُنکے لئے
 اسی معرکہ میں مقدر ہوئی تھی۔ اس تمام بحث کو بندہ نے اپنی زبان باورداشت
 سے لکھا ہے اگر کتب دیکھ کر لکھا جاتا تو اسرار المدی سے زیادہ ضخامت کی کتاب
 فقط اسی خاص امر میں مرتب ہو جاتی کیونکہ خلفا کا کوئی فعل بھی ایسا نہیں ہے کہ
 جس سے قصداً مخالفت تعلین بائی بخاوے اگرچہ عدم متک نفیلین نسبت

خلفاء ہم ثابت کر چکے مگر چونکہ مولف نے فقط توہین کو عدم شک سمجھا ہی تو توہین کو بھی وہ مطلق نہیں سمجھے کہ کسکو کہتے ہیں اسلئے ہم توہین کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ دیکھ کتب سیر و حدیث اہلسنت کو لکھا ہی کہ بعد وفات آنحضرت صدام حضرت علیؑ سے قرآن جمع کرنے میں اسد رجبہ کی کہ ردار بھی دوش پر ڈالنے کی قسم کھائی تھی مگر جب وہ قرآن کو لیکر مسجد میں آئے تو شیخین و دیگر ائمہ معاذان فی کلام پاک کو اسلئے ہاتھ سے قبول نہ کیا جو عرض کو تر پر پہنچنے تک قرآن سے جدا نہ ہوگا۔ یہ سراسر توہین قرآن اور توہین عزت پیغمبر ہے۔ اسکیو توہین ثقلین کہتے ہیں حضرت عثمان نے ہزار ہا نسخہ کلام پاک کے تمام مملکت اسلام سے منگو کر نہایت توہین کے ساتھ جلوادیے جسپر بی عایشہؓ نے فتویٰ دیا کہ اقتلوا العتلا یعنی اس بیوہ می قتل کو قتل کر دالو دیکھئے کتنی بڑی توہین کلام پاک کی ہے۔ اگر قرآن درجہ سابق ناقص یا خلاف تنزیل یا موضوعی یا جعلی تھا تو جنہوں نے اسکو جمع کیا یا کرا یا تھا بڑی بھاری توہین کے مرتکب ہوئے اور اگر وہ قرآن ان عیوب سے مبتلا تھا تو حضرت عثمان نے واقعی اُسی درجہ کی توہین کی جیسا کہ ام المومنین نے فتویٰ دیا۔ احکام قرآنی کو نہ مانا عزت پیغمبرؐ کی فرمان برداری نہ کرنا صریحاً توہین ثقلین ہے اور یہ ہر نسخہ خلفا کی نسبت ثابت ہے۔ حضرت سداویہ حضرت یزید و حضرت مروان وغیرہ خلفا مابعد کی نسبت توہین ثقلین ایسی ظاہر و روشن ہے جیسا کہ ٹھیک دوپہر کی وقت کا سورج کہ کسکو مجال اسکی اخفا کی نہیں اُسے لڑائی ان لڑے آگئی شان میں علانیہ مبردن پر سب دھتھم کیا اُنکو قتل کیا اُنکے حرموں کو

فید کیا کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا باقی نہیں رہا یہاں تک کہ جو لوگ بحسب وصیت پیغمبر
خدا صلعم نقلین سے شسک کھتی تھے انکو ڈھونڈو ڈھونڈ کر قتل کیا اور غالباً منشی
صاحب کو بھی ان امور سے انکار ہو گا اسلئے زیادہ لکھنا فضول ہے۔

اب تحقیقات طلب یہ امر ہلکا کہ اہل تسنن کی جو چار مذہب ہیں اور انکے بانی امام
ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے مذہب
اہلبیت پیغمبر کو تدوین کیا یا انکے برخلاف ہو کر مذہب عمر فاروق و زید بن
نابت و عبداللہ ابن مسعود کو تدوین کر کے رائج کیا۔

جو شخص کتب فقہ اور حدیث اہل تسنن سے واقف ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے
کہ ائمہ راہیہ نے کس مذہب کو مدن کیا اور اہلسنت کے محدثین نے کس سے
حدیث کو اخذ کیا جو لوگ ناواقف ہیں وہ اہلسنت کی کسی کتاب حدیث اور فقہ
کو اٹھا کر ایک نظر دیکھیں تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ انکی روایات کے چار حصہ
ہیں ایک چہارم روایات ابو ہریرہ کے اور ایک چہارم بی بی عائشہ رضہ
کی اور ایک چہارم انس بن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے اور ایک چہارم میں
تمام صحابہ۔ اور اس چہارم میں تین حصہ ہیں حسین ثنائی کے حصہ مخالفان
اہلبیت کی روایات ہیں اور ایک حصہ میں عبداللہ ابن عباس اور حضرت
علی اور حسنین کو سمجھنا چاہیے اور ان حضرات کی روایات مجبور ہو کر لکھی
ہیں یعنی جبکہ کسی مخالف اہلبیت کی روایات دستیاب نہیں ہوئی اسوقت
مجبور ہو کر انکی روایات کو لیا ہی جیسے تفسیر کلام میں حضرت ابن عباس کی
روایات اور ان ابواب فقہ میں کہ جملہ صحابہ عاجز ہو گئے ہیں اور کسی کو

حدیث یاد نہیں ہوئی اُن ابواب میں حضرت علی کے چند روایات کو لیا ہی طبقہ تابعین میں سالم عبداللہ نافع مجاہد عروہ البقلابہ حمید اعرج وغیرہ اولاد و شاگردان ابن عمر تلامذہ ابو ہریرہ دانش و عائشہ وغیرہ بانی مہابی مذہب تسنن کے ہیں حضرت علی امام حسن و امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے اجتہاد پر عمل کرتا تو کجا انکی روایات کو بھی قبول نہیں کیا۔

اب ہم بحوالہ تحریرات اجلہ علمائے المہنت اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ محققین المہنت خود معترف اس امر کے ہیں کہ مذہب اہل تسنن خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ معاونان ثلاثہ کا نبایا ہوا مذہب ہی۔ تمام آفاق میں اصحاب لون کا مذہب پھیلا۔ مذہب تسنن کو حضرت علی کے کچھ علاقہ نہیں۔ انکا مذہب فقط انکی اولاد اور بعض اہل لشکر میں جاری ہوا۔ اور بعد انتقال حضرت علی کے انکے مذہب کو خلفاء سنیہ مروانیہ نے استبصال کر دیا اور اُسکے شیوع کے خارج رہے۔

ہم ان تمام امور کو شاہ ولی اللہ پدر شاہ عبدالعزیز کی کتاب ازالۃ الخفا سے ثابت کرتے ہیں۔

ازالۃ الخفا کے صفحہ ۲۸۷ مقصد اول میں جو روشک نیست کہ صدیقی اکبر و فاروق اعظم و فدی النورین مسلط شدند بروی زمین و روم و فارس رافضی گردند و قرآن راجع نمودند ہماں قرآن در تمام عالم شایع شدہ است و مسائل اجماعیہ ایشان در جمیع آفاق منتشر گشتہ و اکثر اہل اسلام بزمذہب سنت متمذہب شدہ اند چہ

محدثین چہ فقہاء و ترازو چہ مفسرین و چہ بادشاہان روی زمین! یہ صحیح اقبال ہے کہ جمیع المہنت و جماعت تمسک باصحاب ثلاثہ ہیں انھیں کے جمع کئے ہوئے قرآن کو اور انھیں کے اجماعی مسائل کو مانتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اصحاب ثلاثہ خود قدرت اجتہاد نہ رکھتے تھے بلکہ اجماع اور نیابت سے حل مسائل کرتے تھے۔ بعد اسکے اُسی صفحہ میں ہے دو برس اذات المہبت کا ہی خلافت منظم نشد الا خلافت حضرت مرتضیٰ فقط و معلوم ست کہ حضرت مرتضیٰ در ایام خلافت خود چہ دید و چہ کشیدم اس سے معلوم ہوا کہ حضرات المہنت خدا و رسول کے حکم کے ماننے والے نہیں ہیں بلکہ بادشاہان و جباران کے حکم پر چلنے والے ہیں اگر المہبت رسالت سلطنت پر قابض ہو کر خبر و تعدی اسے بیخ کو بی کرتے تو انکا مذہب قبول کرتے مگر چونکہ انپر سلطنت قائم نہ ہوئی انکے دشمن مالک سلطنت ہوئے اسلئے ضرور ہوا کہ تمسک المہبت کو ترک کر کے خلفا سے تمسک کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ پھر اپنے آپ کو مسلمان یا محمدی کیوں کہتے ہیں ابو بکرؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ یا سفیانؓ یا زیدؓ یا مروانؓ یا عباسؓ کیسنا چاہئے تاکہ جسکے مذہب پر قائم ہیں اُس سے نسبت درست رہے دین اسلام کو ناحق کیوں بدنام کرتے ہیں۔

پھر شاہ صاحب فخریہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں جو کچھ بنیاد مذہب المہبت کے قائم کی تھی اسلو عنہ مستاصل کر دیا۔ دیکھو اُسی بحث میں ہر دو بعد از چہار سال کہ وی رضی اللہ عنہ بدار بقا

انتقال فرمود بنواسیہ در اخفار و استیصال مرا و جبہ کو ششہا نموده اند و بعد
از حضرت مرتضیٰ بیگاہ خلافت برسیدی مستقر نشد خروج میکرد و در اول
جمع رجال و نصب قتال گشتہ می شدند۔

اب ہم یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اہلسنت کے چاروں امام کثرت
مجتہد منسوب ہیں اور عمر فاروق اور معاویہ ان کے فقہیت مجتہد مستقل
کے ہیں۔ اور مذہب فاروقی گویا متن ہے اور مذاہب اربعہ کے شروع
ہیں اور مذہب علی مرتضیٰ اس مذہب کے علاوہ ہے اور اسکو اہلسنت
نے قبول نہیں کیا۔ دیکھو صفحہ ۴۳ مقصد دوم کتاب مذکور کہ شرح این
اجمال آنکہ علم فاروق اعظم در بلاد اسلام منتشر شد و جمیع مسلمین بوسی اخذ
کردند و علم علی مرتضیٰ خبر در کوفہ شہور نشد و چون حاضران مجلس ارضی اللہ
عنه غالباً لشکریان بودند علم او منقح نہ گشت (ناظرین کتاب کو یہ گمان ہو
کہ حضرت فاروق عالم تھے یا بیاقت اجتہاد رکھتے تھے شاہ صاحب نے
علم اور مذہب فاروقی اسی نچاقت کے اجتہاد کو قرار دیا ہے جسکے ممبر زید بن
ثابت اور عبداللہ ابن مسعود وغیرہ تھے چنانچہ شاہ صاحب نے اسی صفحہ
میں چند مقامات پر تصریح اسکی کی و اخراج محمد بن الحسن فی کتاب
الانار عن ابی حنفیہ عن الہیثم عن الشعبي قال کان سنہ من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکرون الفقہ بنہم علی ابن ابی
طالب والی و ابو موسیٰ علیہ السلام و عمر فرید و ابن مسعود و جمیعین۔
بنی صحابہ میں سے چھ نفیہ ہیں حضرت علی نقی و ابی طالب و ابو موسیٰ و علیہ علیہ و

اور عمرو زید اور ابن مسعود شامل ہیں۔ پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں۔ (عبداللہ
ابن مسعود اکثر موافقت داشت با فاروق اعظم) اور پھر لکھتے ہیں۔
(زید بن ثابت تیز در اکثر متبع عمر فاروق است)
صفحہ ۸۵۔ رسالہ مذہب فاروق اعظم کے شروع میں لکھتے ہیں۔
والمذاهب الاربعہ منہ بمنزلۃ الشروح من المتون والمجتهدین
من صاحبہ بمنزلۃ المجتہد المکتسبین من المجتہد المستقل
اسی کتاب میں زمانہ خلفاء ثلاثہ کے مجتہدین کا ذکر کیا ہے اور بشمول زید
بن ثابت ابوموسیٰ و ابن مسعود وغیرہ کے سعاذ بن جبل اور عبداللہ ابن
عباس و عبداللہ ابن عمر و حضرت عائشہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ
کہ ان کے بعد نے انہیں سے کس کے اجتہاد کی پیروی کی اور کسکو چھوڑ دیا
چنانچہ لکھتے ہیں کہ سعاذ بن جبل تو عمر فاروق اعظم میں ہی فوت ہو گیا
اسکی امادیت دستیاب نہیں ہوئی اور ابی بن کعب کے روایات سوائے
تفسیر کے موجود نہیں ہیں۔ ابوموسیٰ باوجود اپنے کمال کے بہت مسائل میں
عاجز ہو گئے۔ بی بی عائشہ اور ابن عمر نیم مجتہدین اسلئے یہ بھی قابل تقلید
نہ رہے۔ اب باقی رہی ابن عباس انکی تقلید اسلئے ترک کی کہ وہ اقرباء
پیغمبر میں داخل ہیں اور حضرت علی کے شاگرد ہیں سب ادا اتباع حدیث ثقلین
میں داخل ہو جاوے مگر نبطا ہر پیر الزام لگایا کہ وہ اکثر مسائل میں
مخالفت دیگر مجتہدین یعنی زید و عبداللہ وغیرہ کے ہیں یعنی متعہ الحج اور
متعہ النساء کو حلال جانتے ہیں اور سلسلہ غسل قدمین کے منکر ہیں اور بدل

بعضہ بیع صرف و طلاق ثلاث دفعاً و احدہ میں مخالف فاروق اعظم کے ہیں چنانچہ عبارت صفحہ ۸۷ مقصد دوم کی یہ ہر دو ہم چنان در مسئلہ عول مسئلہ متعہ ایچ و متعہ النساء بیع صرف و غیرہ ایچانچہ بر مقتبعین حدیث مخفی نسبت و در بسیاری از مسائل مشک پیدا کردہ مانند غسل قد میں و طلاق ثلاث دفعہ واحدہ۔) اور طرفہ یہ ہے کہ ان مسائل کی نسبت خود قبول کرتے ہیں کہ مجتہدین اہلسنت یعنی آئمہ اربعہ کو کوئی حدیث جلی یا نص صریح دستیاب نہیں ہوئی فقط حضرت عمر کی تقلید ہی اہلسنت نے ان مسائل کو قائم کیا ہے دیکھو صفحہ ۸۷ و بسیاری از مسائل بہت کہ حدیث صریح یافتہ نشود بلکہ ایامی از کتاب و سنت موافق حضرت فاروق یافتہ شود یا خبر واحد بغیر آنکہ بروایت جماعہ عن جماعہ باشد یافتہ شود ہمہ مجتہدین درین صورت نیز اتباع فاروق اعظم میکنند و بسیاری از مسائل بہت کہ احادیث مختلف میشود حضرت فاروق تطبیقی مقرر کردہ البتہ تابع همان تطبیق میشوند چنانکہ در مسائل فسخ حج بعضہ و مسئلہ غسل قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ صرف در جملہ مسائل قرآنی ہیں اور حضرت عمر نے اسے صریحاً مخالفت کی اس تمام عبارت سند رجح کتاب ازالۃ الخفا سے جو نقل کی گئی یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ سچلہ خلفاء ثلاثہ کے دو خلیفہ اول و سیوم تو اجتہاد و غیرہ کے جھگڑے سے ہی قطعی مستثنیٰ ہیں حضرت عمر نے اپنے وقت میں چند لوگ اس کام پر مقرر کر کے اجتہاد شرعی شروع کیا اور بموجب وصیت پیغمبر خدا صلعم انکے اہمیت سے کہنے مشک نہیں کیا۔ اجتہاد مرتضوی کو سچلہ پیشوایان اہلسنت کے

کنے قبول نہیں کیا فقط انکی اولاد یا بعض اہل کوفہ جو شیعہ تھے وہ قسم کھا رہے اور بیچوایا ان الہدنت نے یہاں تک عزت پیغمبر سے مخالفت اختیار کی کہ انکے عزیزوں اور شاگردوں کے اجتہاد کو بھی قبول نہ کیا اور نیز یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ جب قدر مسائل اب مابین شیعہ و سنی مختلف فیہ ہیں وہی الہدیت رسالت کے اجتہادی مسائل ہیں۔ اور سب سے سب قرآن سے ماخوذ ہیں ازالۃ الخفا سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث ثقلین کا سب سے بڑا مخالف کون ہے۔ یعنی یہ امر تو ظاہر ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے امور ات شرعی میں صحابہ کو قرآن مجید اور عترت کی پیروی و تقلید کا حکم دیا۔ اگر خلفاء و صحابہ تابع اور فرمانبردار محمد علیہ السلام کے ہوتے تو خود بھی ثقلین کی پیروی کرتے اور اور دن کو بھی یہی حکم دیتے لیکن انھوں نے رسول خدا صلعم سے کھلم کھلا مخالفت کر کے غیر لوگوں کو شرع کے کام پر مقرر کر دیا اور چونکہ وہ لوگ ایسے جاہل تھے کہ انکو طریقہ استنباط مسائل کا بھی معلوم نہ تھا اسلئے انکو طریقہ بتلایا گیا کہ جس مسئلہ میں تعلق ضرورت ہو پہلے قرآن دیکھا کرو اُس میں اگر نہ ملے تو حدیث تلاش کیا کرو اور جب حدیث بھی نہ ملے تو باہم بجاہت کر لیا کرو یا اپنے قیاس سے کام لیا کرو۔ مگر یہ بات کبھی زبان سے نہ نکلی کہ رسول خدا صلعم کی وصیت کی موافقت حضرت علی سے مسائل دریافت کیا کرو اور انکی ہی تقلید کیا کرو۔ دیکھو صفحہ ۸۶ میں ہر روایت داری کی تخریج سے کہ اُسکو حکم دیا عمر ابن الخطاب نے ان چاروں اولاد شرعی کا اور مجتہدین متاخرین نے

اقتضیٰ اربعہ اولہ شرعیہ کو اپنا دستور العمل بنایا اور نتیجہ اس مخالفت ثقلین کا
ہوا کہ تمام مسائل قرآنی میں وہ صفا اور آئمہ اہلسنت جماعت مخالف قرآن
کے ہو گئے بعد اسکے بھی اگر حضرات اہلسنت اپنے آپ کو متمسک ثقلین
بیان کریں اور اہل حق پر لٹا طعنہ دیں جیسا کہ نکتوں نے ناک و الزکو
نا کو ہونے کا طعنہ دیا تھا تو خدا کی مرضی مگر اہل انصاف پر سارا معاملہ کھلیا
دونوں حق پر ہی اور کون ناحق پر ہی۔

تالیف صاحب اسرار الہدی جب کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کا مطالعہ کیا گیا تو
فروع در کنار اصول ہی میں یہ نسبت قرآن پاک بکثرت روایات مختلفہ در
باب تحریر آیات ربانی و تبدیل کلمات سبحانی و نسخ احکام شرعیہ و تہم
وہ دنیہ و غیرہ کے لکھی ہوئی دیکھی گئیں جسکو شبہ ہو وہ اصول کافی کلینی
کو کہتے ہیں اصحاب اربعہ اہل تشیع سے ہی چشم عبرت معائنہ کرے یہ کتاب طبع
اور دھانڈا نہیں ہو چکا ہے اور جو صاحب کہ عربی عبارت میں مہارت نہ رکھتے
ہوں وہ اس کا ترجمہ فارسی جس کا نام صافی کلینی ہی طبع مذکور سے منکا کر
دیکھ لیں اور نظر انصاف داد دیں کہ حق کسی جانب ہی اور کون صادق اور
کون کاذب ہی اگرچہ اس بارے میں بحث طویل ہی مگر ہم نظر اختصار صرف
اس کا ایک نمونہ کتاب میر نصاحب شیخ کی قبلہ و کعبہ سے مدینہ ناظرین کرتے ہیں
چنانچہ حدیث سلطانیہ کے باب سیوم میں بحوالہ صوارم جو ان کے پدر بزرگوار کی
کتاب ہی یہ عبارت بلفظہ مرقوم ہے کہ تغیر و نقصان در قرآن منحصر در چہا چیز
کی تبدیل لفظی بہ لفظی آخر مثلا اینکہ گفتہ شود بجائی کہ خدایا مہ فی خلائق

ہو دو لکن بعضی از اعداد اہلبیت آزار تبدیل نموده اند پھر آخر عبارت میں آئے ہیں
اپنا قول تفصیل بھی بڑی دھوم دھام سے درج کر دیا ہے کہ وجہ اول بعید ست
یعنی لفظ امانۃ غلطی بلکہ صحیح ائمۃ بی نام لوگ تو فقط مولوی شیخ احمد صاحب
دیوبندی کی ہی تحریر یا مناسب پر جو انھوں نے در باب قرآن پاک کی اپنی
الوزار الہدیٰ مطبوعہ عزت حسین میں درج کی ہے تعجب کرتے تھے اب تو
خاص صاحب اجتہادوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ در حقیقت
قرآن ناقص ہے۔ پس شیعوں کو دعویٰ تمسک قرآن کرنا محض
اُنکے اصول کے مخالف ہے۔

اقول سچو کہ تعالیٰ یہ امر تعجب سے خالی نہیں کہ جن لوگوں نے قرآن مجید
کی آیات کو تحریف و تبدیل کیا موقع نزول انکا بدل دیا وہ مرکب تو ہیں
قرآن پاک کے نہ سمجھے جاوین اور جواہل حق بوجہ کمال ایمان داری اُن
خائن لوگوں کی بددیانتی کو بیان کریں اُنپر الزام تو ہیں قرآن پاک کا
لگا دیا جاوے۔ ایسا ہی جن بدترین خلائق نے اہلبیت و عزت پیغمبر
صلعم کو ایذا پہونچائی اُنکو قتل کیا اُنکی اولاد اور حرموں کو قید کر کے شہر ان
بے بجاوہ پر سوار کر کے بے سق و چادر شہر شہر تشریف کیا اور حضرات اہلسنت
کے نزدیک وہ ملزم تو ہیں اہلبیت اطہار کے نہوئے اور جن اہل صدق
وصفا نے اُن انشیا کے ظلم و ستم بیان کئے اُنپر الزام تو ہیں کالگایا۔ جو لوگ
مرض تعصب سے بری ہیں اور عقل سلیم رکھتے ہیں وہ ضرور سمجھ جائیں گے کہ
اہلسنت کا ان سب الزامات لگانے سے کیا مطلب ہے۔ صاف طور پر

ثابت ہے کہ انھیں حضرات یا انکے پیشوایان مذہب فی ضرور قرآن کو تحریف
 و تبدیل کیا اور اہلبیت رسالت کو قتل و غارت کیا اہل تشیع پر الزام تو میں
 لگانے سے یہ مطلب ہے کہ آئندہ ہمارے افعال قبیحہ کا ذکر نہ کریں لیکن یہ
 بات تو فقط جاہلون کے دھمکانیکی ہی جو جاننے والے ہیں وہ جانتی ہیں
 کہ تو میں کے مکتب تو وہ ہی استقیا ہیں کہ جنھوں نے آیات ربانی کو تحریف
 و تبدیل کیا یا اہلبیت رسالت کو ایذا پہونچائی اور قتل کیا ان باتوں کے
 ذکر کرنے والے چونکہ براہ دلسوزی و اظہار امر حق ذکر کرتے ہیں وہ مستحق
 ثواب عظیم کے ہیں۔ اگر اہلسنت کا یہ قول درست ہو تو خدا اور رسول اور
 سویتین پر سخت الزامات عاید ہوتے ہیں۔ یعنی قرآن مجید میں جا بجا ذکر ہے کہ
 یہود و نصاریٰ نے توریت و انجیل کو تحریف کر دیا۔ اور نیز یہ کہ اُن استقیا
 نے انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا طرح طرح کی ایذا میں پہونچائیں۔
 پس اگر مقولہ اہل سنت درست ہو تو خدا اور رسول صلعم اور جبرئیل اور میرزا
 قرآن پڑھنے والوں پر یہ الزام عاید ہو کہ انھوں نے توریت اور انجیل و
 انبیاء علیہم السلام کی تو میں کی۔ ایسے ہر لیاات اور واهیات تاویلات کی
 بنا اہلسنت میں حضرت معاویہ کے وقت سے شروع ہوئی ہے انھوں نے
 بھی جب حضرت عمار بن یاسر کے قاتل کے جہنی ہونیکی حدیث سنی تو اسی شتم
 کی بیودہ تاویل کی کہ عمار کا قاتل وہ شخص ہے کہ جو اسکو لڑنے کے لایا حضرت
 امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس اعتبار پر حضرت سید الشہداء امیر حمزہ کی قاتل
 وحشی ملعون اور ہندہ ملعونہ نہیں ہیں بلکہ لغو ذبا لہ رسول صلعم

اُنکے قاتل ٹھہرے پس ایسی تاویلات و اہیات کا مردود ہونا ضروری
ظاہر اور روشن ہے۔ ہم اکثر حضرات اہل تسنن کو مجالس عزاسید الشہداء
پر یہی بیہودہ الزام توہین دیتے ہوئے سنتے تھے اور تعجب ہوتا تھا کہ کیا یہ لوگ
ایسے کم سمجھ ہیں کہ ذکر مصائب اہلبیت کو واقعی اپنے دلوں میں توہین خیال
کرتے ہیں لیکن یہ امر اب کھلا کہ وہ لوگ ایسے تو بیوقوف بھی نہیں ہیں کہ ذکر
مصائب کو توہین سمجھیں اصلیت فقط یہی ہے کہ ان حضرات کو دشمنان اور
قاتلان اہلبیت پیغمبر سے ایک قسم کی خصوصیت اور حسن عقیدت ہے اس
بجاء الزام توہین کے لگانے سے مطلب اُنکا فقط یہ ہے کہ شدید لوگ بچوں
توہین اس ذکر ظلم و ستم اعدا و دین کو چھوڑ دین اور دشمنان اہلبیت کی تقصیر
نہو کر کے کیونکہ جب کوئی مومن و نیکو ان حالات ظلم و ستم کو سیدھا تو ضرور
حمیت اسلام کو جوش ہوگا اور اہلبیت اطہار کے قاتلوں ایذا دہندوں
پر لعنت و نفرین کرے گا اور جبکہ شیعہ ائمہ کو توہین کے شدید سے بیان نہ کرینگے
تو اعدا اہلبیت لعنت و نفرین سے بچینگے اور غوام اُنکی طرف سے بدعتیہ
اور بدگمان نہ ہونگے۔ لیکن یہ خیال حضرات اہل تسنن بالائے سرِ حصبت
عظمیٰ پر زمین و آسمان اور جن و حیوان تک رومی ہیں اسکا ذکر تا قیام
قیامت صفحہ دنیا سے محو ہوگا مروانیوں نے بہت کچھ تدابیر اس ذکر کے بند
ہونیکی کی ہیں اور یہ دھوکہ توہین کا درحقیقت اُنھیں کانگالا ہوا ہی علما اور
قضات اُنکے وقت کے جو بہر طور تابع فرمان اُنکے تھے اُنکے حکم سے لوگوں کو
ذکر اہلبیت اطہار کی کرنیے اسی تاویل کے ساتھ مانع ہوتے تھے اور کہتی تھے

کہ اس ذکر سے اہلبیت پیغمبر کی توہین ہوتی ہے چونکہ اُس زمانہ سے لیکر اب تک نسل
بعد نسل بتواتر وہی عقاید اہلسنت میں چلے آ رہے ہیں جو لوگ عقل سے بہرہ
رکھتے ہیں وہ ایسے فاسد عقاید کو اپنے دلوں میں جگہ نہیں دیتی اور سمجھ جاتے ہیں
کہ اگر ہماری میٹھاؤں یا بزرگوں نے ایسی تاویلات اُس زمانہ میں لوگوں کے
روبرو بیان کئے ہیں تو مجبوری کجیالت میں حکم خلفاء امویہ بیان کئے ہیں اب جو
اُن باتوں کی پیروی کرنا کیا ضروری لیکن احمق اور جہل اُن ہر لیاات کو آیات و
حدیث سے بھی زیادہ معتبر جان کر اب تک مصر میں اور چونکہ اہلبیت رسالت کی طرف سے
اُن کے دلوں میں سخت غبار ہوا سئلے اُن کے قاتلون اور دشمنوں سے خصوصیت بھی رکھتے
ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم ہی کو شش کر کے اس ذکر خیر کو مذکرین بقول تفسیر
پیدا کرتاؤں پس تمام کند۔ پس اگر کتب شیعہ میں یہ ذکر ہو کہ فلان فلان
اشقیار است نے آیات قرآنی کو بدل دیا یا حروف یا الفاظ میں تحریف
کی یا مواقع آیات کو بدل دیا۔ یا بعض آیات کمال الدین تو یہ ہرگز توہین
کلام پاک کی نہیں ہے نہ بالغ متکبر ہی کیونکہ کسی شیعہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اُس
تحریف و تبدیل سے تحلیل محرمات ہوئی ہے یا فرائض و واجبات کل گئے ہیں
جن جن مقامات میں الفاظ کی تبدیلی یا آیات کی جگہ تبدیل ہوئی ہے یا قرآن میں
کئی ہوں جو اسکی بابت شیعہ و سنی دونوں متفق ہیں اصول کاٹنے یا
صافی کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ کر کیا لوگے خود قرآن مجید کو ذرا
عبرت کی نگاہ سے دیکھ کر تحریف و تبدیل کرنے والوں پر کیسی
سخت عذاب کی تہدید کی گئی ہے۔

تفصیل ان آیات والفاظ کی منبکی تبدیل و تحریف کی اہمست قائل ہیں
حضرات اہمست خود بھی تحریف و تبدیل و تنسیخ آیات والفاظ کے قائل
ہیں اور دو بار الفاظ و آیات کی تحریف کی ہی قائل بنیں ہیں کہ ہر سورہ
میں چند مقامات پر تحریف و تبدیل کے قائل ہیں بطور مثال چند نمونے
تحریر کرتا ہوں۔

دیکھو آیت قرآنی و اتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔ یعنی یکڑ و تم
مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ قرآن موجودہ میں و اتخذوا البصیغہ امر ہی اور
حفص و اتخذوا البصیغہ ماضی پڑھتا ہے جس کے معنی اس طرح بدل گئے کہ یکڑ
انھوں نے یعنی کافروں نے مقام ابراہیم کو جائے نماز۔

آیت دوم بخیر مما یجمعون قرآن موجودہ میں ورج ہر اور حفص یجمعون البصیغہ
غائب پڑتا ہے جس سے معنی اس طرح بدل گئے کہ جو آیت متعلق کافروں
کے تھی وہ مسلمانوں سے متعلق ہو گئی۔

آیت سوم۔ ولا تقر بواہن حتی یظہرن یعنی محض کے پاس
نجاؤ جب تک کہ وہ غسل کرے حفص یظہرن بسکون تا و ضم با
پڑھتا ہے جس کے معنی اس طرح بدل گئے کہ محض کے پاس نجاؤ جب تک دم منقطع
ہو۔ خواہ غسل کرے یا نہ کرے۔ امام اعظم صاحب نے اسی قرأت
حفص پر قیاس دیا ہے۔

آیت چہارم۔ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ کی

نسبت اکثر صحابہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول خدا صلعم کے زمانہ میں بجائی وسطی والعصر پڑھا ہی۔

آیت تجم۔ یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل الیک من ربک وإن لم تفعل الخ کی نسبت ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ عہد رسول صلعم میں اس آیت کو ابن مسعود یوں پڑھتے تھے یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وإن لم تفعل الخ

ذکر آیات منسوخہ

تفاسیر معتبرہ المہنت کردیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ صد آیات کے نسبت لکھا ہے کہ یہ آیت اور یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ سب سے پہلے ان کے چند روایات بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں۔

آیت راء سورہ بقرہ بن علی الذین یطیقونہ فذنیہ طعام مسکین کی نسبت نفیر حسینی بن ہریرہ حکم درابتداء اسلام بودہ بعد از ان منسوخ شد حالانکہ کسی آیت ناسخ کا مذکور نہیں۔

آیت نمبر ۲۲ وفاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ اس آیت کی نسبت درج ہے این حکم بآیہ سیف منسوخ است۔

آیت نمبر ۲۳ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اس کی نسبت لکھا ہے۔ ہنوز در ان وقت قتال در ماہ حرام حرام بود و حرمت آن بآیہ السیف منسوخ گشت۔

آیت نمبر ۵۵، یا ایہا الذین امنوا اذا تدانتم بدين الى اجل مسمى
فانکتنوه منسوخ ہوگئی۔

آیت نمبر ۵۶، وان تبدوا ما کنی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به اللہ۔
سیکونید کہ آیت لا یكلف الشرف الا و سبھا منسوخ ست
علاوہ انکے صدہا احکام کی نسبت کہا گیا ہے کہ منسوخ ہوگئی ہیں یہاں تک
کہ سورہ قل یا ایہا الکافرون ساری ہی منسوخ کہتے ہیں۔

تبدیل مواقع آیات

یہ اس پر بھی ہر کوئی حاجت ثبوت کی نہیں تمام سورہ قرآن غلط ملط ہو رہے
ہیں دیکھ لو مدنی۔ درتین قرآن میں مقدم ہیں اور مکی سورتیں موخر ہیں۔
ایسا ہی حال آیات کا ہے کہ زید بن ثابت نے جہاں جاہجس آیت کو
درج کر دیا۔ مشکوٰۃ شریف کی کتاب فضائل القرآن کو دیکھو روایت
زید بن ثابت و انس کہ بر بانہ جنگ یمامہ مجکو ابو بکر و عمر نے بلا کر قرآن
کے جمع کرنے کا حکم دیا اور میں نے ہڈیوں اور سفید پتھروں سے مختلف
آیات تلاش کر کے جمع کیں اور فلان آیت فلان انصاری سے ملی اور
سورہ برات کے پچھلے اوراق لقد جاءکم رسول من انفسکم سے
لیکر آخر سورہ تک و نسیاب نہوئے پھر ابو بکر کو ملے اوھون نے عمر کو
دیے عمر نے حفصہ کو دیے حفصہ سے عثمان سے طلب کر کے زید بن
ثابت انصاری اور ابن زبیر وغیرہ و نسیبوں کو انکے لکھنے کا حکم دیا
تا آخر حدیث مرویہ انس بن مالک۔

ان ہر دور و آیات زید والنسب سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ عہد خلفائے ثلاثہ میں رد قرآن جمع ہوا اور دونوں مرتبہ زید بن ثابت سے اس کام کا رہا۔

حضرات اہلسنت کو جو حضرت عثمان کی نسبت دعویٰ جامع القرآن ہونیکا بجا وہ غلط نکلا اُنھوں نے زید بن ثابت اور عبداللہ ابن زبیر اور دو اور شخصوں کو جمع و ترتیب قرآن کا حکم دیدیا اور اُنھوں نے وہ اوراق جو حصہ سے ننگائے گئے تھے درج قرآن کر کے ہر طرف مصحف روانہ کئے اور قرآن سابقہ تمام ممالک سے حضرت عثمان نے منگوا کر جلوادیے یا پھڑوا دیے۔

زید بن ثابت قوم انصار باشندہ مدینہ تھا اور قرآن مجید لغت قریش میں نازل ہوا علم قرآن کی تکمیل زید کی نسبت ثابت نہیں عالم قرآن بعد نبی صلعم فقط علی مرتضیٰ تھی دیکھو صواعق محرقة ابن حجر کو کہ باب ناسخ میں نزیل حدیث اربعوں روایت لکھتے ہیں۔ وفی روائته انه صلعم قال فی مرض موته کذا وکذا استماخذ بید علی فرغها ففکال هذا علی مع القرمان والعمان مع علی لا یفتقران حتی یرد علی الخوض یعنی یہ حدیث پیغمبر خدا صلعم نے اپنے مرض الموت میں فرمائی اور بعد نقل حدیث مشک فقیر کے لکھا کہ بعد اسکے حضرت علی کو ہاتھ سے پکڑ کر بلکہ کیا اور فرمایا علی قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ ایک دوسرے سے جدا ہونے کے تاکہ جو مرض کو تر پر وارد ہوں اور جو اس بات کی فصل راہیہ میں پیدا ہو اہمیت درج میں۔

واخرج ابن سعد عنه عليه السلام قال والله ما نزلت آية الا وقد علمت فيم نزلت واين نزلت وعلى من نزلت ان سرتي وهيب لي قلبا غفولا ولسانا ناطقا۔

یعنی فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے کہ قسم بخدا کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی کہ جسکی بابت مجھکو علم نہ ہو کہ کس معاملہ میں کہان کس پر نازل ہوئی ہے تحقیق میرے رب نے مجھکو تلب عقول اور لسان ناطق عطا فرمائی ہے۔

دوسری روایت یہ ہے۔ واخرج ابن سعد وغيره عن ابی الطفیل قال قال علی سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس من آیتہ الا وقد عرفت بلید نزلت ام بہ تمکار ام فی سہل ام فی جبل۔ یعنی فرمایا حضرت امیر نے کہ سوال کرو اور پوچھو مجھ بابت کتاب اللہ کے پس یہ تحقیق کہ کوئی آیت نہیں ہے کہ میں اسکو اچھی طرح نہ پہچانتا ہوں کہ ان کو نازل ہوئی یا راست کو برابر ہموار زمین پر اترتی یا پہاڑ پر ان روایات کے مضمون سے یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ امت محمدی میں عالم قرآن کہ جس سے عالم قرآن امت کو حاصل کرنا چاہئے غیظ علی مرتضیٰ تھے وہی حضرت حافظ اور ماہر کلام اللہ تھے زمین ثابت نے بری سخت غلطی بلکہ نادانی کی کہ غیر لوگوں سے پوچھ کر پوچھ کر اور تپن اور صفحہ آیت سنگ سے متفرق آیات تلاش کر کے قرآن کو جمع کیا اور اس عالم و حافظ اور جامع القرآن سے حاصل کیا۔ اول تو خلفا کی سخت غلطی تھی کہ یہ زید کو

حکم جمع کرنے قرآن کا دیا کیون حضرت علی مرتضیٰ سے قرآن کو حاصل کیا۔
 اس عدم حصول قرآن کے دو احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بسطوح زید سے
 قرآن جمع کر نیکو شیخین نے کہا اسی طرح حضرت علی سے بھی ہوا اور حضرت علی نے
 جمع کرنے سے انکار کیا ہو۔ یا یہ کہ حضرت علی نے قرآن کو جمع کیا ہوا صحابہ
 نے براہِ حسد اسکو قبول نہ کیا ہو۔ پس کتب معتبرہ اہلسنت سے ظاہر ہے کہ حضرت
 امیرؓ نے بغیر کسی استدعار کی فوراً بعد وفات پیغمبر خدا صلعم قرآن کو مرتب اور
 جمع کر دیا اور ایسی کوشش سے جمع کیا کہ تا الفراعہ زار بھی دوش پر نہ ڈالی
 جیسا کہ صواعق محرقہ کی اسی فصل میں مرقوم ہے۔

واخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین قال لما توفي رسول الله
 صلعم ابتاع علي بن أبي طالب ابى بكر فلقه ابى بكر فقال كرهت امارتي
 فقال لا ولكن الكيت لا ارتدى بورد ابى الا ابى الصلوة حتى
 اجتمع القرآن فزعموا انه كتبه على تزييله قال محمد بن سیرین
 لو اصبحت ذلك الكتاب كان فيه العلم۔

یعنی روایت کی ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے کہ کہا اُس نے کہ جب وفات
 ہوئی رسول صلعم کی اور حضرت علی نے بیعت ابو بکر میں دنگ کیا تو ملاقات کی
 ابو بکر نے علی مرتضیٰ سے اور کہا کہ کیا تم میری امارت کو مکروہ رکھتے ہو فرمایا میں
 ولیکن میں نے حلف کیا ہے کہ رد ابھی دوش پر نہ ڈالوں الا بوقت نماز تا آنکہ
 قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ پس زعم کیا ہے او نہوں نے کہ حضرت علی نے قرآن کو
 بروئے سلسلہ تنزیل لکھا۔ محمد سیرین کہتے ہیں کہ اگر کیا باللہ مرتبہ علی مرتضیٰ

باقی رہتی تو اس سے بڑا علم حاصل ہوتا۔

اس روایت سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ علی مرتضیٰ نے بعد وفات نبی صلعم
عمدہ ترتیب سے قرآن کو جمع کر دیا پھر اہل انصاف عز و فراوین کہ خلفاء صاحبان
کو کیا ضرورت تھی کہ اسکے بعد زید ثابت سی بطور خود متفرق پرچے تلاش کر کر
اکثر ایسا صحیف تیار کر آیا کہ جو خلافت ترتیب تنزیل کے ہی معنی بڑی بڑی
سورتیں اول در چھوٹی چھوٹی تہذیبیں لکھ دین جامع کا علم تو اسی سے ظاہر ہے
کہ ترتیب میں فقط چھوٹی بڑی سورتوں کا لحاظ کیا گیا اور مضمون یا سلسلہ
تنزیل سے تعلق ہی نہیں رکھا بس اصل قرآن کا حامل قرآن ہی حاصل
نکرتا سب سے بڑی تو میں قرآن کی ہی اور نیز قرآن کی سورتوں کو سلسلہ
تنزیل سے متفرق کر کے مختلف کر دینا اور آیات قرآنی کو پس و پیش کر دینا
خود ملاحظہ قرآن سے ظاہر ہے۔ دیکھ لو سب کا اتفاق ہے کہ اول سورہ
افرا نازل ہوئی قرآن میں سورہ بقرہ اول درج ہے۔ آیت الیوم
اکملت لکم دینکم۔ آخر ایام حیات پیغمبر خدا صلعم میں نازل ہوئے
جو اوایل قرآن میں درج ہے۔

آیہ تطہیر خود گواہی دے رہی ہے کہ اُسکو اپنے موقع سے جدا کر کے درمیان
ان آیات کے لکھ دیا ہے جو عورتوں کے باب میں ہیں اس آیت سے پہلی
اور پچھلی آیات کو دیکھ لو مونث کی ضمیر میں موجود ہیں اور اس آیت
درمیان میں ضمائر مذکر درج ہیں۔

ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم کو دیکھو کہ اسکے اگلے

اور پچھلی آیات ایک ہی معاملہ میں ہیں اور یہ آیت درسیان میں صاف علیحدہ نظر آرہی ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اگر شیعہ اس بات کو کہتے ہیں کہ قرآن موجودہ میں آیات منسوخہ بھی ہیں اور اکثر الفاظ تبدیل و تحریف ہو گئے ہیں اور کثرت آیات کے موقع بدل گئے ہیں تو یہ تو ہیں نہیں ہی بلکہ اظہار امر واقعی کا ہی ہو سکتا ہے۔ تمام المہنت بھی اپنی تھا سیر میں قبول کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔ کیا کہنے یا قبول کرنے سے مخالفت تمسک ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس امر کو فقط اقرار سے المہنت پر بھی الزام تو ہیں کا آتا ہے کہ تبدیل و تحریف کرنے والے فرکب تو ہیں کے ہوئے ہوں۔

لیکن واقعی تو ہیں کلام پاک کی یا مخالفت تمسک قرآن یہ ہے کہ فلاں حکم قرآن میں نازل ہوا اور اسکو نہ مانا یا اسکی مخالفت کی یا اسکی تعمیل کرنے سے لوگوں کو روک دیا یا اپنے حکم سے اس حکم الہی کو منسوخ کر دیا۔ پس یہ بات جس شخص یا جس فرقے کی نسبت ثابت ہو یا جو فرقہ متبع اس شخص یا اس جماعت کا ہو اسکی نسبت کہا جائیگا کہ وہ قرآن پاک کی تو ہیں کرنے والے اور غیر تمسک بہ قرآن ہیں اور وہی شخص یا جماعت یا فرقہ بہ شہادت حدیث ثقلین ضال اور گم راہ اور ناری سمجھا جائیگا۔

اہل انصاف جو مذہب حق کی جستجو کرنا چاہتے ہیں وہ تحقیق کریں کہ منجملہ فرقات شیعہ دینی یا پیشوایان ہر دو فرقات کے کون لوگ ہیں جو

صرحاً آیات کلام الہی و احکام ربانی کی مخالفت کر کے ان کے برخلاف فتویٰ دیتے ہیں اور اپنے قول یا رائے یا اجتہاد سے نصوص احکام الہی کو منسوخ اور مغل اور کالعدم قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک تحقیقات کی جانگی ثابت ہوگا کہ اہل تشیع اور ان کے پیشوا کسی آیت قرآنی کے مخالف نہیں ہیں نہ کسی حکم کو اپنی رائے اور اجتہاد سے منسوخ و مغل و کالعدم قرار دیتے ہیں۔ البتہ حضرات اہلسنت کے پیشوایان نے بہت سی آیات قرآنی و احکام ربانی کی مخالفت کی ہے اور اپنی رائے سے ان کو منسوخ اور باطل کر دیا ہے اور اب بھی حضرات اہلسنت بمقابلہ آیات ربانی اٹھیں پیشوایان مخالف قرآن کی رائے اور اجتہاد پر برخلاف قرآن عمل کرتے ہیں۔

اثبات مخالفت آیات قرآنی و اجتہاد بمقابلہ نص نسبت پیشوایان حضرات اہلسنت و اتباع اہلسنت برا و اجتہاد پیشوایان بہ مخالفت قرآن

اگرچہ مخالفت احکام الہی حضرات اہلسنت و پیشوایان اہلسنت سے اس درجہ واقع ہوئی ہے کہ ان کے ذکر میں ایک مبسوط کتاب مرتب ہو لیکن بوجہ فقدان فرصت و بخوف تطویل بے محل اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ محض بطور نمونہ و نظیر کچھ گزارش کرتا ہوں۔

اواسط ہو کہ بلا حظ کتب حدیث و تفسیر اہلسنت پایا جاتا ہے کہ جو مخالفت

احکام قرآنی مخالفین ثقلین سے واقع ہوئی وہ دو قسم کی ہیں۔
 اول یہ کہ پیشوایان اہلسنت یعنی خلفاء و صحابہ نے بذات خود احکام مخصوصہ
 کی مخالفت کی دوسرے یہ کہ خود بھی پیشوایان مذکور نے مخالفت کی اور احکام
 الہی کو باطل کیا اور اپنے اشیاع و اتباع کو بھی مخالفت احکام الہی کا حکم دیا
 اور اب تک فرقہ سنت و جماعت میں اُن پیشوایان کے قول مخالف قرآن
 پر عمل ہے اور آیات قرآنی کو بمقابلہ قول مخالفین ثقلین بے وقعت
 سمجھ کر ستر و ک العمل کرتے ہیں۔ اور اس بحث کو ہم دو فصل جدا
 گانہ بیان کرتے ہیں۔

فصل اول در بیان مخالفت احکام الہی نسبت خلفاء و غیر ہم بالخصوص
 اگرچہ خلفاء ثلاثہ و دیگر اجداد صحابہ سی صد احکام و آیات الہی کی مخالفت نہ کر
 ہوئی ہے اور اُن سب مخالفتوں کا پتہ کتب اہلسنت سے برابر ملتا ہے لیکن
 چونکہ میری نظر اختصار پر ہے اسلئے چند آیات و احکام قرآنی بطور نمونہ فقط
 یادداشت زبانی سے عرض کرتا ہوں بغور توجہ ہو۔

آیت اول فقاتلوا فی سبیل اللہ ہے اسکی مخالفت خلفاء ثلاثہ سے ایسی
 واقع ہوئی سب پر روشن ہے۔ غزوہ بدر میں ہر سہ حضرات کسی کافر سے نہ لڑے
 غزوہ احد میں رسول خدا کو نہ اعدائین تنہا چھوڑ کر مفرور ہو گئے غزوہ
 احزاب میں بھی کسی کافر کا مقابلہ کیا بلکہ تین مرتبہ آنحضرت صلعم نے
 حضرت عمر کو عمرو بن عبدود سے لڑنے کو فرمایا لیکن حضرت عمر نے انکار کر دیا
 کیا۔ جنگ خیبر میں یحییٰ بن کحوف مر حب یہودی تین بار فرار ہوئی۔ غزوہ

حنین بن ہریرہ اصحاب مغرور ہوئے باوجودیکہ تحت الشجر بیت اس امر کی کرچک تھے کہ ہم مارینگے اور مرینگے رسول خدا کا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ بوقت آخر حیات رسول خدا صلعم نے ہریرہ اصحاب کو یہ تحت اسامہ بن زید جنگ پر مامور فرمایا مگر کوئی گھر سے باہر نہ نکلا۔

آیت دوم النبی اولی بالکمومنین من انفسہم یعنی مومن وہ ہی ہے جو نبی صلعم کو اپنے نفس سے عزیز اور اولی جانتا ہو۔ برخلاف اس آیت کے حضرت یار غار نبی صلعم کی جان کا کچھ خیال نہ کر کے اپنی جان کے لئے غار میں مصروف گریہ تھے اسید طرح جنگ بدر میں عرش کے اندر جھبے بیٹھے تھے اور جنگ احد میں سہ حضرت عمر بنی صلعم کو میدان جنگ میں نزعہ اعدائے اندر گھرا ہوا چھوڑ کر ایک فار میں جا چبھے اور اسید طرح جنگ حنین میں رسول خدا صلعم کو اکیلا چھوڑ کر اصحاب ثلاثہ بھاگ گئے۔

آیت سوم لقد صدق اللہ رسولہ الہو یا بالحق الحق الحق۔ رسول خدا صلعم نے خواب میں مکہ معظمہ کا فتح ہو جانا دیکھا اور لوگوں سے ذکر خواب کا کر دیا لیکن وقت فتح کا بیان نہ فرمایا۔ اسکے بعد مکہ پر فوج کشی کی اور پھر نابری صاعۃ عظیم صلح کر لی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے حضرت عمر نے نبی صلعم پر اعتراض کیا اور نبی صلعم کے خواب بلکہ نبوت کو چھوٹا بھانا نبی صلعم نے ہر خبیثہ فحاشی کی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تم سے یہ کب کہا تھا کہ اس سال ہی مکہ فتح ہوگا لیکن حضرت عمر کے خیال میں کوئی بات بھی نہ آئی اور انکے دل کا شک باوجود تصدیق خدا و رسول کے زائل نہوا

جیسا کہ کتب سیر میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ بعد فمائش رسول صلعم وہی ہی شک اور شبہ سے بھرے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کو پاس آئے اور وہی شک بیان کئے جو حضرت رسولؐ کو روبرو بیان کئے تھے۔

آیت چہارم اَمَّا وَلِيُّكُمَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ يَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ بِاجْمَاعٍ مَّفْسِرِيْنَ الْمَهْنَةِ بِآيَةِ حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے خدا تعالیٰ یوں خطاب کرتا ہے کہ تمہارے ولی صرف تین ہیں خدا اور رسول اور علی بن ابیطالب لیکن خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہؓ نے اس آیت کی تفسیل نہیں کی خود ولی سونمان بن گئے اور ولی برحق کے ولایت کے منکر ہو گئے۔ اور اکابر علماء اہلسنت اس امر کے قائل ہوئے ہیں کہ صحابہؓ حکم ولایت علیؓ مرتضیٰ سے انحرافی اور مخالفت کی جیسا کہ ابو عبد اللہ مرزبانیؒ کہ اجلہ علماء اہل تسنن سے ہیں اپنی کتاب شرفات الشرحین ابو سعید خدریؓ سے روایت لکھتے ہیں۔ وعن ابی ہاشم بن العبدی قال سمعت ابو سعید الخدری يقول اھما الناس یخفیٰ علیہم فعلوا باربع وترکوا واحدا فقال له رجل یا ابا سعید ما هذا الاربع التي علموا بها قال الصلوة والزکوة والصوم والحج قال فما الواحد التي ترکوها قال ولایت علی ابن ابی طالب وقال وانھا مفترضة معین قال نعم۔ الی آخرہ۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے یہ کہا کہ لوگوں پر پانچ چیزیں فرض ہوئیں جن میں سے

چار پر عمل کیا اور ایک حکم کو ترک کر دیا۔ ایک شخص نے اسکی تفضیل پوچھی تو ابو سعید نے کہا کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ چار حکموں پر لوگوں نے عمل کیا اور پانچویں حکم ولایت علی ابن ابی طالب کو ترک کر دیا۔ سائل نے پوچھا کہ کیا ولایت علی ابن ابی طالب بھی مفترض تھے تو ابو سعید نے کہا کہ ہاں۔ تا آخر روایت آیت پنجم یا ایہا الرسول بلغ ما اُنزل الیک من ربک الخ۔

آیت ششم الیوم اکملت لکم دینکم والتمت علیکم نعمتی الخ

باعتراف اکابر علمائے اہلسنت یہ ہر دو آیات یوم غدیر خم میں نازل ہوئیں اول آیت نمبر ۵ اور بعد خطبہ منکث مولانا فعلی مولانا کے آیت نمبر ۶۔ دیکھو تفسیر تعلیمی بحث آیت یا ایہا الرسول بلغ ما اُنزل الیک الخ بعد اب واقع اور دیکھو اسمین قصہ حارث ابن نعمان کا کہ وہ ملعون شک لایا ان آیات پر اور واقعہ خم غدیر کو فقط رسول خدا کی طرف سے برعایت قرابت سمجھا اور نہایت شقاوت قلبی سے یہ دعا کی کہ اگر ولایت علی مرتضیٰ خدا کے حکم سے ہوئی ہو تو اُس مرد و پر آسمان سے پتھر پڑے چنانچہ اس لفظ کے کہتے ہی اُس ملعون پر آسمان سے پتھر گرا اور راہی جہنم ہوا اور ملاحظہ فرماؤ مناقب خوارزمی کو کہ مرفوعاً الی ابو سعید خدری اور مناقب ابن المغازی کو بھی کہ اسطرح مرفوعاً ابو ہریرہ سے اور دیکھو تاریخ بغداد خطیب کو اور مناقب ابن مردویہ کو کہ ان سب میں یہ عبارت ہے بعد خطبہ منکث مولانا فعلی مولانا کے ثم لم یتفرقا حتی نزلت هذه الایت الیوم اکملت لکم دینکم الخ فقال النبی اللہ اکبر علی

اکتمل الذین وانیام النعمت ورضی الرب برسالتی والوکایت
 بجلی شرف الالہم والوالا الی آخرہ۔ اور انکار و مخالفت صحابہ
 ولایت علی مرتضیٰ سے بذیل آیت جبارم مذکور ہو چکا۔

آیت ہفتم قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی۔ اس آیت
 کی رو سے عزت پیغمبر صلعم کی محبت اُست محمدی پر فرض ہوئی مگر اس فرض
 کو صحابہ میں سے بہت تھوڑے لوگ ادا کر سکے خصوصاً یحییٰ بن جابر
 اس حکم کے نہایت شہرت و اعلان کے ساتھ سرزد ہوئی حتیٰ کہ بعض پیغمبر
 صلعم کو اُنکے آخری ایام حیات میں ایسا آزدہ کیا کہ اُنکو یہ وصیت کرنی پڑی
 کہ ابوبکر و عمر میرے جنازہ پر بھی نہ آدین یا ایسا ہی حضرت مرتضیٰ کے حقوق
 کو تلف کیا اوایل ایام بیت خلیفہ اول میں طرح طرح کی ایذا میں اور دھمکن
 و گیلین خلیفہ اول نے اپنی وفات کے وقت حق مرتضوی کو تلف کرنے کے
 لئے حضرت عمر کو ولیعہد کیا اور حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت بنابر
 حق باقی حضرت علی کی امر خلافت کو شور سے متعلق کیا اور باطن میں
 گو یا تدبیر قتل حضرت علی کی نکالی تھی چنانچہ خود جناب حیدر کرار نے فرمایا
 کہ عمر ابن الخطاب نے یہ سوچ لیا تھا کہ عبد الرحمن بن عوف بھائی و داماد
 عثمان ابن عفان کا ہر اور سعد اسکا ابن عم بہر حال یہ ایک طرف ہونگے
 اور میری طرف بزرگم اُسکے غایت درجہ یہ تھا کہ زبیر ابن عوام ہوا سئلے اُسے
 یہ قید لگائی تھی کہ حطوف عبد الرحمن ہوا اسکو ترجیح ہوگی اور فریق ثانی
 کی طرف بھی اگر تین رائے ہو جاوین وہ قتل کر دیا جاوے۔ علاوہ

اصحاب ثلاثہ کے حضرات اہل سنن کے خلیفہ پنجم معاویہ اور ششم خلیفہ زید بنے
چونکہ تعمیل اس حکم کی ہی محتاج بیان نہیں۔

آیت ششم ولا تفرقوا الصوائکم فتی حرات البانی اس آیت کے بموجب
جمیع صحابہ اور مسلمان کو ہدایت کے لئے کہ نبی صلعم کی حدیثیں اور ان کی روایت
بہرہ جمع بخاری اور مسلم اور دیگر کتب سیر و انوار میں بنانے طلب فرماتا ہے
و ششم وراثت فضلاء قوم ہو کہ حضرت عمر اور اس کے ہم سفیر و ان کے ہمراہی احمد کو
روایت و لکھنے صلعم کے فرمانے پر اس درجہ شور و غل کیا کہ مجبر بنی معاویہ کو یہ خبر
کہ میرے پاس سے نکل جاؤ کہ پیغمبر کی حضور میں اس شور و غل لائق نہیں ہے۔
آیت ششم شہد و مع پآرہ و اعلمہ اور بارہ خمس از اموال غنیمت۔

آیت و ہم سورہ شکر و باب اموال فی۔

ان آیات کا صاف مفہوم یہ ہے کہ خمس اور فی کے خدا اور رسول اور بیت
پیغمبر جعفر بن اور خلیفہ وغیرہ جمیع انبیاء کا حق ہے اس پر حرام کیا گیا اور سورہ
مشرکین صاف حکم ہوا کہ لا یكون دولة بین الاغنیاء و لکن خالصا
لئے البیت پیغمبر کو اس سے محروم کر کے خود نصرت کیا جائے گا۔ نیز شہد
مال خمس اور فی حرام تھا اور خلیفہ ثالث سے تو یہاں تک کہ اس کی حاجت
کی کہ خمس افریقہ و ایک لاکھ دینار کی مالیت تھا و شہد خوار و رسول کا شہد
یعنی مروان اپنے داماد کو بخشد یا جسکی عورت بھی رسول خدا کو دیکھا گویا یہ فی
اور مدینہ سورہ سے مروان مذکور کو مع اسکے باپ حکم کے دیں گا لا وید یا تھا اور
اور واپس آنے کی سمیت ممانعت کی تھی۔ حضرت عثمان نے اسکا بدلہ روکا آ

لینے کے لئے نیکے پیارے دوست ابوذر کو دین کا لادیا۔

آیت یازوہم۔ لقد رضى الله عن المؤمنين۔ یعنی آیت بیعت تحت شجرہ یسین حکم ہوا کہ جو کوئی اس بیعت کو توڑے گا اپنی جان پر ظلم توڑے گا اور احقر نے حسین کے مقام پر اس بیعت کو توڑ دیا اور سو خدا کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ ان غزوہ کو دیا اصحاب السہمہ کھرا دار در۔ اور سرورہ درخت کھجکے تیجے بیٹھ کر رسول خدا صلعم نے اپنے اصحاب پر بیعت لی تھی۔

آیت وواذوہم۔ من قتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم۔ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ صحابی کو بیگناہ قتل کیا۔ صواعق محرقہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر نے ایک مسلمان کو آگ میں جلا دیا عبد اللہ بن عمر نے ہرمزان کو اور ابولولہ کی دودھ تران کو بے گناہ قتل کیا۔

آیت سیاروہم۔ آیت قصاص خلیفہ اول۔ وہم نے خالد سے مالک بن نویرہ کا قصاص نہ لیا نہ مالک کی زوجہ سے زنا کرنے پر جہاد کی ہرمزان اور ابولولہ کی دختران کا قصاص خلیفہ ثالث نے نہیں لیا۔ بیگناہوں کا خون استہاک زیر زمین فریاد کر رہا ہے۔ خانیہ ادل نے سارق کا دست چپ کا خلیفہ دوم نے رحمہ داند اور قصاص مجنون کا فتویٰ دیا خلیفہ سیوم نے ایک عاملہ کو رجم کر دیا۔

آیت یازوہم۔ وواللہ ہی فی ان اللہ لایحب المسرفین

حضرت عثمانؓ نے ایک لاکھ دینار مروان کو بلا کسی استحقاق کے انعام دیا۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق میں حضرت عثمان کا الزام رفع کرنے کو لکھتے ہیں کہ فتح افریقیہ کے سب سے پہلے خبر مروان نے دی تھی اس لئے اس لئے انعام افریقیہ جو ایک لاکھ اشرفی کی قیمت کا تھا صلہ خوشخبری میں بخش دیا۔ یہ انعام بلاشبہ اسراف ہی اور اسراف بھی کیسا کہ غیر کے ملک میں۔ یعنی جس خلیفہ صاحب کی ملک نہ تھا اگر اپنا گھر بخش دیتے تو البتہ یہ فعل قطعاً داخل اسراف ہوتا لیکن جبکہ جس خلیفہ عطا فرمایا تو علاوہ اسراف کے مالکان و عماران جس کی حق تلفی اور غصب ان کے حقوق کا ہوا۔

آیت پانزدہم۔ حکم منع اخذ زکوٰۃ از ثلثہ ہر خلیفہ ثلث شے باوجود مخالفت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ لی۔

آیت شانزدہم۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ائمتہ من بعدہ کی مخالفت تو تحریر مردہ بالاسے بخوبی ثابت ہی یعنی پندرہ احکام الہی کی مخالفت تو تحریر ہو چکی اور باقی آئندہ ذکر ہو گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت تو ان لوگوں سے اس درجہ سرزد ہوئی کہ جسکی انتہائیں یہ نہ تھیں۔ فقط ذکر مخالفت قرآن پاک کا ہی اس لئے اس ذکر کو چھوڑ دیا۔ افسوس کہ اطمینان کے لئے ایک دو ایسی عدول حکموں کا ذکر بطور اختصار کرتا ہوں کہ جو زمانہ آخر حیات جناب سرور کائنات میں اصحاب سے سرزد ہوئی ہیں۔ اول مخالفت نص غدیر۔ دوم حکم کرنا رسول پر بمقام عقبہ سیوم خلف از بنش اس اس کی جسکی انتہا یہ تھی کہ

ارشاد فرمایا لعن اللہ من تخلف عنها۔ دیکھو ملل نخل عبد الکریم شہرستانی کو چہارم مخالفت وصیت آخر رسول صلعم کی۔

آیت مقتدہم انک مدیت وانهم مستون وایت افان من مات او قتل اعلم ان آیات من صاف صاف خبر وفات نبی صلعم کی ہر جگہ کتب معتبرہ المہنت سے ظاہر ہو کہ حضرت عمرؓ نے بوقت وفات پیغمبر خدا صلعم کے یہ فرمایا کہ نبی صلعم کی وفات ہوگی بلکہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے گئے اور جو کوئی یہ کہیگا کہ نبی صلعم نے وفات پائی تو میں اسکو قتل کر دوں گا۔ بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت عمر کو ایسا خیال کیوں پیدا ہوا بلکہ قرآن سے صاف ظاہر ہو کہ وہ حال وفات پیغمبر خدا سے خوب آگاہ تھے اور اسوقت مسجد نبوی میں ہی موجود تھے جہاں حضرت کے اہلبیت کے رونے پینے کی آواز بھی آرہی تھی اور نبی صلعم حجۃ الوداع سے لیکر برابر خطبہ میں اپنی وفات کی خبر دیتے تھے سوائے اسکے اسکوئی امر سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عمرؓ کے اس فعل میں کوئی بری بھاری پولٹیکل جال تھی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کے آئے ہی خیال انکا فوراً بدل گیا پس بعید نہیں کہ انھوں نے اسوقت حاضرین موقع کو خطبات کے بارہ میں گفتگو کرنے سے اس تدبیر کے وسیلے سے روکا ہو۔ یہ مخالفت قرآنی برے مطلب کے لئے تھی۔

فصل دوم در بیان مخالفت آیات قرآنی نسبت صحابہ

مجتہدین و عوام اہل سنت و جماعت

یعنی اس فصل میں اوق آیات اور احکام قرآنی کا مذکور ہے جس کے مخالف صحابہ و مجتہدین اہل سنت نے پیروی نفس اجتہاد کیا اور اہل سنت باوجود ہونے پر نفس جلی کے صریح مخالفت کر کے تقلید مسائل اجتہادی کے کرتے ہیں بطور نمونہ چند آیات کا مذکور کیا جاتا ہے۔

آیت اول یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاعسلوا وجہکم وایدیکم الی المرافق واسموا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ اس آیت میں صاف حکم مسح رطلین کا ہے اور آیت تیمم اسکی تائید میں واقع ہے کہ ہر سے ظاہر ہو گیا کہ وضو میں اعضا و واجب غسل فقط مسح اور ہاتھ و رینہ پر مسح کا مسح واجب ہوا اور اعضا و واجب المسح یعنی سر اور پیر تیمم میں ترک نہ کیے مگر حضرات اہل سنت فقط یہ پاسندی قول حضرت عمر کے پیروں کو دھوئے رین اور مخالفت حکم الکی کا کچھ خیال نہیں کرتے بسا اکر اہل مذکور ہو چکا کہ غسل قدم اور طلاق ثلث و فقا و احدہ اور منیع تسعة ارجح و تسعة النساء وغیرہ مسائل اجتہادی حضرت عمر و عبداللہ و زید کے ہیں۔ یہ بات غور کے قابل ہیں کہ حضرت عمر نے پیروں پر مسح کرنے کے تو برخلاف قرآن مخالفت کی اور موزون پر مسح کرنے کا جدید قاعدہ اپنی طرف سے نکالا۔ بعض لوگ ناواقف جو فعل مسح علی الخفین کو طریقہ نبوی سمجھے ہوئے ہیں یہ انکی غلطی بلکہ یہ طریقہ حضرت عمر کا نکالا ہوا ہے اور یہی نقل ہے کہ کہ گور کھاؤں اور گنگاؤں کا بر مسیح نہیں ہوا غرض یہ طریقہ

صفحہ ۳۲ - اخرج الداسر فطنی عن عبد الله المحض - انه سئل
 ائتمس علی الخفین فقال امسلم فقد مسلم عمر الحج -
 آیت دوم - فمن تمتع بالعمرة الى الحج - یعنی آیت متعة الحج -
 آیت سوم - فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورسات هن
 فرائضة یعنی آیت متعة النار -

پیشتر عبارت از الہ الخفا مقصد دوم سے ثابت ہو چکا کہ مسئلہ فسخ حج بمرور متعة
 النار و مسئلہ غسل قدمین تمام مجتہدین اہلسنت تابع اس تطبیق کے ہیں
 جسکو حضرت عمرؓ نے مقرر کیا پس مخالفت قرآنی نسبت حضرت عمرؓ و مجتہدین
 اہلسنت ثابت ہی اور نیز کتب اہلسنت سے ظاہر ہی کہ حضرت عمرؓ نے اشتہار
 دیا کہ دو متعة زمانہ رسول خداؐ اور زمانہ ابوبکرؓ میں جاری رکھے میں انکو حرام کر رہا ہوں
 اس سے زیادہ مخالفت حکم قرآنی اور کیا ہو سکتی ہی اور تمام اہل سنت اب تک
 بخالفت ان آیات قرآنی کے سر دو متعة کو حرام کہتے ہیں -

آیت چہارم لا تأخذوا من دونہ من دون المومنین اخرا بت یعنی تقیہ
 ہر کسی سنی سے جو کچھ لو برابر کیسا کہ تقیہ حرام ہی اور کچھ خیال حکم قرآنی کا نہ کر گیا
 آیت پنجم - واتقوا الصیام الى اللیل - یعنی آیت وقت افطار روزہ
 یہ امر ظاہر اور روشن ہی کہ گردش فلکی سے ہر چوبیس ساعت شبانہ روزہ
 میں چار وقت مخصوص ہوتے ہیں صبح دن شام رات اور خدا
 تعالیٰ دین پار وقتوں میں سے روزہ سے فقط رات کو جدا کیا ہی جسکی
 تشریح قرآن میں موجود پس ظاہر ہی کہ روزہ طلوع آفتاب سے غروب

آفتاب تک نہیں ہو بلکہ صبح صادق سے کہ خط ابیض خط اسود پر نمایاں ہوتا
ہی روزہ شروع ہو جاتا ہی اور بعد شام گزرنے کے رات کے شروع ہونی
پر ختم ہوتا ہی لیکن حضرات اہلسنت بر خلاف حکم الہی غروب آفتاب پر روزہ
افطار کرتے ہیں۔ اور مطلق تعمیل اس آیت کی نہیں کرتے بجائے نین
وقت صبح دن شام کے فقط دو وقت صبح اور دن کا روزہ رکھتے ہیں
اور یہ اجتہاد اہلسنت کا صریحاً بخلافت اض جلی کے ہے۔
آیت ششم قوموا للہ فانین۔ یعنی حکم قنوت نمازین۔

اس آیت میں صاف حکم یہ ہے کہ جب نماز پڑھو تو خدا کے روبرو عاجزی سے
گڑ گڑاتے ہوئے دعا کرو یعنی قنوت ہر نماز میں اس آیت کی رو سے فرض ہوا
ہی مگر حضرات اہلسنت کے مجتہدین نے اس آیت کو منوع کر ڈالا اور نماز فریضہ
میں ہرگز قنوت نہیں پڑھتے حالانکہ صبح بخاری وغیرہ صحاح سے یہ بھی ثابت ہوا
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔

آیت ہفتم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا عمرات اجلہ علماء اہلسنت یہ آیہ
سبار کہ سوائے سورہ برات کے ہر سورہ کے شروع پر نازل ہوا مگر مجتہدین
اہلسنت نے اسکو بھی ہر سورہ سے نکال دیا اور نماز میں سورہوں کے شروع پر
بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ دیکھو مشکوات شریف کی کتاب القرآن کو۔
عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحذف فصل السورۃ حتی ینزل
علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم رواہ ابوداؤد۔

التاس مؤلف

مثنیٰ صاحب گردل میں ذرہ برابر بھی انصاف فرمائیں اور تعصب کو دور کر دین
تو ظاہر ہو جائیگا کہ مذہب اہلسنت و الجماعت قطعی مخالفت قرآن پاک اور معاند
عزت صاحب لولاک ہے شیون پر جو الزام عدم تشک قرآن کا لگایا گیا ہے
یہ محض افتراء اور بہتان ہے اگر کسی کو برخلاف اسکے دلوں ہو تو جو طرح سننے محال
آیات قرآنی نسبت صحابہ و مجتہدین اہلسنت ثابت کی ہے نسبت دوازدہ امام
علیہم السلام پیشوایان شیعہ و عموم اہل تشیع کے نسبت ثابت کر دینے سے دور
اس عقیدہ فاسد سے تو یہ کرے۔ اور جو الزام عدم تشک لکیت شیون کے
قائم کیا ہے دراصل شاہ صاحب نے جہلاً اہلسنت کو دھوکہ دیا ہے آپ ناحق
فریب میں آ گئے۔

قال صاحب اسرار الہدی سب سنیے تشک عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اگرچہ باتفاق اہل لعنت عزت کے شتی رشتہ داروں اور عزیزوں فریب سے
ہیں مگر حضرات شیعہ بعض عزت کے فضیلت کا مطلق انکار کرتے ہیں بلکہ انکو
دائرہ عزت سے خارج سمجھتے ہیں مثل حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بیات
آن حضرت صلعم اور بعض کو داخل عزت نہیں شمار کرتے ہیں بلکہ ان
بزرگوں کی شان میں ترک ادب کلمات بکتے ہیں مثل حضرت عباس
رضی اللہ عنہما و حضرت عقیل رضی اللہ عنہما حضرت اسد اللہ

اقول بحول اللہ تعالیٰ اہل انصاف ذرا غور فرمائیں کہ حضرات اہلسنت تشک
عزت کے معنی سے بھی آگاہ نہیں ہیں پھر تشک کرنا انکا عزت ہی کی طرح
خیال میں آ سکتا ہے دیکھئے حضرت تشک کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی صلعم کے

رشتہ داروں کے نام یاد کر لیا کرے رشتہ داری رشتہ داروں سے تو کافروں کو بھی انکار نہیں لیکن بحث فقط یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ میں اپنے بعد تم میں اپنی عزت کو چھوڑتا ہوں اُن سے تمسک نہ کرنا کہ گمراہ نہو جاؤ وہ عزت کون ہیں جسے تمسک کرنے کا صحابہ کو حکم دیا اور اب منجملہ ہر دو فرقہ شیعہ و سنی کے تمسک بعزت کون ہیں منشی صاحب نے جو اس بحث میں ذکر رقیہ و ام کلثوم کا کیا ہے یہ انکی کم علمی اور نادانیت پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انکو فن تاریخ سے مطلق لگاؤ نہیں افسوس ہے کہ علمائے اہلسنت کو بھی یہاں تک رشتہ داران پیغمبر سے بے تعلقی ہے کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کسے کب وفات پائی رجوبت میں رسول خدا صلعم نے یہ حدیث فرمائی رقیہ اور ام کلثوم بہت مدت پیشتر فوت ہو چکی تھیں تو ظاہر ہے کہ لفظ انی تارک ان پر صادق نہیں آسکتا۔ نہ رسول خدا نے انکو اپنے بعد چھوڑا نہ اُن سے تمسک کرنے کا حکم دیا پھر قول مترض خود لغو ہو گیا۔ اور چونکہ مترض نے شیعوں پر اعتراض کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اہل سنت کو خاص عزت پیغمبر کو چھوڑ کر اخصیض نبات متونیات سے تمسک کرنے کا ادعا ہے تو ثابت ہوا کہ عام اہل سنت مخالفت حدیث ثقلین کے ہیں ای مصنف مزاج و منشی صاحب کی نسبت تو آپ لوگ ضرور یہ کہہ سکو گے کہ بوجہ نادانیت یہ اعتراض کیا گیا لیکن مولوی لطف اللہ صاحب کی نسبت کیا فرماؤ گے کہ انھوں نے اپنی تقریظ میں منشی صاحب کے تمام لغویات کی بڑے زور و شور سے داد دی ہے۔

اب رہی حضرت عباس اور عقیل بن ابیطالب اُنکو کوئی شیعہ نہیں کہتا بلکہ ایک
کو نبی صلعم کا چچا اور دوسرے کو ابن عم کہتے ہیں باقی رہا تمسک تو اہنت بھی
اس بات کے قائل نہونگے کہ یہ دونوں صاحب حضرت علی سے افضل ہیں کیونکہ
حضرت علی سابق الایمان و اہل بدر اور عالم ہیں اور یہ دونوں صاحب حق و ہی
ہیں کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ پر اسیر ہوئے تھے پس اہنت میں
سوائے منشی صاحب کے کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ جو اس بات کو پسند کرے
کہ حضرت علی کو چھوڑ کر حضرت عباس یا حضرت عقیل سے تمسک ہو کیونکہ
تمسک کے لئے افضل ہونا ضرور ہے اور نیز ایک وقت میں ایک ہی
شخص سے تمسک ہو سکتا ہی نہ کہ متعدد اشخاص سے جیسا کہ شیون کے
موضوعہ حدیث میں ہے کہ اقتدا کرو بعد میرے ابو بکر و عمر کا اور ہدایت
چاہو عبداللہ ابن مسعود سے اور جو بات وہ کہے اُسکی تصدیق کرو اور
تمسک کرو عمار بن یاسر سے۔

علاوہ اسکے آنحضرت صلعم نے تو بارہا امت پر ظاہر کر دیا ہے کہ علی اور فاطمہ اور
حسین میری عزت اور اہلبیت ہیں جیسا کہ بوقت نزول آیہ تطہیر و آیت
مباہلہ و آیت سورت ظاہر فرمایا ہے اور کسی اہل سنت کو یہ دعویٰ نہیں کہ ان
مواقع پر عباس یا عقیل شامل تھے پھر کمال تعجب ہے کہ ایسا فضول اور لغو
اعتراف کیوں کیا گیا۔ پس شیعہ تو یہ جواب دے سکتے ہیں کہ حدیث ثقلین
میں مراد آنحضرت کی عزت سے علی مرتضیٰ اور بعد ان کے حسین علیہ السلام
ہیں چنانچہ محمد بن یزید اور ایام مرض میں آنحضرت صلعم نے اسکو تشریح کر ساتھ

بیان بھی کر دیا۔ اور اہلسنت کو شیعوں پر اعتراض کا موقع نہیں ہے کیونکہ اہلسنت کو حضرت علی اور حسنین کی عترت پیغمبر ہونے سے انکار نہیں اگر یہ تعمیل حدیث ثقلین کوئی شخص علی مرتضیٰ سے متسک ہو تو اہلسنت اس پر مخالفت حدیث ثقلین کا اعتراض نہیں کر سکتے لیکن اب منشی صاحب پیشتر تو اپنے پیشواؤں کی بابت جو لب دین کیا کھنڈن نے یہ تعمیل اس ارشاد نبوی کے کس عترت پیغمبر سے متسک کیا اور پھر اپنی جماعت کی نسبت بیان فرماوین کہ کسے مقلد اور کس سے متسک ہیں۔

منشی صاحب اپنے تمام اقربا پر پیغمبرین سے دود خزان مردہ اور حضرت عباس اور عقیل کو متسک کے لئے پسند کیا مگر ہم یہاں تک آپ کو مختار کرتے ہیں کہ آپ اپنا اور اپنے پیشواؤں کا اسے ہی متسک کرنا ثابت کر دیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت عباس اور زبیرؓ تو شیخین پرتلو اور گھماتے پھرتے اور باعلان تمام لعن و طعن کرین کہ حضرت علی کا حق غضب کر لیا اور حضرت عقیل برسر منبر معاویہ پر لعن کرین اور آپ امین سے کیسی بھی تقلید نہ کرین اس سے توصاف پایا گیا کہ مذہب اہلسنت صریح مخالفت اور معاند رسول خدا صلعم اور ان کے اہلبیت کا ہے ہم کہتے ہیں اگر شیعوں نے بعض رشتہ داران پیغمبر سے متسک کیا اور تعمیل حکم نبوی افضل اور سب سے اقرب رشتہ دار سے متسک کیا تو کیا سچا کیا لیکن آپ فرمائیے کہ کیا اصحاب ثلاثہ یا ائمہ اربعہ کو کسی طرح داخل عترت کر سکتے ہو یا عترت پیغمبرین سے کسی قریب یا بعید رشتہ دار سے اپنا اور اپنے پیشواؤں کا متسک کرنا

ثابت کر سکتے ہو۔ منشی صاحب آپ اپنا ذکر تو بعد میں کرنا لیکن بدستریہ فرمائیے کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان نے اس حکم نبوی کو قبول کیا یا اسکی مخالفت کی اگر اس حکم کو قبول کیا تو فرمائیے کہ ان ہر سہ اصحاب نے عترت پیغمبر سے کسکی ساتھ متک کیا اور معاملات دینی میں کسکی پیروی اور تقلید کر گئے مگر اسی سے بچے اور اگر عترت میں سے کسکی تقلید نہیں کی اور کسی سے متمسک نہیں ہوئے تو مگر اسی سے بچنے کی دلیل کافی بیان فرمائی اور اگر آپ جان بچانے کے لئے اس بات کا اقرار کریں کہ خلفائے ثلاثہ نے عترت پیغمبر میں سے کسی کی پیروی اور تقلید کی تو ارشاد ہو کہ انہیں سے امام تو کون ہوا اور مقتدی و ماموم کون تھا اور پھر ان حضرات کی خلافت و امامت کس طرح جائز و برحق ہے جواب اسکا مفصل ارشاد ہو۔ اور اگر آپ سکے جواب میں مبادرت نہ فرمادیں تو ضرور مذہب اہل تسنن پر آپکا بڑا احسان ہوگا اسلئے لازم ہے کہ آپ مولوی لطف اللہ صاحب سے اسکا جواب لکھوائیں تاکہ عوام اہل سنت کے مقابلہ میں سند ہو سکے۔

اسکے بعد منشی صاحب نے حضرت علی کے اس ارشاد پر اعتراض کیا کہ میرے اہلبیت کے وہ لوگ جن پر مجھے دین خدا میں بھروسہ تھا زندہ اور باقی نہ رہے بلکہ دو شخص جو قریب العمد بکجاہلیہ ہیں باقی رہ گئے یعنی عباس اور عقیل (ہالانکہ ارشاد مرتضوی نہایت صحیح ہے اور کسی سنی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ کہ یہ دونوں حضرات قریب العمد بکجاہلیہ تھے اور دین و اسلام میں جو مرتبہ حضرت حمزہ و جعفر طیار کا تھا انکو حاصل نہ ہوا۔

نسبت آل عباس کے جو شکایت کی ہو کہ انکو شیعہ بر اجا تہ ہیں اور امام جعفر صادق نے جو الفاظ بنی عباس کی شان میں فرمائے ہیں انکے تحریر کرے منشی صاحب کی روح کا بپتی ہو واقعی یہ کام منشی صاحب کا ہی ہو کہ حضرت علی کی شان میں خود بے ادبی اور گستاخی کرنے سے روح نہ کا بنی اور حضرت کی نسبت امامت سے خارج ہونا مسلمانوں سے باہر ہو جانا کا فرمانا صواب ہونا تو لکھ دیا مگر خلفائے بنی عباس کی نسبت قول امام جعفر صادق کو نقل کرتے ہوئے روح کا نہ پ گئی۔ ناظرین بالفصاحت اسی عمل سے اہلسنت کے ایمان و اسلام کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ فساق و فجار سے تو ان لوگوں کو کس قدر دلسوزی اور صلحا و ابرار سے کس درجہ تنفر ہو تا تھا اللہ رشتہ داران پیغمبرین سے اگر کچھ لگاؤ ہو تو ایسے لوگوں سے ہی جو صریح ائمہ الہییت علیہم السلام سے محرف تھے گو یا رسول خدا سے عداوت بھڑی یعنی رسول خدا صلعم نے دروازہ امام کے لئے نام بنام نضل امامت فرمائی پھر ہر امام نے اپنے مابعد امام کے حق میں نفس فرمائی لیکن اہلسنت ان پاک اور مقدس اماموں کو نہ مانینگے بنی فاطمہ میں سے بھی اگر کسیکو مانینگے تو ایسوں کو کہ جنہوں نے صریحاً امام وقت سے انحراف کیا یا بمقابلہ امام برحق کے جھوٹا دعویٰ امامت کا کیا یا بطبع مال و دولت دنیاوی محض خوشنودی عوام کے لئے مذہب ابا و اجداد کرام کو چھوڑ کر تبرائے بظاہر ناراضی ظاہر کرنے لگے۔

نسبت حضرت حسن مثنیٰ و عبد اللہ محض و محمد طہ بے نفس زکیہ جو لکھا ہوا ہے کہ بھی مولف نے دھوکہ کھایا ہو اور غلطی سے یہ تصور کر لیا ہو کہ یہ حضرات بر خلاف اپنے ابا و اجداد کے تبرک کو ترک کر چکے تھے مگر یہ غلط ہے اور اگرچہ سادات حسنی نے کمی نسبت تک بطبع مددیت نص نبوی کے معنی اور مراد نہ سمجھ کر بیٹے کا نام عبد اللہ اور

پوتے کا نام محمد رکھا اور ہمیشہ ائمہ علیہم السلام سے حسد بوجہ رتبہ امامت کے کرتے
 سے اور جب کبھی کسی کو موقع ملا دعویٰ اور خلافت بلکہ مہمدیت کا ہو گیا اور عوام لوگوں
 کو اپنی اپنی طرف رجوع کرنے کے لئے بظاہر لعن و تبرا سے بھی نارضا مندی ظاہر
 کرنے لگے مگر دلون میں عقیدہ جواز لعن و تبرا کا ہی رکھتے رہے اور علی الاعلان
 حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ بلا فصل کہتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو ناجائز اور
 خلاف استحقاق سمجھتے تھے۔ محمد بن عبداللہ کے جو خطوط نام خلفاء وقت لکھی گئے
 اور کتب معتبرہ اہلسنت میں منقول ہیں ذرا انکو پڑھ کر دیکھیے۔ اگر سادات حسنی سے
 شیعہ اس وجہ سے ناراض ہوئے کہ انھوں نے ائمہ علیہم السلام سے بغض
 اور حسد رکھا اور حکام وقت سے سازش کر کر انکو ہمیشہ ازتین پہونچائیں تو کچھ
 بیجا نہیں کیا بلکہ خدا اور رسول کی رضامندی حاصل کی لیکن حضرات اہل سنت
 فرماتے ہیں کہ انکو دوازدہ امام سے کیوں کاوش ہو اور کیوں انکے حاسدون اور
 عاصیوں سے دل سوڑی ہو۔ وجہ اسکی فقط یہی ہے کہ دوازدہ امام علیہ السلام
 خلفائے ثلاثہ سے تبرا کرتے تھے اور اہلسنت بالضرور خلفائے ثلاثہ کے دوست ہیں
 اگرچہ رسول خدا کے دشمن ہوں لیکن جن لوگوں سے منشی صاحب سی و سوزی
 کی ہے۔ وہ سب کے سب بڑی تبرائے شیعہ تھے انہیں سے فقط حضرت زید
 امیر بغض رکھتے تھے اپنی حکومت و خلافت کی بنیاد قائم کرنے اور عوام کو اپنی
 طرف رجوع کرنے کے لئے بظاہر یہ شہور کر دیا کہ ہم خلفائے ثلاثہ سے تبرا نہیں کرتے
 اور واقع یہ لوگ اس تدبیر سے کس قدر کامیاب بھی ہوئے اور اہلسنت نے بڑے
 ذوق اور شوق سے انکی متابعت بھی کی مگر انجام کار سب پر کھل گیا کہ یہ تو مبرا

شیعہ تھے کیونکہ بموجب عقاید زید یہ استحقاق خلافت بعد نبی صلعم کی حضرت
 علی کا تھا اور زید یہ کہ حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے افضل تھے پس جبکہ وہ لوگ
 حضرت علی کو افضل اور اصحاب ثلاثہ کو منقول اور بعد نبی صلعم کے مستحق خلافت
 حضرت علی کو جانتے تھے تو خود تبراے شیعہ ہو گئی گویا ان سے کیسے سامنے
 کسی کو برانہ کہیں مگر اس عقیدہ کا نتیجہ صاف یہ ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت
 باطل اور ناجائز تھے اور انھوں نے حضرت علی کا حق ظلم و ستم سے غصب کیا
 اب رہا یہ امر کہ شیعہ ان لوگوں کو گمراہ جانتے ہیں جو حضرت زید کی امامت کی
 قائل ہیں یہ البتہ سچ ہی کیونکہ اول تو رسول خدا صلعم نے حضرت زید کے نام پر رض
 امامت نہیں فرمائی بلکہ بعد حضرت امام زین العابدین کے امام محمد باقر اور بعد
 ان کے امام جعفر صادق مخصوص ہیں دوم امام زین العابدین نے ان کے اہل رض
 امامت نہیں فرمائی پس جو لوگ ان کو امام مخصوص سمجھتے ہیں بالضرور گمراہ ہیں۔
 لیکن حضرت زید کے کبھی دعویٰ امامت کا نہیں کیا البتہ حکومت و سلطنت کا
 دعویٰ رکھتے تھے اور خلفاء امویہ و عباسیہ سے باعتبار نسب و ذاتی لیاقت
 کے زیادہ تر مستحق بھی تھے۔ لیکن افسوس کا یہ مقام ہے کہ اگر حضرات اہل تسنن
 کو حضرت زید بن علی یا ابراہیم بن موسیٰ یا جعفر بن علی سے بھی عقیدت ہوئی
 اور بجائے دوازدہ امام علیہم السلام کے انھیں لوگوں سے متمسک کرتے اور
 بجائے حنفی اور شافعی وغیرہ ہونے کے زید یا ابراہیم یا جعفر ہی ہوتے تو کچھ
 تو تعمیل حدیث ثقلین کی ہو جاتی یہ امر تو تحقیق ہو چکا کہ حضرات اہل سنت و جماعت
 ہرگز متمسک بقرآن و عترت پیغمبر نہیں ہیں جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں

لیکن اگر کسی کو بر خلاف اسکے ادعا ہو تو وہ تمام کتب اصول اور فقہ اہل سنت کو دیکھ جاوے اسکو صحت معلوم ہو جائیگا کہ کس قدر احکام قرآنی اور مسائل عترت پیغمبر سے مخالفت ہی ایک مسئلہ بھی عترت پیغمبر سے اخذ نہیں کیا گیا بلکہ قصداً انکے مسائل سے خلاف کر کے محض غیر لوگوں سے استباط کیا گیا ہے۔ بلکہ کمال حمیاداری سے یہاں تک کھول دیا ہی کہ فلان امر ہو جب مذہب علی اور انکے شیعوں کے ہے مگر مذہب ہمارا مذہب ابن مسعود کا ہے اس لئے ہم اتباع ابن مسعود کا کریں گے۔

شیعوں کے کتب بھی موجود ہیں خوب دیکھ لیجئے کہ سوائے قرآن پاک اور عترت صاحب لولاک کے کوئی مسئلہ بھی کسی غیر سے اخذ نہیں کیا گیا جس حدیث کی روایت میں حوالہ معصوم کا نہیں ہی اسکو قبول ہی نہیں کیا اس امر میں تو اہل تشیع کئے کتب کو کتب اہل تسنن سے پورا تقابل اور ضد ہی یعنی جس طرح اہل تشیع نے روایات بے حوالہ معصوم کو قبول نہیں کیا ہی اسی طرح اہل تسنن نے ان روایات کو حنین حوالہ معصوم کا ہی قطعاً ترک کر دیا ہے۔ ہر شخص جس کیسی پیروی اور اتباع کرتا ہی ضرور اسیکے نام سے اپنے آپکو منسوب کیا کرتا ہی جیسے اہل تسنن کہ کوئی حنفی کہلاتا ہے کوئی شافعی کوئی اشعری کہلاتا ہی کوئی ماتریدی۔ کسی سنی نے اپنے آپ کو کبھی حیدری یا جعفری یا حسینی یا اثنا عشری کہا ہو تو نشان دیجئے ورنہ اس بات کو قبول کیجئے کہ حضرات اہل تسنن عترت پیغمبر کے قطعی مخالف ہیں اور مخالف اسکا ممکن نہیں کہ متشک بہ قرآن ہو سکے۔

فاما قولہ اور یہ بات تو پر ظاہر ہے کہ کوئی مرثیہ ایسا نہیں ہے جو اہانت غرہ سے خالی ہو۔
 قاقول سچولہ تعالیٰ یہ مقولہ منشی صاحب کا انکی نادانی اور ناواقفیت پر دلالت
 کرتا ہے مرا ثی میں تو ہیں نہیں ہوا کرتی بلکہ مصائب کا بیان ہوتا ہے منشی صاحب
 نے فقط تو ہیں کا نام سن لیا ہے اور اس کے معنی اور مطلب سے مطلق آگاہ
 نہیں ہیں۔ یہ تو ہیں کی بانگ بے ہنگام منشی صاحب کی ہی طبع آزمائی ہے
 بلکہ خلفا بنی امیہ اور نواصب اور معاذین المہیت رسالت نے اسکو
 اسلئے اختراع کیا تھا کہ جو لوگ مرا ثی اور بیان مصائب حضرت سید الشہداء کو
 سنتے ہی وہ ضرور انکے قاتلون اور دشمنوں پر لعنت اور افسے بڑا کرتے تھے
 اور چونکہ خلفا بنی امیہ اور دیگر نواصب نسل سے اسی شجرہ ملعونہ کے تھے
 انکو سخت ناگوار گزرتا مگر ظاہر لوگوں کو اس ذکر کے کرنے سے ممانعت بھی
 نہیں کر سکتے تھے اسلئے یہ تدبیر نکالی گئی کہ ظاہر میں المہیت پیغمبر و سوری
 جملہ لوگوں کو دھوکہ دین کہ اس ذکر سے تو ہیں المہیت ہوتی ہے اسلئے
 مرثیہ وغیرہ پڑھنا نہ چاہئے وہی عقیدہ قدیمی منشی صاحب کی بھی طبیعت
 میں جاگزین ہو گیا ہے۔ اگرچہ اصحاب فہم و فراست کے نزدیک ایسے
 دامیات اور لغو اعتراضات کی کچھ وقعت نہیں نہ ایسا فضول اعتراض
 قابل جواب دینے کے ہے مگر اسلئے کہ شاید بعض نادان لوگ اس وسوسہ
 شیطانی میں پھنس کر ذکر مصائب اہل بیت کو تو ہیں المہیت سمجھ جاویں
 مختصر اسکی بابت عرض کیا جاتا ہے۔

اول دیکھنا اور سمجھنا اس بات کا ضرور ہے کہ تو ہیں کسکو کہتے ہیں۔ پس

واضح ہو کہ توہین کے معنی اور اس سے مراد یہی وجہوں موتِ خلافت واقع کسی کی نسبت ایسے امور کو منسوب کرنا جو باعثِ اسکی ذلت یا خواری یا نداشت کا ہوں جیسے کتب صحاح اہلسنت میں روایت ہے کہ بی بی عائشہ رحمہا علیہا کہتی ہیں کہ ایک روز مسجد نبوی میں جیٹھی آکر کھڑے اور دف بجا کر ناچنے لگے۔ اور مجھے رسول خداؐ نے اپنی دوش پر سوار کر کے چھیون کا ناچ دکھلایا۔ دوسرا طریق توہین کا یہ ہے کہ خلافت طریقیہ شرم و حیا کسی کی نسبت فحش بات کا کہنا یا منسوب کرنا جیسے کتب احادیث اہل سنت میں روایات بی بی عائشہ مشعرہ بشریح حالات زفات خود کہ اسطرح ام رومان نے مجھے آراستہ کیا اور اسطرح رسول خداؐ کی گود میں جھلایا اور رسول خداؐ نے میرے ساتھ کیا۔ دیگر روایات فحش مشعرہ بشریح حالات حیض و نفاس و طریق مجامعت وغیرہ بار وایا است موصوعہ نسبت حالات حضرت زینب کہ رسول خداؐ نے ان کو برہنہ دیکھا۔ یا بشریح کیفیت انک حضرت عائشہ یا قصہ ماریہ قبطیہ بر ستر حفصہ۔ یا روایات بی بی عائشہ کہ میں اور رسول خداؐ دونوں برہنہ ایک طرف میں نہایا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ ہزار روایات۔

معترضین نے جو فقط ذکر مصائب مسنورات اہلبیت اور ذکر انکی گریہ و زاری کو توہین قرار دیا ہے یہ فقط انکی سمجھ کا ہی قصور نہیں ہے بلکہ دیدہ دانستہ دھوکہ اور مغالطہ دیا ہے کیونکہ حالات مصائب اہل بیت کتب مرانی اور مقابل میں اس سے زیادہ نہیں۔

زینب خاتون اور ام کلثوم اپنے بھائی کی فرقت میں گریہ و زاری کر کے ایسے میں

کرتی تھیں۔ اور فاطمہ کبر اور سکینہ اپنے باپ کی یاد میں اس طرح بلک بلک کر
روتی تھیں۔ حضرت شہر بانو اپنے پسر کی یاد میں اس طرح پرین کرتی تھیں۔
اور کفار ناہنجار نے الہم کے خیمہ جلالت اسباب و زیور لوٹا چا ورن تک
چھین لیں۔ انکو اسیر کیا شتران بے کجا وہ پر سوار کر کے شہر شہر نشہیر کیا۔
خواتین اور کنیزان کو ایک رس میں باندھ کر دربار یزید پلید میں لائے۔

معرض صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں کو سنی بات دروغ ہی۔ اور انصاف پسند
لوگ فرماویں کہ یہ ذکر کس نیت اور کس ارادہ سے کیا جاتا ہے۔ تمام اہل
اسلام جانتے ہیں کہ مصائب حسین اور ان کے اہلبیت کی تکالیف اور شہداء
کو یاد کر کے رونامو جب ثواب عظیم بلکہ باعث وجوب جنت و بہشت کا ہے
جیسا کہ بطریق اہلسنت مروی ہے۔ من بکی علی الحسین ادا بکی او مبال
و حبت لہ الجنہ۔ پس ثابت ہوا کہ مصائب اہل بیت کو بیان کرنا بہت
بڑا ثواب ہے اور مخالف اسکا مستحق نارسے اب اگر یوں کہا جاوے کہ جس
اناث کا نام لینا یا انکا حال لکھنا یا پڑھنا موجب توہین ہے تو معرض کو لازم ہے
کہ اول تو تمام حالات اناث اور اسماء مستورات کو قرآن سے نکالے پھر
اپنی کتب تفسیر اور صحاح ستہ کو اس توہین عظیم سے پاک کرے دیکھو بے
پہلے تو سبکی دادی اتان بی بی خوا کا نام اور انکا قصہ اور گریہ و زاری زن و
شوہر تشق اور فراق یکدگر میں۔ پھر قصہ اقلیمیا کے حسن و جمال اور سیلان
طبیعت قایل کا۔ پھر حضرت نوح کی زوجہ کا داستان۔ پھر اہم الانبیاء والرسل
سار اخاتون کے حسن و جمال اور بے اعتدالی شاہ مصر کا قصہ۔ پھر ہاجرہ خاتون کا

قصہ اور انکا ختان وغیرہ۔ پھر ذکر حسن و جمال رقبہ خاتون و راحیل مادر یوسف و صفورا و خمر شعیب و قصہ لعش یوسف و زلیخا۔ و قصہ ام موسیٰ و مریم خواہر موسیٰ۔ ذکر زوجہ لوط و قصہ و خمران لوط و وجہ تسمیہ قوم سواب۔ و ذکر لعش داؤد علیہ السلام بازن اور یا و قصہ سلیمان و بلقیس و ذکر مریم و ایلیسا ط مادر یحییٰ درج قرآن و تفاسیر المہنت ہیں۔ اس حساب سے مختصر صحن کے نزدیک قرآن و تفاسیر کا پڑھنا حرام ہوا اور ایسا عقیدہ یا جماع اہل قبلہ مردود ہے اہل انصاف ذرا توجہ کے ساتھ غور کریں کہ ان قصص مندرجہ قرآن و تفاسیر میں تو اکثر ایسے قصہ بھی ہیں کہ اگر وہ ادنیٰ درجہ کے آدمیوں سے منسوب ہوں تو مخالف شرم و حیا ہونے کا احتمال ہو جائے اور ذکر مصائب اہل بیت میں کوئی بیان اس قسم کا بھی نہیں ہے پھر بجز حسد اور فساد معترض کے اور کیا سمجھا جاوے۔ اب دو قسم کے شبہ اور باقی رہے۔ اول یہ کہ بڑے آدمیوں کے ایسے سچے حالات بھی جو انکے کسر شان کے باعث ہوں داخل توہین ہو سکتے ہیں۔ ہاں البتہ دنیا داروں کے لئے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے لیکن انبیاء و اوصیاء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ دنیاوی ذلت اور کسر شان باعث ترغ و تہذیب اور بلندی انکے مراتب کا ہی اور جب قدر جن کا مرتبہ عظیم ہے اسی قدر دنیا کی خواری اور ذلت اس پر زیادہ ہوتی ہے اگر انبیاء مرسلین کی دنیاوی ذلت و خواری باعث توہین ہوتی تو سارا حق و کمال قصہ حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالے جانے کا ذکر حضرت یوسف کا غلامی میں فروخت ہونا اور زندان میں رہنا ہزار ہا انبیاء کا قتل و تہک ہوتا۔ جناب

خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین پر عتبہ ملعونہ کا شکنجہ شتر ڈالنا اور چادر گلے میں ڈال کر کھینچنا ابوبکر صدیق کو منع کرنے پر کفش کاری کرنا۔ طایف کے لوگوں کا ظلم و ستم واپسی طائف پر اہل مکہ کا سنگ و خشت سے مارنا۔ ابولسب کی زیادتی اسکی زوجہ کا ظلم اس کے پسر ملعون کا چہرہ مبارک پر تھوکرنا۔ اور آپکی دختر کو آپ کے روبرو طلاق دینا کبھی کتب اہل سنت میں درج نہ کیا جاتا اور نہ ایسی کتابوں کو کوئی پڑھتا۔ آپ ہی فرمائیے کہ ایسے ایسے حالات عام کی نظروں میں باعث توہین ہو سکتے ہیں یا نہیں پھر کیا وجہ ہو کہ معتزض نے اپنی کتب تفسیر اور صحاح ستہ کو جلاسنین ڈالنا کہ بار دیگر کوئی ان حالات کو پڑھ کر متکلب توہین انبیاء کا نہ ہو۔

اب رہا یہ دوسرا شبہ کہ فقط سورات و محذرات عصمت کا نام زبان پر لانا یا تحزیر کرنا یا کتب میں پڑھنا کسر شان ہے۔ یہ دوسرے بھی شیطانی ہیں کیونکہ اول تو قرآن مجید میں نام محذرات عصمت کے درج ہیں مثل حوا و سارا و جہم اور کتب و تفاسیر و صحاح ستہ میں بڑی تشریح کے ساتھ نام حضرت کی والدہ ادردادی اور چچی اور بھوپھی یعنی آمنہ اور فاطمہ بنت اسد ام الفضل صفیہ امیہ کا اور آپکی ازواج مطہرات کے نام حدیث مسند و عائشہ حفصہ ام سلمہ زینب جو بیہ تاریہ وغیرہ درج ہیں اسبطر آہل دختران کے نام ثبت ہیں۔ کتب احادیث میں جابجا عن عائشہ عن حفصہ عن ام سلمہ درج ہیں جو روز مرہ دنیا کے تمام مسلمانان شہروں میں ہر کتب ہر مدرسہ ہر مسجد میں پڑھائے جاتے ہیں۔ مجالس مولود و تہنیت

میں تفصیل و احوالات والدہ شریفہ و ازواج مطہرات و بنات طاہرات معہ نام اور لقب وغیرہ ہزاروں نامحرمون میں پکاری جاتی ہیں معترض صاحب نے کبھی کسی مدرسہ اہل جہاد مجلس و خط و محفل مولود پر جہاد نہ فرمایا نہ اُنکو ایسی توہین سیر و کا پھرا سکے سوا اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ معترض کو ضرور اہل بیت پیغمبر خدا سے حسد اور عناد ہو اور اُنکے دشمنوں اور قاتلون سے حسن عقیدت اور اتحاد ہو اسلئے چاہتا ہے کہ اہل حق کو ایسے دوسرے شیطانی سے دھوکہ میں ڈالے تاکہ یہ ذکر خیر جو باعث نجات ماصیان ہے بند ہو جاوے و طاعین است پر جو اہل دل ان حالات مصیبت کو شکر ملت کہتے ہیں سرد ہو جاوے فقط۔ اس موقع پر معترض صاحب نے ایک لطیفہ اپنی جولانی طبع دکھانے کو درج فرمایا ہے۔

قولہ لطیفہ ایک مرثیہ خوان جو مثل بیان دیر و انیس کے اپنے زمانہ میں نگشت
نما تھا بلکہ فصاحت و بلاغت میں مانند میر مونس و میر دلگیر کے اپنے وقت کا لیتا
تھا ایک روز طبیعت جو زور پر آئی چند بند و لپند قلم بند کر کے کسی امیر کی
خدمت میں لے گیا اور ابجد بجالانے کے فخریہ عرض کی قبلہ حضور کی تفریح طبع
کے واسطے ایک نئی بندش کا مرثیہ لکھ لایا ہوں قسم حضرت عباس علیہ السلام کی
بے عیث مولانا شگل کشا علی اہانت اہلبیت رسول اللہ و مصائب جگر گوشگان اسدا
کا وہ جدیدہ ضمون تخریر کیا ہے جسکو شکر خیم آسمان گریان ہوا و دل مہر و ماہ
بریان امیر نے مرثیہ خوان کی مزاج پر سی کی جواب دیا کہ بے کت امام ضامن بن
بہت اچھا ہے۔ پھر امیر نے دریافت کیا کہ آپ کی والدہ عقیقہ کا مزاج کیسا ہے مرثیہ خوان
نے جواب دیا پھر امیر نے پوچھا کہ آپ کی ہمیشہ ہارسا کا مزاج کس طرح سے ہے

مرثیہ خوان کا دم بند ہوا پھر امیر نے کہا کہ آپ کی دختر صاحبہ کا مزاج تو خوش ہے جب مرثیہ خوان نے دختر کا لفظ امیر کی زبان سے سنالال پھیلا ہو گیا اور اس غصہ کی حالت میں بے اختیار ہو کر کہنے لگا کہ قسم ذوالفقار حیدر کرار کی اگر اس دم میرے پاس ہوتی تو تیرا سر وٹھ سے جدا کر دیتا کیا کروں جناب میری طرح مجبور ہوں سوائے سکوت کے کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ تب امیر نے فرمایا مزار صاحب آپ تو صرف والدہ ہمشیرہ و دختر کے الفاظ ہی سنکر اتنے بگڑ گئے کہ جسکا کچھ ٹھیک ٹھکانا ہی نہیں رہا حالانکہ انکا نام میری زبان پر نہیں آیا اب آپ یہ تو بنظر انصاف فرمائیے کہ جس وقت آپ لوگ سبھروں پر بڑے تپاک سی جھکیا بہت رسول اللہ کے اسم مبارک لیکر کیسی خوشی سے مجلسوں میں توہین کرتے ہو اسوقت روح پر فتوح حضرت رسالت مآب کی کس قدر تسے بیزار ہوئی ہوگی انہیں ایسے شرف پر جو عزت رسول اللہ کی توہین کرے جو خین مرثیہ خوان نے امیر سے یہ بات سنی نادوم ہو کر شدید صاعکھو کا راستہ لیا۔

اقول وہ بے ہمتی منشی صاحب نے جو اس امیر کی داستان حماقت اور خیالات حماقت کو لطیفہ کے نام سے زیب زخم فرمایا ہے یہ محض سادہ لوحی بدولالت کرتا ہے۔ توہین کی تعریف اور ذکر مصائب کو ہم ادب و اصح بیان کر چکے ہیں اب دیکھنا اس امر کا ہے کہ یہ قصہ فقط منشی صاحب کا ہی طبعزاد تراشا ہوا ہے یا کہیں اسکا وجود بھی ہے ہم جہان تک اسکو غور کرتے ہیں کسی تاریخ یا کتاب میں اس طرز او عنوان سے اس قصہ امیر کو نہیں پاتے البتہ اسکے مضمون سے کچھ ملاحظہ ایک قصہ امیر معاویہ صاحب کا کتب اہل سنت میں پاتے ہیں کچھ بعید نہیں کہ منشی صاحب نے قصہ

اس فقرہ کے عنوان کو بدلایا بوجہ مشارکت لفظ امیر حضرت امیر معاویہ کی جبکہ سہو سے ایک امیر مجبوراً لاسم کا نام تحریر کر دیا اور سہو کی وجہ سے مضمون فقرہ بھی اُلٹ پلٹ ہو گیا۔ دیکھو کتاب ماہواری کجکول امانت خانی بابت ماہِ چہرِ شمسِ ہجری مرتبہ مولوی عبدالاحد صاحب مطبع مجتہبی دہلی کے لقمہ دوم در وعظ صفحہ ۳۷۷ میں درج ہے۔ پس جسوقت حضرت امیر معاویہ حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت امام اُنکی تعظیم کیا لائے اور کہا کہ اے میرے چچا خلافت آپ ہی سنبھالئے مجھے اس سے کچھ کام نہیں اور اپنے خلافت حضرت معاویہ کو سپرد کر دی پھر امیر معاویہ دمشق کو روانہ ہو گئے پھر انھوں نے ملک کو خوب ضبط کیا اور علم اور سخاوت میں اپنا نانی نر کھا چنانچہ منقول ہے کہ وہ شخصوں میں شرط ہوئی تو ایک نے کہا کہ میں امیر معاویہ کو غصہ میں لاتا ہوں یہ کہہ کر وہ شخص امیر معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین خدا تعالیٰ نے تیری والدہ کو صاحب جمال بنایا ہے آپ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے اُسے کہا نہایت فرخ جسم ہے آپ نے کہا الحمد للہ اُسے کہا چہرہ بڑا خوشنما ہے کہا خدا تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ شخص اس طرح تمام اعضا کی تعریف کرتا تھا اور معاویہ نے بھی جواب دیا کہ جو کچھ ہے خدا تعالیٰ نے ہی سے مجتہا ہے پھر اُسے کہا مجھے اپنے نکاح میں قبول کر لگی تو امیر معاویہ نے کہا کہ وہ اپنے نفس کی مالک ہے اگر تجھے پسند کر لگی تو میرے ساتھ نکاح کیونکر لگی پس وہ شخص شرمندہ ہوا اور شرمناک ہوا۔

حضرت منشی صاحب آپ پر نسیان کا غلبہ زیادہ معلوم ہوتا ہے براہِ خدا دیکھ

بھیال کر لکھا کیجئے مرثیہ اور مرثیہ گوہر نیر جو آپ کی عنایت سبذول ہوئی ہے انہر
اغترش کرنا تو سر اسر جہالت اور حماقت ہی کیونکہ اگر نام لینے سے اہانت ہو تو مرثیہ
سی ہزار چند تو ہیں انبیاء قرآن شریف اور کتب سیر تفسیر و احادیث اہلسنت میں
ہی اور اگر فقط نام مرثیہ سے ہی معترض کو عداوت و عناد ہی تو یہ بھی مذہب
اہل سنت کے برخلاف ہے کیونکہ تحریر علماء معتبرین اہلسنت سے ثابت
ہے کہ اکثر جنابت اور باتفون نے مصیبت حسین علیہ السلام میں مرثیہ
پڑھ پڑھ کر گریہ و زاری کی ہے اور عہدائے علیہم السلام اور عہد صحابہ و
تابعین میں مرثیہ خوانی کا رواج تھا۔

دیکھو مہر النہادین مولفہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کو کہ وہ
فرماتے ہیں۔ و منوح انھن بالمراتی۔ اکثر ملکہ اہلسنت نے مرثیہ ہای جنابت
و ہوا الق کو نقل کیا ہے مثل ۱۲۰ جو امتا قتلت حسینا۔ شفاعتہ جدایوم
الحساب۔ دیگر قطعہ معروف۔ مسم النبی جینہ۔ فلہ بریق فی الخدود
ابواء فی علیا قریش۔ جدہ خیر الحمدود

اب طبقہ صحابہ و تابعین کی مرثیہ گوہر نیر کے نام سنئے۔

اول جناب زمین خاتون نے مرثیہ شام میں لکھا جس کا ایک شعر مطلع یہ ہے۔
اما شجاک باسکن قتل المحسن والحسن۔

دوم امام شافعی انکے مرثیہ کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ یہ ہے۔

ناوہ قلبی والقراد کیٹب انکے علاوہ سلمان بن قتیہ جس نے تین روز بعد
ستادت کے مرثیہ لکھا ابوالرحم خزاعی و عبدل نزاعی سید رفتی نقیب بغداد

جو ہری محمد و طرحی نفلح خلیعی راہی از عونی کیت صاحب بن عباد۔
عبدالستار مہن محمد قزوینی ابو منظور قطان ابن حماد خالد بن معدان اسمعیل
بن عباد وغیرہ سب متقدمین مرثیہ گوہین۔ عذبی کی است سے پیشتر کسی نے
مرثیہ اور مرثیہ گوہیوں پر اعتراض نہیں کیا۔

قال ایسے عقاید پر نظر کرنے سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات شیعہ
ہرگز مستحک حدیث ثقلین کے نہیں اگر ہوتے تو قرآن کو آنکھ کی
پتلی کا تار اسٹل ماہل سنت کے بنائے اور خاک پار اہلبیت کو
آنکھوں میں بطور سدمہ لگاتے۔

اقول جب ہی اکثر حافظ قرآن اندھے ہوتے ہیں کہ زبان سی تو قرآن پر
خدا اور اندھے آنکھ کی پتلی کا تار بناتے ہیں اور عمل اُسکے برخلاف کرتے
ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اکثر حصہ مروان کا حضرت عمر کی رائے کی اتباع
میں نازل ہوا اور اغلباً اسی لئے عمل حضرت ابن الخطاب کو نسخ قرآن
سمجھتے ہیں مثل آیت سجدہ و آیت سجرجل و آیت افطار صوم و آیت ازالہ
سجاست از آب کہ محض حضرت عمر کے فرمانے سے آیت سجدہ کو منسوخ
اور سج کو غسل سے تبدیل کر دیا سچا ختم شام آغاز شام بہرہ وزہ افطار کرنے
لگے اور پانی کی جگہ ڈھیلون سے پوچھنے لگے اہل بیت پیغمبر پر طرح
طرح سے ظلم کیا الحاق چھین لیا۔

اب ہم آخری فیصلہ اس امر کا کرتے ہیں کہ فرقہ ناجی شیعہ ہی یا سنی اور
رسو خدا صلعم نے شیعوں کی نسبت بہشت میں جانے کی خبر دی ہے یا

سنیوں کی پس پاؤ منشی صاحب کتب شیعہ سے اہلسنت کا ہشتی ہونا ثابت کر دین یا ہم کتب اہل سنت سے شیعوں کا جنت میں جانا ثابت کیں منشی صاحب جس قدر اس بات کے ثابت کرنے کے لئے مہلت طلب کریں ہم بخوشی منظور کرتے ہیں۔ اور ہم اس وقت کتب معتبرہ اہلسنت سے شیعیان علی کا ہشت میں جانا اور خیر البریہ کا لقب ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اول تو کتاب صواعق محررقہ شیخ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۹۹ کو ملاحظہ فرمائی وہ لکھتے ہیں الا یہ انما وی عشوة قوله تعالی الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ۔ اخرج حافظ جہا ل الدین الذرندی عن ابن عباس ان هذه الاية ما نزلت قال صلوا علی ہوانت وشیعتک تالی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین ومرضین ویاتی عدوک غصبا باقمہین ر قال ومن عدوی قال من یدرامنک ولعنک وخیر السابقون الی ظل العرش یوم القیامۃ طوبی لہم قبل ومن ہم یارسول اللہ قال شیعتک یا علی ومحبوک۔ دیکھئے منشی صاحب کیا درجہ ہے شیعیان علی کا کہ حضرت رسول خدا فرماتے ہیں کہ بوقت نزول اس آیہ کے حضرت علی سے کہ خیر البریہ تم اور تمہاری شیعہ ہیں اور قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ اس طرح آؤ گئے کہ خدا اُسے راضی ہوگا اور خدا سے وہ راضی ہوں گے اور دشمن تمہارے خدا کے قہر اور پھٹکار میں مبتلا ہو کر قیامت میں آؤ گئے۔ دیکھئے حضرت علی کے دشمنوں کا حال اگر اب بھی توبہ نہ کرو تو مرضی خدا کی۔ اور حضرات اور بھی ملاحظہ

فرمایا کہ حضرات اہلسنت کو آیات السابقون الاولون۔ والسابقون
 السابقون پر بڑا ناز تھا کہ شاید اسکے مصداق مہاجرین ہو جاویں لیکن اس
 حدیث سے معلوم ہوا کہ ان آیات کے مصداق علی الصبح شعیان علی ہیں۔
 کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ خیر السابقون طرف ظل عرش کے بروز قیامت
 اور طوبیٰ پر جنکے لئے وہ شعیان اور محبان علی ہیں۔ مصداق حقیقی یہ وہ آیات
 والسابقون کے دراصل وہ ہی ہیں جو خیر السابقون الی ظل العرش ہیں
 اور وہ شعیان علی ہیں امام احمد بن حنبل منافع میں روایت کرتے ہیں
 قال صلعم یعلیٰ اما ترضیٰ انک معی فی الجنة والحسن والحسین وذریعتہما
 خاتم ظہورنا واسرنا وجنا خلف ذریعتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلتنا۔
 یعنی فرمایا مجھ مصداق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی سے کہ آیا راضی
 نہیں ہوں کہ توجنت میں میرے ساتھ ہوگا اور حسن اور حسین اور اولاد ہماری
 ہمارے پیچھے پیچھے اور عورتیں ہماری ہماری اولاد کے پیچھے اور شیعی ہمارے
 ہمارے راست و چپ ہوں گے۔

واخرج الطبرانی انہ صلعم قال لعلیٰ اول اسر بعة یدخلون الجنة انا و انت
 والحسن والحسین وذریعتنا خلف ظہورنا واسرنا وجنا خلف ذریعتنا
 وشیعتنا عن ایماننا وشمائلتنا۔ یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے
 کہ اول چار شخص داخل جنت ہوں گے۔ میں اور تو اور حسن اور حسین اور
 اولاد ہماری ہماری پیچھے پیچھے ہوں گی اور ازواج ہماری ہماری ذریعہ کے پیچھے
 ہوں گی اور شیعی ہمارے ہمارے چپ و راست ہوں گے۔

منشی صاحب ذرا دل میں غور کریں کہ کس امید پر شیعہ سے سنی بنے ہیں۔ ہم انکو جب ہی جانیں کہ شیون کی نسبت کوئی ایسی حدیث ثابت کر دیں بلکہ صحابہ ثلاثہ کی نسبت ایسی بشارت ثابت کر دیں کہ جسے وہ شیعہ علی میں داخل ہو سکیں۔ اس موقع پر ضرور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اصحاب ثلاثہ داخل زمرہ شیعہ علی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر زمرہ شیعہ علی سے خارج ہیں تو آپس کس لفظ کا اطلاق آئے گا آیا مخالف انکے قرار پائینگے یا کیا اور نتیجہ مخالفت کیا ہے۔

قال صاحب اسرار المدی قطع نظر اسکے شیون کی معتبر تاریخ روضۃ اللہ غامولہ اخوند شاہ ابن محمد مطبوعہ ممبئی صفحہ ۱۷۴ جلد دوم میں یہ عبارت بلفظہ مرقوم ہے عبارت یہ ہے۔ (روایت ست کہ در حین علیان مرض حضرت مقدس نبوی فرمود از نہایت مشک سرنا کشودہ کہ آنرا از نہایت چاہ پر کردہ باشند آب بر من ریزند) عبارت مستدلہ کہ عباس عرض نمود یا رسول اللہ در شان قریش نیز وصیتی فرمائی آنحضرت فرمود کہ وصیت میکنم باین امر یعنی خلافت کہ قریش مقصدی آن شوند و خلق پیرو قریش باشند و اہل برواحسان تابع ارباب برواحسان و اہل شر و اساءات تابع اہل شر و اساءات ایشان مطلب مولف صاحب کا اس روایت سے یہ ہے کہ حضرت صلعم نے خلافت و حکومت کا فرمان قریش کو دیا پھر خلافت بلا فضل حضرت علی کی کیسے قائم رہتی ہے۔

اقول وہ نستعین۔ ابتدائے عشق ہی روتا گیا ہے۔ اگر اگر دیکھ تو ہوتا کیا ہے۔

آج تو آپ روضۃ الصفا کو شیعوں کی تاریخ لکھتے ہو لیکن اگر حنبلی یہی لیل و
 نهار ہی تو ضرور آپ جیسے عالمان کو یہ لکھتے ہوئے دکھلا دینگے کہ شیعوں کی
 صحیح بخاری امامیہ کی صحیح مسلم جب انسان کو کوئی موقع گزرے گا باقی نہیں رہتا
 اسوقت جو کچھ زبان پر آتا ہی کہنے سے عرض ہوتی ہے۔ اول تو معتزض صاحب کو کتاب اور
 مصنف کی نام کی صحت نہیں یہ نہیں معلوم کہ روضۃ الصفا ایک ہی یادوار جس روضۃ
 الصفا کا حوالہ دے رہے ہیں اسکا مصنف کون ہے حوالہ دے رہے ہیں اسکا
 مصنف کون ہے صحیح نام اسکا کیا ہے ولدیت کیا ہے مذہب اسکا کیا تھا کسی سے
 سن لیا کہ روضۃ الصفا شیعوں کی کتاب ہے۔ سنئے روضۃ الصفا دو ہیں مگر
 جو نام مصنف اپنے تحریر فرمایا ہے یہ نام دونوں کتابوں میں سے کسی کو بھی
 مصنف کا نہیں ہے صفحہ کا نمبر بھی آپ کو کسی نے غلط بتلادیا ہے دوسروں کے بھروسہ
 پر مناظرہ کی کتاب لکھنا بڑی خطا ہے ضرور زیادہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس سالہ کی
 تصنیف سے پیشتر آپ نام کتاب اور نام مصنف کے صحت سے مراد لیتے
 تو محنت آپ کی رائیگان نہ جاتی۔

اب سنئے وہ روضۃ الصفا جس کا آپ حوالہ دے رہے ہیں مؤلفہ اخوند شاہ
 بن محمد کی نہیں ہے بلکہ صحیح نام مؤلف کا خاوند شاہ بن محمود ہے اور وہ اہل سنت کی
 بڑے عالم اور نام و فاضل تھے کوئی روایات بھی شیعوں کی اپنی کتاب میں
 نہیں لکھی بلکہ ماخذ اس تاریخ کا روایات محمد بن اسحق و تہب بن ضبیہ
 و آندی اصفہانی طبری مسلم بن قتیبہ اعظم کو فی عبد اللہ بن مقفع حکیم سکویہ
 ابن جوزی ابن کثیر شامی ہیں جو مشہور سی متعصب سنی کہلاتے ہیں۔

مواضع مذکور نے جا بجا روافض بر طعن کئے ہیں ہر جگہ انکو بد مذہب و مانی آپکو سنی پاک لکھا ہے چنانچہ ایک موقع پر لکھا ہے و شرطا اول آنکہ تاریخ نویس باید کہ مسلم العقیدہ و پاک مذہب باشند چہ بھنے بد مذہبان چون بخلاۃ خوارج و غواطر و افض نقص آثارنا پسندید بر صحابہ و تابعین بستہ اند و دوسرے مقام پر لکھتے ہیں (دروکر خلفاء راشدین صلوة اللہ علیہم اجمعین)۔

اب رہی یہ بات کہ وہ مورخ کیسا سنی تھا کہ جسے ہمارے منشی صاحب کبیر حضرت علی کو خارج از امامت نہین کیا انکی شان میں نوذبات اللہ تکفیر کا فتوے نہین دیا۔ انکے فضائل سے انکار نہین کیا اور بغیر ترسیم و تبدیل کے نقل کر دی ایسے سنی تو البتہ ذرا ملاش سے ہی ملینگے اور یہ اعتراض تو جمیع اکابر اہل تسنن پر عاید ہوگا سوائے نجدی کے چلیون اور ذوندیہ کے مریدوں کے۔ اسی سے تو میں نے عرض کیا ہے کہ چند روز میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مصنف بھی رافضی کہلائے جاوینگے جس دن کوئی رسالہ یا کتاب مناقب اہل بیت میں انکی تصنیف سے منشی صاحب کو ملا اُسیدن اوں بیچاروں پر بھی رافض کا فتویٰ لگا۔

اب یہ تو سب لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ ہمارے منشی صاحب کی تحقیقات نہایت وسیع ہے اور ماشار اللہ سے بھی خبر نہین کہ روضۃ الصفا ایک ہی تاریخ کا نام ہے یا دو کتاب ہم نام ہیں اور انہیں سے کسکے مصنف کا کیا مذہب ہے۔ یہ ایک سی سوداگر کے کتب خانہ کی فہرست بھی نظر مبارک سے نہیں گزری کہ یہ حال ظاہر ہو جاتا اب جو منشی صاحب نے حوالہ عبارت روضۃ الصفا

مستدرجہ صفحہ ۱۷۰- دیا ہی اول تو اس میں یہ غلطی کی کہ یہ کتاب کئی جلدوں میں
 ہی اور سب جلدوں کے ممبر صفحہ جدا جدا ہیں لیکن خیر اس غلطی کو تو یوں رفع
 کیا گیا کہ جناب سرور کائنات کے حال میں جو ایک جلد ہی اسکو نکال لیا لیکن
 صفحہ ۱۷۰ کو جو نکال کر دیکھا تو اس میں حال شہادت حضرت جعفر بن ابیطالب
 کا درج ہی اور دونوں معاملات میں کئی سال کا فصل ہی اسلئے دس بین
 صفحوں کے پس و پیش سے بھی تصدیق بیان معترض نہیں ہو سکتی مگر جو یہ
 یا بندہ روضۃ الصفا ہی پر کیا منحصر ہی اہل سنت کی جمیع کتب سیر و احادیث
 میں یہ قصہ مسئلہ سن اولہ الی آخرہ درج ہی مگر معترض صاحب کے ہرگز مفید
 مدعا نہیں بلکہ اہل الضافت کے غور کرنے پر معلوم ہو جائیگا کہ وہ تمام عبارت
 جس پر معترض نے استدلال کیا ہی اس امر کو واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ خلافت
 بلا فصل حق حضرت علی کا ہی اور خلافت خلفائے ثلاثہ مبنی بر ظلم و فساد شرکے ہی۔
 پیشتر ہم اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ عبارت مسئلہ معترض یعنی خطبہ رسول خدا
 صلعم مجنبہ مدارج النبوت میں درج ہی اور وہ سارا خطبہ پیشین گوئی ہے۔
 خلفائے ثلاثہ کی نسبت تو یہ پیشین گوئی فرمائی فعل عیستہ ان تولیتہ ان تقسده
 فی الارض و تقطعوں اس حاکم کہ یعنی خدا تعالیٰ فرما چکا ہی کہ متوقع ہی یہ
 بات کہ اگر تم والی امر کے جاؤ تو رو کر زمین پر فساد پیدا کرو اور اپنے ارحام کو قطع کرو۔ چنانچہ
 پیشین گوئی واضح طور پر پوری ہوئی۔ پھر انصار کی نسبت فرمایا کہ مہاجرین تم پر
 ظلم و ستم کریں گے تم صبر کرنا یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ بعد اسکے یہ درج ہی
 کہ حضرت عباس ستفسر حال قریش کے ہوئے اور آنحضرت صلعم نے جو کچھ فرمایا

اور منشی صاحب نے اُسکو نقل کیا ہے حوت بحر پریم لیجئے کوئی حکم یا نص نہیں ہے
بلکہ پیشین گوئی ہے کہ خلیفہ قریش سے ہونگے اور خلعت انکی پیروی کریگی اسطرح
پر کہ اہل بد و احسان تابع ارباب بد و احسان کے ہونگے اور اہل شر و بد ہی
تابع خلفاء شر و اسارت کے ہونگے۔ اہل انصاف و عفو و ادب کہ یہ نص ہے یا خبر
اگر نص ہے تو نبی کی نص ایسی ہو سکتی ہے کہ اسے بد معاشرہ و متہمسند و متہمفسد خلیفوں کے
تابع رہنا صاحب عقل و شعور تو سمجھ گئے ہونگے کہ کیا معاملہ ہے اور کس طرف
اشارہ ہے لیکن منشی صاحب کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ براہ عنایت
یہ ارشاد ہو کہ خلافت تو آپ کے عقیدہ کی رو سے فقط تین سال ہے اور اُس
مدت میں خلفاء سارے بعد یکے بعد دیگرے سند خلافت پر بیٹھے تو اب یہ ارشاد ہو
کہ خلفاء اربعہ میں سے کون صاحب قواہل بد و احسان ہیں اور کون صاحب
اہل شر و اسارت ہیں۔ اور اگر آپ اپنی مسئلہ عبارت میں مضمون حدیث
کو نہ سمجھے ہوں تو علامہ جلال الدین سیوطی کی تاریخ اُخلفاء کو ملا خطہ فرمائیے
کہ یہ روایت اہل بد و احسان و اہل شر و فساد کے اُحمقین و اسناد منقول ہے
وَقَالَ النَّبِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ هَالِي حَدَّثَنَا الْفَيْضُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مَشْعُرٌ
عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ اَبِي صَادِقٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ مَاجِدٍ عَنْ هَالِي بْنِ اَبِي طَالِبٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَوَلَّى اِمْرًا اَوْ اَمْرًا اَوْ اَمْرًا اَوْ اَمْرًا اَوْ اَمْرًا اَوْ اَمْرًا
فَجَارَ هَا۔ یعنی فرمانروا ہونے کے خلفاء قریش سے ہونگے صالح اور نیک تو اہل
و عاقلین کے امیر و خلیفہ ہونگے اور فاجر یعنی بدکار خلیفہ بدکار و فاجر و فاجر امیر و فاجر
اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ خطبہ اور حدیث پیشین گوئی نہوتی اور نص

خلافت ہی ہوتی تب بھی اہل سنت کو اس سے کوئی نفع نہ تو آگیا کیونکہ قریش کا جب عام لفظ بولا جائیگا تو اُس سے مراد افضل قریش ہوگی نہ کہ از ذل قریش پس افضل قریش بالاتفاق بنی ہاشم ہیں نہ کہ بنی تمیم و عدی اور بنی ہاشم میں افضل بعد النبی حضرت مرتضیٰ ہیں۔

کیونکہ حضرات اہل النصاب کیا حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر آیہ کریمہ فہل عیستم اور حدیث اہل شروا سارت نص ہو سکتی ہیں یا فقط فائدہ پیشین گوئی کا دیتے ہیں۔ اور اگر آپ بھی نص لقصور کرین تو کیا بنی صلح کی نسبت آپ ایسا عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلح نے خود کو زمین پر فساد کرنے اور قطع رحم کرنے کا اپنے خلفاء کو حکم دیا یا ایسا خیال کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلح نے فساق و فجار کو یہ حکم دیا کہ تم اپنے لئے تمام قریش میں سیڑھا فاجرو فاسق تلاش کر کے خلیفہ بنانا اہل النصاب بخوشی دیر کیلئے بھر میرے بطون ذرا کان لگا کر متوجہ ہوں کہ جب حدیث پیغمبر خدا صلح سے یہ امر ظاہر ہو چکا کہ خلیفہ اور امام تو قریش میں سے ہی ہونگے مگر انکی دو قسم ہی ایک خلفاء بروا احسان اور ایک خلفاء فجار یا اہل شروا سارت پس مسلمانوں پر خلفاء کے مال کی تقشیر واجب ہوگی کیونکہ اگر مسند خلفاء کے تابع ہو گئے تو خود بھی فساق و فجار میں داخل ہوئے۔ اور اس بات کو بھی خوب سمجھ لو کہ جب حدیث پیغمبر خدا میں دو قسم کے خلفاء ثلاثہ درج ہیں تو بروی منصب رسالت حضرت پر اس امر کا جتنا بھی فرض ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو ہدایت کرتے کہ اُن خلفاء امر میں سے میرے بعد کسی تقلید و پیروی کرنا چنانچہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ

اور حدیث غدیر اور حدیث منزلت اور حدیث ولایت صاف طور پر شہادت
اس امر کی ادا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فقط حضرت علی مرتضیٰ
کی تقلید اور پیروی کا حکم دیا اور صاف الفاظ میں رض فرمادی نسبت حضرت
علی کے جمیع مسلمانوں سے اناہ ولیکم بعد سے یعنی علی میرے بعد تمہارا
امام اور اولی الامر ہے اگر خلافت خلفاء برحق ہوتی تو ان کے لئے بھی ایسا
فرماتے یا حضرت علی کے لئے یوں فرماتے وہو ولیکم بعد العثمان کہ علی بعد عثمان کے
تمہارا ولی و حاکم ہے پس خلافت بلا فضل جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہوئی۔
اور چونکہ یہ سائل فقط یہ تھا کہ خلافت کے بارہ میں کوئی حدیث صحیحہ مفصل
ہو یا نہیں اور جواب اسکا صاحب اسرار المدی نے بقول شخصی پوچھو
کھیت کی کہیں کھلیان کی حضرت ابوبکر کی خلافت کے مخصوص موضوعہ کو لکھنا
شروع کر دیا جبکہ جواب مفصل ہم ذیل میں ہر روایت کے لکھ چکے۔ اس
سوقہ پر بھلا گدازش کیا جاتا ہے کہ صاحب اسرار المدی نے جب قدر احادیث
اور روایات کو مخصوص خلافت صدیقی قرار دیکر لکھا ہے وہ سب کی سب اقرا
و کذب محض ہیں اور موضوعی ہونا ان روایات کا بقول اجلہ علمائے
اہل سنت کے ثابت ہے۔

دیکھئے علامہ سیوطی تاریخ اہل خلفائین ایک فضل جداگانہ اس بحث میں
لکھتے ہیں کہ جبکہ عنوان یہ ہے۔ الفضل فی بیان کو نہ صلعم لم یتخلف و
سواء ذلک۔ یعنی یہ فضل اس بیان میں کہ رسول خدا صلعم نے کیسے اپنا خلیفہ
میں بنایا اور اس میں کیا مجید مقام پھر اس فضل کے اندر یہ لکھتے ہیں۔

قال النبراس فی مسند حدیثنا عبد اللہ بن وضاح الکوفی حدیثنا یحییٰ بن الیمان حدیثنا اسوا ثیل عن ابی الیقطان عن ابی وائل عن حدیثہ قال قالوا یا رسول اللہ صلعم الاستخفاف علینا قال انی ان استخف علیکم فمضون خلیفتی ینزل علیکم العذاب - یعنی خلیفہ صاحب سرنوبی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ کیا آپ ہم پر کسیکو اپنا خلیفہ بنین کرتے آنحضرت نے فرمایا کہ اگر میں تم پر اپنا خلیفہ مقرر کرتا پھر تم میرے خلیفہ کو نہ مانتے تو تم پر خدا کا عذاب نازل ہوتا صاحب صواعق محرقہ نے بھی اس روایت کو سند سبب سے باین عنوان نقل کیا ہے وقال جمهور اهل السنت والمعتزلہ والخوارج لمرئیس علی حدیث ویوید ہما اخرجہ النبراس فی مسند حدیثنا عن حدیثہ الی آخر الحدیث یعنی قول جمهور اہل سنت اور معتزلہ اور خوارج کا یہ کہ کیسی خلافت کے لئے نص بنین ہوئی اور موید انکے قول کے وہ حدیث ہے جسکو بزاز نے اپنی سند میں استخراج کیا ہے خلیفہ سے اور نقل اسکی مع ترجمہ اور برگذری اہل انصاف در استوجہ ہوں اور اس حدیث کے معنوم پر بھڑوسی سے غور فرماوین کہ صاحب طوے سے خلافت مرتضوی کی خوشبو مہک رہی ہے۔ یعنی مطلب رسول خدا صلعم کا یہ ہے کہ جسکو میں اپنا خلیفہ چھوڑتا ہوں اُسکو تم بنین مانو گے اور جو میرا خلیفہ بنین ہے اُسکی تم اطاعت کرو گے اور یہ بات آنحضرت صلعم کو پہلے ہی معلوم تھی کہ یہ استنا فرمانبردار حضرت علی کی اطاعت نکرگی جسبہ وایات کثیرہ موید ہیں پس مضمون حدیث صاف یہ ہے کہ اگرچہ فہمائش کا کوئی دقیقہ باقی

نہیں رکھا غایت یہ کہ میں علی کو اپنے روبرو خلیفہ بھی کر دوں لیکن تم لوگ
اُسکو نہ مانو گے اور جب میرے مقرر کردینے کے بعد سرکشی کرو گے تو تم پر
حذا کا عذاب نازل ہوگا اس سے بایا گیا کہ سوائے حضرت علی کے اور کسی کا
خلیفہ کرنا ہی حضرت کو منظور نہواور نہ ممکن تھا کہ اگر حضرت کے پسندیدہ خلیفہ
کو امت قبول نہ کرے تو حضرت امت کی ہی پسندیدہ خلیفہ کو منظور کر کے اپنے روبرو
خلافت پر بٹھلا دیتے تاکہ نزاع برطرف ہو جاتا لیکن یہ امر تو غیر ممکن ہے
کہ خلیفہ تو حضرت کا کہلائے اور پسند کرنا امت کے ہاتھ ہوا۔ اسلئے حضرت نے
فقط فمائش پر ہی اکتفا فرمایا۔ اور درحقیقت اس میں بہت بڑے اسرار
مخفی ہیں کہ سوائے اہل بصیرت کے اور کسی شخص کو ان پر غور نہیں ہو سکتا
بہت بڑا بھید اور سرعظیم یہ کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ
مسلمانوں کا یہ کدینا کہ ہم ایمان لے آئے نجات کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ
ان لوگوں کا امتحان لونا گائیذ کہ میں نے پہلی امتون کا بھی امتحان لیا ہے پس
مسلمانوں میں بالضرور خلافت مرتضوی ایک سخت امتحان ہے جس میں
فقط وہ لوگ کامیاب ہوئے جن پر خدا کا فضل تھا اور خدا نے انکو بصیرت
کامل عطا فرمائی تھی دیکھیے جو م شوری جناب امیر علیہ السلام صاف
فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور واثقین اُس سے اولی
اور احق تھا مگر میں فقط اس خیال سے خاموش ہو رہا کہ لوگ کا فر ہو جائیں گے
ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں گے پھر ابوبکر نے عمر کے لئے بیعت لی اور بخدا
میں اُس سے اولی تر تھا مگر اسی وجہ سے خاموش ہو رہا کہ لوگ مرتد

اگر حدیث صحیح موجود ہے تو شوری کی کیا ضرورت تھی اور یہ شوری مخالف حدیث ہے یا اسکے مطابق۔

قولہ جواب اہل سنت

حدیث بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر زید مارا جاوے تو جعفر طیار سردار ہی اور اگر جعفر بھی مارا جاوے تو عبد اللہ بن عمر سردار ہی اور یہ حضرت نے فرمایا کہ جبکہ جنگ موتہ میں زید بن حارثہ کو سردار کیا تھا۔ اسکے بعد فائدہ میں لکھتے ہیں کہ چنانچہ تینوں سردار شدید ہو گئے

پھر مسلمانوں نے مشورہ کر کے خالد ولید کو سردار بنایا سو خدا نے اونکی تدبیر سے فتح نصیب کی۔ معلوم ہوا کہ ایک لشکر کے کئی سردار درجہ بدرجہ مقرر کرنا درست ہی بطرح بالفعل انگریزوں میں معمول ہے کہ اس میں اگر اول سردار مارا جاوے تو فوج میں بگڑتی۔ دوسرا قائم مقام ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع مسلمین حجت ہے جسکو مسلمان اپنا سردار بناویں وہ خدا اور رسول کو پسند ہی جیسا کہ اصحاب نے خالد سردار مقرر کیا اور حضرت نے اُسکو پسند فرمایا اور اُسپر کچھ انکار نہ کیا اسی طرح صدیق اکبر کی خلافت اصحاب کی صلاح و مشورے سے ہوئی تو صاف معلوم ہوا کہ مرضی خدا اور رسول کے موافق یہ کام ہوا۔ علاوہ اسکے بہت سی احادیث میں صدیق اکبر کی خلافت کا اشارہ ہے اور صراحت بھی موجود ہے

لوگوں یا اجماع اور احادیث مگر نور علی نور ہو گئے۔

اقول وہ نستعین سواک اسرار اللہ ہی نے مطلق سوال کو ہی نہیں سمجھا
اور جو کچھ سمجھا جو اس کے بھی عاجز رہے۔ سوال بہت صاف یہ ہے کہ اگر خلافت
کے بارہ میں حدیث صحیح موجود ہے تو شورے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر منشی
صاحب شورے کو نہیں سمجھے اور بجائے شورہ کے اجماع پر بحث کرنے
لگے۔ شوری پنجائت کو کہتے ہیں جیسے حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کو چھ
آدمیوں میں مختصر قرار دیکر ان شخصوں کی پنجائت کو موسوم بشورے کیا
اور اتفاق رائے کے لئے قواعد مقرر کیے پس سوال یہ ہے کہ اگر خلافت
کے بارہ میں کوئی حدیث اور نص موجود تھی تو شوری مقرر کرنے کی کیا
حاجت تھی کیونکہ اجماع نقضین محال ہے اور اہل تسنن میں توجیع مجتہدین
اور امارہ و حکام کے لئے یہ قانون حضرت عمرؓ کے وقت سے بندھا ہوا ہے
اور انکو تعلیم دی گئی ہے کہ جب کوئی معاملہ تمھارے رد و رد میں ہو تو پہلے
قرآن مجید کو دیکھو اور جو کچھ اس میں حکم ہے اس کے موافق فیصلہ کرو اور اگر آیت
نہ ملے تو حدیث یعنی نص پیغمبر خدا پر عمل کرو اور جب حدیث بھی نہ ملے تب
قیاس پر فیصلہ کرو جیسا کہ عبارت ازالۃ الخفا سے ہم ثابت کر آئے ہیں
پس اگر اس بات کو قبول کیا جاوے کہ پیغمبر خدا صلعم نے خلافت کیلئے
مخصوص کسے حق میں نص فرمائی ہے تو نص کے طور کے بعد اجماع اور شورے
اور قیاس قطعاً باطل ہیں اور نص کی ہوتے ہوئے جس جس نے خلافت نے
خلافت کے بارہ میں اجماع یا شوری کیا وہ بڑی بھاری بدعت کے جاری

کرنے والے ہیں اور یہ ہی دروازہ مگر اچے میں داخل ہونے کا ہی غایت درجہ
آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہ کی خلافت پر رض بھی تھی اور اجماع و شوریٰ
بھی منعقد ہوا یعنی نور اور ظلمت اور حق و باطل کسی گردشِ فلکی سے ایک
جگہ جمع ہو گئی تھی لیکن یہ تو ارشاد ہو کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ
میں یہ رائے کیوں ظاہر کی کہ عمر یا ابوعبیدہ سے بیعت کرو۔ اور اس اضرار
و تواضع کی کیا ضرورت تھی کہ تم مجھے قوی ہو وہ فرماتے تھے کہ تم مجھے افضل
ہو۔ پھر اگر حضرت عمر کے حق میں خلافت ثانی کی رض موجود تھی تو استخلاف
کی کیا حاجت تھی اسکے بعد اگر خلافت ثالث حضرت عثمان کے لیے مخصوص
تھی تو حضرت عمر نے سعد بن وقاص عبد الرحمن بن عوف طلحہ و زبیر و حضرت
علی کو خلافت ثالث میں کیوں نامزد کیا۔ اور بعد تقرر خلافت عثمان کی عبد الرحمن
بن عوف خلافت عثمانی سے کیوں پشیمان ہوا۔ اور لوگوں کے اس سوال
پر کہ تم نے حضرت علی کے ہوتے ہیئے عثمان سے کیوں بیعت کی تھی ابن عوف
یہ کیوں کہا کہ اس میں پیری کیا خطا ہی میں نے تو پہلے حضرت علی سے ہی
خلافت قبول کر لیا تھا مگر جب انھوں نے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے سے
اقرار نہ کیا تب میں نے عثمان سے وہی سوال کیا اور عثمان نے فوراً قبول کر لیا
کہا فی مسند احمد بن حنبل عن ابی وائل قلت لعبد الرحمن بن عوف
کیف بالینعم عثمان و ترکہ علیاً فقال ما ذنبی ان تدبأت بعلي فقلت
ابايعك على كتاب الله وسنة رسوله وسيرت ابوبکر وعمر فقال
فیما استطعت ثم عرضت ذلک علی عثمان فقال نعم۔ پس اس

عمل در آمد ہر سہ خلافت نسبت یہ بات ظاہر ہوگئی کہ کوئی حکم نسبت خلاف خلفاء
 اثنی عشر کے نہیں تھا اور جو شخص بر خلاف اسکے بض کا ہونا قبول کرے وہ اہل
 اجماع اور اہل شوریٰ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے کیونکہ مقابلہ بض کا کرنا
 کافر کا کام ہے نہ کہ مومن کا جیسا کہ عبدالکریم مہرستانی نے کتاب ملل و مخمل میں
 اسکی تشریح کی ہے اور لکھا ہے کہ سب سے پہلے جسے بمقابلہ بض کی رائی زنی
 کی وہ شیطان تھا۔ یہ کام مسلمان کا ہرگز نہیں کہ بض کے مقابلہ پر شورے
 یا اجماع کرے یا اپنے قیاس اور رائے کو دخل دے و احکام اور فرائض قرآن
 میں مخصوص ہیں مثل روزہ نماز حج زکوٰۃ وغیرہ کے انکی نسبت کبھی کسی نے سنا
 کہ آنحضرت سلمہ یا صحابہ نے باہم نچایت کی ہو کہ نماز پڑھنی چاہیے یا کوئی حاجت
 نہیں اور روزہ رکھنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا واجب ہیں یا نا واجب ایسا ہی
 کسی مجتہد المہنت نے باوجود تسلیم کر لینے حدیث نبوی کے کبھی کسی معاملہ میں
 مشورہ یا اجماع کیا ہے اس بات کو تو عوام بھی جانتے ہیں کہ حکم میں مجال دم زدن
 نہیں ہوتی پس جو لوگ حکم خدا یا حکم رسول اللہ میں اپنا دخل دین اور اسکی
 بات مشورہ اور نچایت کریں کہ واجب التعمیل ہے یا نہیں وہ تو مسلمانی سے
 خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ مشورہ اور نچایت کے فقط دو نتیجے ہوتے ہیں ایک یہ کہ
 فلان کام کا کرنا واجب ہے یا دوسرے یہ کہ واجب نہیں اور حکم وہ ہے جسکے انکار
 آدمی کافر ہو جاتا ہے پس جبکہ مسلمانوں کی نچایت یا شوری اس حکم کا خلاف
 نہیں کر سکتے اور خواہ مخواہ بروئے اصول دین اسکی تعمیل کرنی واجب اور لازم ہے
 تو مشورہ اور نچایت ایک فعل لغو اور فضول ہو گیا کیونکہ جب حکم کے برخلاف عمل

کرنیکے مجاز ہی نہ ٹھہرے تو اجماع اور بنچاست سے کوئی فائدہ نہ نکلا اور ایسا کوئی بیوقوف نہیں کہ کسی فعل عبت کو عمل میں لاوے اور اگر بقول مولف طبقہ صحابہ میں ایسے بھی سادہ لوح موجود تھے کہ اکثر افعال اُنکے عبت اور لغو ہوتی تھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر کا حکم دیا تو کسی نے پھر اجماع اور شوری کا نام بھی نہیں لیا۔ مولف صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت پر رض بھی تھی اور شوری بھی اور دو اؤ ملکر نور علی نور ہو گئے۔ اس فقرہ کی داد تو مولوی لطف اللہ صاحب ہی دینگے کہ رض کے ساتھ شوری ظلمات علی النور ہی یا نور علی نور۔ دیکھئے شوری نے رض کو باطل کر دیا۔ اور رض سے شوری باطل ہو جاتا ہی پس خلافت خلفاء ثلاثہ کی دونوں بنائیں فاسد اور باطل ہو گئیں فتوالمراۃ۔ مولف صاحب اسرار المد نے جو ثبوت رض اور شورے کے جمع ہونے کا لکھا ہے اُسکو وہ خود ہی نہیں سمجھے اگر ذرا بھی عقل کو دخل دیتے تو کھل جاتا کہ وہ اپنے دعوے کے بر خلاف ثبوت اور نظائر پیش کر رہے ہیں اول جس حدیث کا حوالہ اُنھوں نے صحیح بخاری سے دیا ہے اُس میں کہیں شورے کا ذکر بھی نہیں ہے اُس میں تو فقط لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ کو غزوہ موتہ میں امیر لشکر مقرر کیا تو یہ فرمایا کہ اگر زید مارا جاوے تو جعفر امیر ہوں اور اگر جعفر بھی مارے جاوے تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں۔ عبداللہ بن رواحہ کے بعد کا کوئی انتظام حدیث مذکور میں درج نہیں۔ اس بات پر تمام محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حسب طرح آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا اُسی درجہ سے ہر شخص امیر لشکر ہوئی اور اُسی ترتیب سے

شہید ہوئے۔ پھر فرمائیے کہ اس حدیث کے نقل کرنے سے کیا فائدہ ہوا
بجز اسکے کہ یہ بات ظاہر ہو کہ بعض سادہ لوح فعل عث کے بھی مرکب ہوتے
ہیں اور مؤلف کی اس فعل عث پر خیال کر لیا جاوے شاید اس طرح صحابہ بھی
فعل عث یعنی شوری مع النص کے مرکب ہوئے ہیں۔ ثبوت نصی کی تو آپ کی
یہ کیفیت ہے کہ حدیث میں اجماع اور شورے کا ذکر بھی نہیں اور پھر ادھر سب سے
استدلال کیا اب آگے برخلاف مضمون حدیث کے یہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ
بن رواحہ جب شہید ہو گئے اور امر ابنہ خصوص میں سے کوئی زندہ نہ رہا تب اہل
لشکر نے مشورہ کر کے خالد کو سردار بنایا۔ اور حضرت نے اسکو پسند کیا اور
کچھ انکار نہیں کیا اہل انصاف ہی اپنے دل میں غور کر لیں کہ تین سردار جو
مخصوص من الرسول تھے ان کے بارہ میں تو شوری اصحاب کا کلب ہوا اور
ایک سردار یعنی خالد جو مشورہ اصحاب سے مقرر ہوا تھا اس کے حق میں سوال اللہ
کی نص کمان تھی پھر نص در شوری کیسے جمع ہو گیا ناظرین کتاب اپنی دلچسپی
انصاف کریں کہ معاملہ مسخوٹ عنہ کوئی نازک یا پیچیدہ بحث نہیں بہت صاف
معاملہ ہے کہ جن سرداروں کے حق میں نص موجود تھی ان کے تقرر پر مشورہ
نہیں ہوا اور جو سردار مشورہ سے مقرر ہوئے ان کے حق میں نص نہ تھی پھر
مؤلف صاحب نے یہ اُلٹی نظیر کیوں پیش کی حقیقت یہی ہے کہ اہل حق سے
مناظرہ کرنے والوں کی ہمیشہ یہی کیفیت ہوتی ہے کیونکہ الحق یعلو ولا یجلی
وارد ہے۔ منشی صاحب کا یہ فقرہ بھی تعجب سے خالی نہیں کہ آنحضرت صلعم نے
خالد کی امارت لشکر سے انکار نہیں کیا خود ہی لکھ رہے ہیں کہ حضرت مدینہ میں

مشورہ کرنے والے شام میں میدان جنگ میں ابن رواحہ شہید ہوئے اُس وقت
اہل لشکر نے مشورہ کر کے خالد بن ولید کو اپنا سردار بنالیا اور لڑائی فتح ہو گئی
لشکر واپس آگیا خالد بھی اپنے گھر ٹھہر رہے کیا کوئی انگریزی پلٹن یا رسالہ
تھا کہ خالد بعد واپسی لشکر بھی عہدہ کر ٹیلی پر مقرر رہتے کہ حاجت حضرت
کی پسند یا ناپسند کرنے کے ہوتے۔ افعال ماضیہ پر انکار و عدم انکار کے
بحث کرنا مولف صاحب کا ہی کام ہی۔ دیکھئے تو آنحضرت صلعم کو تو بہر حال
بعد ختم جنگ یہ خبر ہو چکی کہ آپ کے مقرر کیے ہوئے تینوں سردار شہید ہو گئے
جب اہل لشکر نے خالد کو سردار کر کے کفار پر حملہ کیا اور فتح پائی اس پر
رسوخذا صنعم کو امارت خالد سے انکار و اقرار کے کیا حاجت تھی اگر رسوخذا
کو خالد کی امارت ناگوار بھی گزری ہو تو بھی محل انکار نہ تھا کیونکہ وہ واقعہ
گذر چکا تھا۔ اس تمام بحث میں البتہ منشی صاحب نے ایک یہ فقرہ معقول
لکھا ہے (اسی طرح صدیق اکبر کی خلافت اصحاب کے صلاح و مشورہ سے ہوئی)
یعنی جی طرح خالد کو مشورہ اصحاب بلا حکم پیغمبر امارت موت ملی تھی اسی طرح
مشورہ اصحاب سے بلا حکم پیغمبر خدا حضرت ابوبکر کو خلافت ملی۔ اور جیسا کہ
آنحضرت صلعم نے بعد واپسی لشکر اور بعد گزر جانے ایام امارت خالد کے
امارت خالد سے انکار نہیں کیا اور اس دلیل سے امارت خالد پسندیدہ
رسوخذا ہو گئی اسی طرح (خلافت ابوبکر کی نسبت) صاف معلوم ہوا کہ مرضی
خدا اور رسول کے موافق یہ کام ہوا۔ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر
کو اصحاب نے مشورہ کر کے خلیفہ مقرر کر دیا تو آنحضرت صلعم نے اُس سے

انکار نہیں کیا اسلئے خدا اور رسول کی مرضی کے موافق یہ کام نہ پایا جاتا ہے
 کیونکہ اگر رسول خدا کو خلافت حضرت ابوبکر کی ناپسند ہوتی تو ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ
 سے دو چار دن کی رخصت لیکر دنیا میں تشریف لاتے اور ابوبکر کی خلافت سی
 انکار کر جاتے اور عسکرتہ محضہ صلعم نے ایسا نہیں کیا تو مھول برضا مندی ہو گا۔
 قولہ یہ حدیث مطابق قول جناب امیر کے بھی ہے من انھا بالمشورۃ فی البیعة
 من المهاجرین والا نضار کما سبق خلفاء کا ترجمہ فرمایا جناب امیر نے
 کہ وہ شخص بالتحقیق امام شوری ہی اور اسکی بیعت مہاجرین و انصار نے کی
 جیسے سبقت کی خلفائے - یعنی خلفائے ثلاثہ نے فی نیج البلاغہ اگر اس قول
 ہمہ حق کو بھی بسبب فی قلوبہم مرض کے الزام غضب کا دیکر نسبت خلفاء الراشین
 سوا ذلک انہم متفق پر قائم کیا جاوے تو دوسرا قول فیصل بھی جناب امیر سے ہی۔
 اقول کجا وہ حدیث اور کجا یہ قول۔ مؤلف صاحب یہ بھی نہیں سمجھے کہ اس
 قول کا کیا مطلب ہی اور خود ہی بغیر کسی کے کہنے سے الزام غضب اور فتنہ کا
 خلفا پر چسپان ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ ناظرین بھرا ایک بار اس حدیث امارت
 زید کو ملاحظہ فرماوین اور بھرا اس قول کو پڑھیں کہ کس امر میں مطابقت
 ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے یہ قول حضرت علی کا مؤلف
 صاحب کو بتلایا تھا مگر جس امر پر اس قول سے استدلال کرنا سکھلایا تھا
 اسکو مؤلف صاحب بھول گئے۔ مؤلف صاحب بدقت طبع ہونے سے
 اسرار المد کے اچھی طرح یاد کر کے صاف طور پر استدلال کرن غالب
 ہی کہ جس طرح شمس الضحیٰ کے جواب میں اطہار المدی کا تتمہ چھاپا گیا تھا اس طرح

اس رسالہ کے بعد اسرار المدی بھی مکرر طبع ہو گئی کیونکہ مولف صاحب کے سوسائٹی کے نزدیک جواب میں ایک کتاب کا چھاپنا ضرور ہی خواہ کوئی کتاب ہو۔ انوس تو یہ ہی کہ قول مسئلہ میں سوائے مشوری اور معیت کے نص خلافت کا نام بھی نہیں پھر مولف کو اس بحث میں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر اس قول کو خود جناب امیر علیہ السلام کے معاملہ میں قرار دیا جاوے تو صاف مفہوم اس کا یہ ہے کہ آپ اپنے معاندین اور مخالفین رحمت پر رستے ہیں کہ خلفائے سابق کو ہم اپنے عقیدہ میں اس وجہ سے خائن و مرتد جانتے ہو کہ تقریباً کاشور کے اور بیعت مہاجرین و انصار سے واقع ہوا تو یہ دونوں باتیں میرے حق میں بھی ہو چکی ہیں تو پھر میری خلافت کو برحق کیوں نہیں مانتے پس اس قول سے صاف ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ علیہ منصوص تھے بلکہ خلافت ان کی مہنی پر مشورے و بیعت مہاجرین و انصار تھی پھر اپنے قول کے برخلاف سند لانا عقلمند کا کام نہیں۔

دوسرا قول جناب امیر کا مولف نے یہ لکھا انہ قال لا بد للناس من امام برا و قاجرا الی آخر کاسنی چارہ نہیں ہے آدمیوں کے واسطے امیر سے نیک ہو یا بد کہ عمل کرے اُسکی حکومت میں مومن اور بہرہ پاوے اُس میں کافر اور پوینچ جاوے اُس حکومت میں تازیانہ اور ماسول ہوں اُس حکومت میں راہین اور پکڑا جاوے واسطے ضعیف کے حق قوی سے یا آرام پاوے نیکوخت بد بخت سے اور راحت پائی جاوے دور کرنے بد بخت سے نے نبی البلاغت۔

اقول اب مؤلف صاحب بحث ما نحن قیہ سے کلکریست ہی دور چلے گئے
اور انکو مطلق خبر نہ ہی کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے۔ کجا بحث شوری مع
الض اور کجا یہ قول منصف لوگ اپنے دلون میں ضرور تعجب کریں گے کہ اس
حقیر نے رسالہ اسرار المدی کا جواب کیوں لکھا ہے وہ خود ہی اپنا جواب
ہے لیکن میں بیج عرض کرتا ہوں کہ اگر جناب مولوی محمد لطیف اللہ صاحب تھریٹ
میں اس رسالہ کی تقریر فرماتے تو میں ہرگز تحریر جواب پر متوجہ ہونا۔
میتسرا قول جناب امیر کا بناسیدہ حدیث یہ ارقام فرمایا ہے۔ ما کنت الا رجلا من
المهاجرین اور حذرت لکھا اور حذوا و امدا۔ اصدا سرت لکھا اصدا
ما کان اللہ یجمعهم علی الصلاه یعنی نہ تھا میں مگر ایک آدمی مہاجرین
سے در آ یا میں جیسے کہ در آئے وہ اور بھرا میں جیسا کہ وہ پھرے اور خدا انہیں
جمع کرے گا انھوں کو مگر اہی پر فی شرح بیج البلاغت بہر حال جملہ اقوال
موصوفہ جناب امیر سے شورائے کرنے کی اصلیت بلکہ حقیقت پائی گئی۔
اور آپ نے یہ بھی صراحتاً فرما دیا کہ بفضل خدا امت محمدی ہرگز مگر اہی کے کاموں
میں مشورہ نہ کریں گے۔

اقول بگو کہ تعالیٰ یہ قول بھی نہ ہو یہ حدیث امارت زید پر ثبت شوری مع الض
کے متعلق نہ سائل نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شوری ناجائز اور بد فعل ہے
بلکہ سوال فقط یہ ہے کہ جب بض تلباتے ہو پھر شوری کیوں ہوا۔ اگر
مؤلف صاحب سے تردید ان سوالات کی ناممکن تھی تو کتاب کا تصنیف
کرنا اور مصنفون میں نام لکھوانا نہ فرض تھا نہ سنت۔

تو کہ سوائے اسکے پروردگار عالم نے اپنی کتاب مجید میں جابجا شورے کا ذکر فرمایا ہی بلکہ خاص اس بارہ میں ایک سورہ ہی نازل فرمایا ہی و شاو دھم فی الاصر یعنی و مشاورت کن بالیشان در امرے کہ حق تعالیٰ را در ان حکم جزم صادر نہ شدہ الخ۔

اقول اسیکو بانگ بے ہنگام کہتے ہیں۔ حضرت یہ کہنے اعتراض کیا تھا کہ شورے کا وجود نہیں یا وہ بری بات ہی سوال کا مطلب تو فقط یہ ہی تھا کہ جس امر میں حکم جزم یعنی نص موجود ہو اُس میں شوری ناجائز ہے اسکا جواب تو آپ دے نہ سکے فضول باتوں میں کاغذ سیاہ کر ڈالا اور آخر میں خود ہی اپنے نسخے سے قایل ہو گئے۔ دیکھو ترجمہ و شاو دھم فی الاصر کا کہ مجبزی میں کیا لکھ گئے ہو۔ دیکھا اہل حقیت مقابلہ کرنا کیسا ہے۔

ملخص تو کہ اسکے بعد مولف نے صفت انصار میں ایک آیت درج فرمائی جسکا ترجمہ یہ ہے وہ لوگ ایسے ہیں کہ دعوت الہی کی اجابت کی اُکھنوں نے اور برپا ہفتی میں ماژاور کاروبار اپنا شورہ کے سامنے کرتے ہیں اس آیت کو بھی اس بحث سے تعلق نہیں۔

واما تو کہ بعد اسکے خود ہی یہ شبہ بیان کیا کہ اوصاف شوری جو میں نے لکھے ہیں زمانہ جناب رسو خدا کے ہیں اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ بعد وفات رسو خدا صلعم کے زمانہ کا رنگ ہی بدل گیا تھا اسلئے وہ حدیث لکھتا ہوں خیر الناس قومی ثم الذین یلو یضوالہم پھر اسی صفوں کی حدیث

مرویات اہل تشیع سے لکھ کر فرماتے ہیں کہ شاید اب بھی حضرات شیعہ کو دلون
 ین یہ خدشہ پیدا ہو کہ جو شخص مضمون من السنہ ہو وہ تو محروم رہ جائے
 اور جس کا کوئی حق نہ ہو اس کو اصحاب شوری زبردستی خلیفہ بنا دیں تو اس کا جواب
 یہ ہو گا کہ خدا نے تمام کتب سماویہ میں کسی جگہ خلافت یا امامت کو مخصوص
 من السنہ یا اصول دین نہیں فرمایا ہے۔

فاقول بکولہ تعالیٰ چونکہ سوال سائل کا یہ مشائنین ہیں کہ شوری نیک نیتی سے
 ہوا یا اہل شوری نے بددیانتی اختیار کی۔ سوال تو نقطہ یہ ہے کہ جب بقول
 صحابہ خلافت کے بارہ میں رض موجود تھی تو پھر شورے کی کیا ضرورت
 تھی۔ اور اگر ہم دیانت اور بددیانتی اہل شوری پر بحث کریں تو احادیث
 مستلزمہ مولف اہل شوری کی بددیانتی کے اظہار کو مطلق روک نہیں سکتے۔
 بلکہ اسی حدیث سے اثبات بددیانتی اہل شوری ممکن ہے۔ غایت درجہ
 یہ ہے کہ ہم بھی اس بات کو قبول کر لیں کہ سب زمانوں سے بہتر زمانہ رسول خدا
 صلعم کا تھا اور اسکے بعد زمانہ صحابہ کا اور اسکے بعد تابعین کا اور اسکے بعد
 متبع تابعین کا لیکن اہل شوری کے عمل اور مولف کے استدلال کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا لے گا
 جب قرآن پاک اور احادیث صحیح سے یہ امر ثابت ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم میں بھی
 بڑے بڑے اشد کافر اور بڑے بڑے بکے منافق اور بڑے بڑے درجہ کے
 خائن اور کاذب اور غاصب اور دغا باز موجود تھے تو بموجب استدلال
 شوائف زمانہ صحابہ میں اُس وقت سے زیادہ ایسے لوگ ہونے چاہی خصوصاً
 انحضرت صلعم کی حیات میں آپ کے اصحاب کے زمرہ میں بھی بہت لوگ

ایسے تھے جنہر صاف قرآن مجید میں لعنت وارد ہوئی ہی بات بات میں رسول خدا پر طعن کرتے تھے کبھی ساحر تلباتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے کبھی مسلمان ہوتے کبھی مرتد ہو جاتے۔ فرمائیے تو وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے خدا و رسول کو ایذا دی اور سورہ احزاب میں انکا ذکر ہوا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عقیقہ پر رات کے وقت جمع ہو کر ارادہ قتل رسول خدا کا کیا۔ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے رسول خدا کو نرغہ میں چھوڑ کر طرح دی۔ وہ کون تھے جنہوں نے مسجد منار بنائی تھی۔ وہ کون تھا جسے قرآن میں بجائے آل عمران کے آل مروان بنایا تھا۔ وہ کون تھا جسے میدان حنین میں لغوہ بطلب اسحر کا کیا۔ وہ کون اصحاب تھے جنہوں نے نبی صلعم کی پیاری زوجہ پر ہمت لگائی۔ وہ کون تھے جنہوں نے اسامہ بن زید کی امارت سے بعد ول حکمی نبی صلعم انکار کیا اور باوجود صدور احکام تحت آمادہ روانگی نہوئے۔ وہ کون تھے جنہوں نے نبی صلعم کو آخری وصیت نہ لکھنے دی۔ وہ کون صاحب ہیں جنکو مکان سے آنحضرت صلعم نے نکلوا دیا وہ کون اصحاب تھے جنہوں نے نماز جنازہ رسول خدا کی بھی نہ پڑھی نہ کجیمز و تکفین میں شامل ہوئے پس جبکہ خیر القرون کے لوگوں کے یہ کیفیت ہی تو یلوہم کا خدا حافظ ہو جو کچھ کریں وہ محوڑا ہی چنانچہ ثابت ہو گیا کہ رسول خدا صلعم کی وفات پاتے ہی طرح طرح کا ظلم و ستم انکی اولاد اور اہلبیت پر شروع ہو گیا اور بھی یلوہم کا زمانہ ختم بھی نہوئے پایا تھا کہ نبی اسیمہ نے ظلم و ستم کا قانمہ اہلبیت رسالت پر کر دیا۔

وہ کو لٹا نفل بدہی کہ جو بعد وفات نبی صلعم زمانہ خلفائے ثلاثہ میں وقوع پذیر نہیں ہوا۔
 دختر پیغمبر کا گھر جلانے کو سیزم جمع ہوئی بلوہ کر کے رسول خدا کے گھر پر چڑھ گئے
 کیوار توڑ ڈالے پیغمبر کے بھائی اور وصی کی حضور میں گستاخانہ و بے ادبانہ
 پیش آئے۔ ترکہ پیغمبر صلعم سے انکی اولاد کو محروم کیا۔ رشوت دیدیکر لوگوں کو
 اپنی طرف رجوع کیا مٹا نقون اور رسول خدا کے دشمنوں کو حکومت شام کے روئے
 لکھ دیے گئے بیرونجات کے مسلمانوں پر ناجائز چڑھائی ہوئی ہزار ہا بیگناہ
 قتل ہوئے غلام بنائے گئے مال و اسباب اہل ایمان کا غنیمت کیا گیا پھر
 خلافت ثانی میں وہ غلام مال مسلمانوں کا واپس دیا گیا۔ مالک بن
 نویرہ صحابی عمداً قتل کیا گیا اسکی صاحبہ بی بی سے اُسی شب میں زنا کیا گیا
 مد و ادھی سے مخالفت کی گئی نہ قاتلون سے قصاص لیا گیا نہ زانیوں
 پر حد جاری ہوئی۔

ہرمزان بیگناہ اور دختران ابولو لومکا خون اتیک زیر زمین فریاد کر رہا ہے
 کس کس کی کیا کیا بات سناؤں کہانتک لکھا جاؤں جون جون رسول خدا کے
 زمانہ کو بعد ہوتا گیا۔ فسق و فجور میں زیادتی ہوتی گئی حضرت علی علیہ السلام
 کو استقیانے مسجد میں جھپکڑ زخم لگایا۔ امام حسن علیہ السلام کو ملعونوں نے
 کچھ پردے کے ساتھ زہر دلوایا امام حسین علیہ السلام کو بڑے اشتہار و
 اعلان کے ساتھ علی بنوس الاستہادہ شہید کر دیا پنجتن پاک کا خاتمہ ہو گیا
 حدیث جناب سرمد کا نہایت کی بلاشبہ سچی نکلی اس زمانہ حال کو دیکھتے ہوئے
 پورا یقین ہو گیا اُس وقت کے لوگوں کو اگر اہلبیت پیغمبر کے ساتھ عداوت تھی

توجہ کے ساتھ بھی کوئی اُنکو اپنی سرداری کا محل جانتا تھا کوئی اُنکے فضائل سے
 جلتا تھا کوئی اُنکے تقویٰ اور پرہیزگاری کو ہی دیکھ کر حیرت مانتا تھا کسی ملعون کا باپ
 بھائی بیٹا عزیز قریب اُنکے ہاتھ سے قتل ہوا تھا مگر اس زمانہ کے آدمیوں کو
 دیکھئے کہ کیسے اشد ملعون ہیں کہ بے سبب اہلبیت کے دشمن ہیں اُن حضرات
 کا نام لینے سے ملعونوں کی آنکھوں میں خون اُترتا ہے اُنکے فضائل سے جلے مرتے
 ہیں اب اگر اُن حضرات کے قتل پر بدست رس بنیں ہی تو اپنے بزرگوں کی
 سنت ادا کرنے کے لئے اُنکے فضائل اور معجزات کو محو کرنا چاہتے ہیں بیہودہ اور
 لغو تاویلات سے اُنکے یادگار کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن بفضل خدا اُنکا نام تا بہ ابد
 ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُنکے دشمن قدیم و جدید گلوں میں لعنت اور عیّکار کا طوق
 پس پھنکے اس صفحہ سہتی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے جبکہ کوئی نام لیوا رہا نہ بانی
 دیوا اب اگر کسی شخص کو اہل شوریٰ اور اہل جماع کی دیانت داری اور راست
 بازی کی کیفیت دیکھنا منظور ہو تو میری گزارش کیطرت کان لگائے یہ پہلی گزارش
 یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے اپنی بخت کے زمانہ سے لیکر وفات کی گھڑی تک صدمہ
 بلکہ ہزار ہا مرتبہ امت کو مطلع کر دیا کہ میرے بعد میرا وصی اور جانشین اور خلیفہ
 اور پتھار اولیٰ اور امام اور پیشوا اور سردار علی مرتضیٰ ہی جسکا ثبوت کامل قرآن
 اور حدیث و کتب سیر اہل سنت سے حاصل ہے اور اُنہیں کی اکثر روایات
 اس حقیر نے انوار الہدیٰ و شمس الضحیٰ اور تاریخ الانبیاء اور رسالہ تنبیہ السائل
 میں بھی نقل کی ہیں اور وہ روایات اہل سنت میں یہاں تک مشہور و متواتر ہیں کہ
 ازالۃ الخفا اور صواعق محرّقہ جیسے کتب مناظرہ و مجادلہ میں بھی مندرج ہیں

لیکن تینوں غلامتوں کے تفرک کے وقت اہل اجماع اور اہل شوری نے دبیع و دہشتہ اُسے روگردانی کی اور جان بوجھ کر آنکھوں پر پیچیرتی کے ٹھیکرے رکھ سکتے تھے۔ اب ہم مخصوص سے قطع نظر کر کے اُس امر کی بحث کرتے ہیں جو ہر ایک اجماع اور شریعہ اور قومی اور دینی نجات اور قانونی مجمع کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے اور وہ منفعتانہ تحقیقات اور مفصلہ ہے یعنی جہت ایک جماعت یا گروہ کے روبرو ایک یہ امر ضابطہ طلب پیش ہوا تھا کہ نبی صلعم کے اصحاب یا اقربا میں کون شخص ہے جسکو اُسکا خلیفہ بنایا جاوے تو اُنکو امور مفصلہ ذیل کی تحقیقات کرنی واجب تھی اول اور مقدم سب سے یہ کہ اُس معزز خاندان میں جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے تمام دنیا کے اقوام اور قبائل سے برگزیدہ کیا ہے کوئی شخص اس قابل ہے کہ اُسکو خلیفہ بنایا جاوے پھر نبی صلعم کے قبیلہ کے سب لوگوں پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ ان میں ایسا کون شخص ہے جسکو نبی صلعم سے زیادہ قربت ہے اور اُن اقربا میں سب سے زیادہ خصوصیت اور محبت رسول خدا صلعم کو کس سے تھی جب اسکی تحقیقات سے فارغ ہوتے تب اُمین ایسے شخص کو تلاش کرتے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی خصلتوں میں سے حصہ عطا فرمایا ہے یعنی اُن اقربا میں کون ہے جو مثل پیغمبر خدا صلعم کے معصوم اور گناہ سے پاک و طاہر ہے کیونکہ خلافت پیغمبر دینی پیشوائی ہے اور امام مقرر من الطاعت فقط وہ شخص ہو سکتا ہے جسکی عصمت پر خدا یا رسول گواہ ہوں اور خدا اور رسول کبھی جاسز نہیں رکھتے ہیں کہ امت پر کسی غیر معصوم کی طاعت فرض کریں اور جب تک امت پر امام کی طاعت فرض نہ ہو وہ نتیجہ جو تقرر امامت سے مقصور ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور امامت ایک فعل عہد ہو جاتا ہے اسلئے امام کا منصوب ہونا ضروری امر ہے۔
 پھر یہ دریافت کرتے کہ پیغمبران سابق کے خلفاء سب کے سب بھڑنگا گزشتہ
 ہیں آیا یہ نبی صلعم کا خلیفہ بھی ایسا ہونا چاہیے یا نہیں اور مدعیان خلافت میں
 ایسا کون شخص ہے پھر یہ غور کرتے کہ جملہ رسولان ماسلف کے خلفاء منصوبین البشر
 والرسول ہوئی ہیں مدعیان خلافت میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جسکی خلافت
 یا ولایت کے بابت خدا اور رسول نے حکم دیا ہو۔ پھر یہ دیکھتے کہ ہماری جمہورت
 کے رسالت کچھ طاقتہ انسانی پر منحصر نہیں بلکہ جمیع طبقات عالم پر آپ رسول
 ہیں دیکھیں اور طبقات عالم نے بھی کسیکو پیغمبر کا خلیفہ مانا ہے۔ یا نہیں
 اسلئے حال پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیے پھر یہ دیکھتے کہ مدعیان خلافت میں اعلم
 کون شخص ہے کیونکہ ہمیشہ فضیلت علم سے ہے اور امام اور پیشوا ہمیشہ سب سے بڑا
 عالم ہونا چاہیے پھر یہ دیکھتے کہ انہیں لیاقت الفضال قضایا کی کون رکھتا ہے
 اسی کو پیغمبر خدا نے یہ فرمایا ہے کہ وہ سب سے زیادہ قضا یا فیصل کرنے والا۔
 یا میرے دین کا قاضی ہے علی ہذا القیاس اسطرح سبکی نسبت تحقیقات کرتے
 کہ سب سے زیادہ شجاع رحیم کریم عادل باذل فاضل زاہد شفی خدا کا محبوب
 رسول کا یکرنگ دوست کون ہے۔ کبھی شرک و کفر کا تو مرتکب نہیں ہوا۔
 ہوش سنبھال کر حرام چیزوں کا استعمال تو نہیں کیا۔ خدا کی دعوت ظاہر ہوئے پر
 ایمان لانے میں سال مہینہ ہفتہ دن کی دزدنگ تو نہیں کی۔ ایمان لانے میں
 کوئی شخص ہاز قسم ذکر اور اسبر سبقت تو نہیں لے لیا۔ کیونکہ سنت مرسلین میں سے
 یہ بھی ہے کہ خلیفہ اسکا سابق الامان ہو کبھی نبی صلعم کے سارے اپنی جان

جہانیکے خوف سے محزون تو نہیں ہوا۔ کبھی نبی صلعم پر جان نذا کرنے میں عذر یا خوف تو نہیں کیا۔ کبھی معرکہ جنگ میں رسوخذا کو چھوڑ کر بھاگ تو نہیں گیا۔ کبھی پیغمبر خدا صلعم نے اسکو کسی امارت یا سرداری یا امر متعلقہ رسالت سے معزول تو نہیں کیا۔ کبھی رسوخذا صلعم کی عدول حکمی تو نہیں کی۔ کبھی رسوخذا صلعم نے اسکو کسی دوسرے سردار کا ماتحت تو نہیں بنایا۔ جیسے اصحاب ثلثہ کو اسام بن زید کا ماتحت بنایا تھا۔ مرنے دم تک رسول خدا صلعم اس سے ناراض تو نہیں ہوئے یا قریب وفات حضرات شحین کی طرح قہوہ واعنی لکیر اپنے حجرہ سے باہر تو نہیں کھلوا دیا ان سب باتوں کے بعد تحقیقات کرتے کہ آیا کوئی شخص ایسا ہی کہ جسکو رسوخذا صلعم نے اپنی وفات کے وقت اپنا وصی کیا ہی۔ کسکو انگشتری دی کسکو سلاح پوشاک گھوڑے عطا کی۔ لیکن اہل اجماع نے کوئی تحقیقات نہیں کی۔ نہ خلافت اولیٰ پر شرعی اجماع واقع ہوا۔ بلکہ چند آدمیوں نے ناجائز سازش کر کے اجماع ہونے دیا۔ کم سے کم ایک ایک سربراہ اور وہ شخص کو ہر قبیلہ عرب سے جمع کرنا تھا پیغمبر خدا کے قبیلہ سے بھی کسیکو شامل کرنا تھا۔ یہ اجماع کیسا کہ بنی ہاشم سے مطلب بنی زہرہ بنی اسیدہ میں سے کسیکو بھی خبر نہ ہو یا عبد مناف کی اولاد کو مشورہ میں بھی دخل نہ ہوا۔ دیگر قبائل عرب کو اسوقت تک خبر بھی نہیں ہوئی کہ جب تک کہ خالد بن ولید ان کے سروں پر جا چڑھا۔ اور انکو قتل واسیر کر کے خلیفہ صاحب کی خلافت کا اقرار کرایا۔ اہل اجماع میں فسطین چار آدمی تھے جو گھروں سے مشورہ کر کے نکلے۔ اول حضرت ابوبکر دوم حضرت عمر تیسوم ابو عبیدہ بن جراح

وسالم اور جمع ہوئے انصار کے سقیفہ میں جہان سعد بن عبادہ کے یار و دوست
سعد کی حکومت جانے کی فکر کر رہے تھے گویا دو گروہ مدعیان خلافت جمع ہوئے
نہ کہ اہل الرائے۔ اجماع اور شوری کیا ہوا کہ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہمارا
اور ایک مہاجرین کا۔ مہاجرین بولے کہ سردار تو نبی صلعم کی قوم کا ہونا چاہیے
چنانچہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ سے بیعت کرو۔ حضرت عمر بولے
تم مجھے افضل ہو وہ بولے تم مجھے قوی ہو۔ اسی عرصہ میں سعد بن عبادہ کے
دشمن انصاری چند شخص آگئے ازاںجملہ بشیر انصاری بوجہ عداوت اپنے آپ
عم سعد کے حامی پر سہ مہاجرین کا ہوا۔ اور بولا کہ میں نے رسول خدا سے سنا
کہ امام قریش میں ہونگے اس پر حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہمراہیان یعنی
عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ کو آنکھ کا اشارہ کیا کہ اب دیرست کر دیہی خوب
موقع ہی پس اشارہ کے ہوتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ
لاؤ ہم بیعت کرتے ہیں حضرت ابوبکر نے ہاتھ بڑھایا حضرت عمر و عبیدہ اور بشیر
انصاری نے بیعت کی۔ اور وہاں سے اپنے گھر چلے آئے فقط اسی کارروائی کا
نام اجماع رکھا ہی حضرت علی اور بنی ہاشم اور دیگر اصحاب باصفا آنحضرت صلعم کے
وفات کی مصیبت میں مبتلا اور تجنیز و تکفین میں مشغول تھے اُدھر حضرت عمر وغیرہ
نے شہور کر دیا کہ ابوبکر کی خلافت پر بیعت ہو گئی اور لوگوں کو فردا فردا بیعت
یا بیعت و ساجت یا بذریعہ رشوت و طمع بولا بولا کر بیعت لینی شروع کر دی اور
اور جب تک حضرت کے اقربا اور اصحاب خاص نے تجنیز و تکفین سے فرصت
پائی۔ ہزار ہا آدمی سے بیعت لیلی۔ اسی ضمن میں امام حسین علیہ السلام کے

شہادت کا پروانہ بھی خلفا صاحبان نے جاری کر دیا۔ یعنی ابوسفیان اس بیعت کا مخالف ہوا۔ تو اسکو حکومت شام کا پروانہ لکھ دیا۔ کہ جسکے ذریعہ سے اول یزید پھر معاویہ انبار ابوسفیان حاکم شام ہوئے اور انکے ہاتھ سے جو کچھ ظلم و ستم خاندان رسالت پر گزرا وہ محتاج بیان نہیں۔ پس یہ کوئی اہل لکڑی کسی قوم اور ملت کا کہ اس کارروائی کو اجماع جائز یا سچی بنیاد کدے کتب صحیحہ اہلسنت سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ اصحاب اجماع بعد بیعت کر لینے کے حضرت ابوبکر کی خلافت سے پشیمان ہوئے اور حضرت علی کی حق تلفی سے متاسف ہوئے لیکن بوجہ ہوجانے بیعت کے خاموش ہو گئے۔ اور نیز خود حضرت ابوبکر نے چند بار وعدہ ضمنی اپنی بیعت کے خلع کا کیا مگر حضرت عمر کی فحاشی سے ایفاء وعدہ کیا۔ اور حضرت عمر نے یہاں تک دباؤ ڈالا۔ کہ حضرت ابوبکر نے اپنے بعد اجماع یا شوری کی نوبت ہی نہ پہنچنے دی اور جو حضرت اسد اللہ العنابی نظر العجائب والاعزائب نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ اے عمر تو اسلئے بیعت ابوبکر میں آج کوشش کر رہا ہے کہ وہ قتل کو تیری خلافت کیلئے کوشش کرے پوری ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ خلفائے مذکور خود قائل ہیں کہ اختلاف خلافت سنت پیغمبر خدا صلعم کے ہے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بچن حیات خود اپنا خلیفہ مقرر کر دیا حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں بیعت خلافت ابوبکر کو ایسی ناجائز اور مذموم قرار دیکے ہیں کہ اگر آئندہ اس طرح سے کسی شخص کو خلیفہ مقرر کیا جاوے تو وہ خلیفہ اور اسکی بیعت کرنے والے واجب القتل ہیں۔ وہ صاف فرماتے ہیں۔ کان بیعة ابوبکر فلتة او فلتة کے معنی اسراگسیانی

اور خلافت توقع خلافت قیاس کے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ بیعت ابو بکر کی ایک امر ناگہانی اور خلافت توقع تھی۔ قیاس میں بھی بیعت نہیں آسکتی تھی کہ ابو بکر خلیفہ ہو سکیں گے۔ مگر خدا نے اُسکے شر سے محفوظ رکھا۔ اور ہماری تدابیر سے کام بن گیا۔ پس اگر آئندہ پھر کوئی اس طرح پر بیعت کرے وہ قتل کر دیا جاوے حضرت عمر نے اپنے انتقال کے وقت بھی اسی طرح حق کو اپنے مرکز پر پہنچنے سے روک دیا اگر وہ جانتے تو آخر وقت میں ہی سرخرو ہونے کے لئے حضرت علی کو خلافت سپرد کر دیتے لیکن انھوں نے بجائے اسکے خلافت کو ایسے اشکال میں دلیا کہ اگر حضرت علی صبر و تحمل کو کام میں نہ لاتے تو ہزار ہا تن بیسیر ہو جاتے۔ انھوں نے خلافت سنت پیغمبر اور خلافت طرہ اپنے مربی خلیفہ اول کے ایک نئی رسم بیعت شوری نکالی۔ کہ حقیقت میں وہ درپردہ تدبیر قتل حضرت امیر علیہ السلام کی تھی۔ طرفہ یہی کہ ہر مقام پر حضرت عمر نے اس امر کو قبول کیا ہی کہ اگر ابواحسن نہوتے تو عمر مارا گیا تھا۔ اور یہ کہ خداوند اُس مشکل سے مجھے بچانا جسکے مشکل کشا علی مرتضیٰ میرے پاس نہون مگر وفات کی وقت ایسی تدبیر نکالی کہ حضرت علی قتل ہو جاوین۔ وہ یہی کہ اپنے مرتے وقت کسیکو خلافت پر نامزد کیا۔ نہ طریقہ بیعت و اجماع کی اجازت دی۔ بلکہ خلافت کو چھ شخصوں پر منحصر کر کے فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کر دی وہ چھ آدمی کون کون تھے اول حضرت علی دوم حضرت عثمان سیوم عبد الرحمن بن عوف چہارم سعد بن ابی وقاص پنجم طلحہ بن عبد اللہ ششم زبیر بن العوام۔ چونکہ چھ آدمیوں میں گمان ہو سکتا ہی کہ دونوں سمت تعدا درائے کی مساوی ہو جاوے اور

فصل ہونا و شواہد ہو سلیے ابن عوف کو سر بیخ قرار دیا کہ جس طرف عبد الرحمن شامل ہو ان تین شخصوں کی رائے پر عمل ہو۔ اور فریق ثانی میں اگر تین آدمی کسی ایک کی خلافت پر متفق ہوئے ہوں تو اسکا مقر کیا ہوا خلیفہ اسی وقت مجلس شوریٰ میں قتل کیا جاوے یا اگر وہ عبد الرحمن کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ سے بیعت کر لے تو قتل سے باز رکھا جاوے۔ مروی ہے کہ بعد اس قرار داد کے جناب علی مرتضیٰ نے اپنے چچا عباس سے یہ بات فرمائی کہ تم نے عمر کی تدبیر پر کچھ خیال کیا۔ کہ اسے فقط میری محرومی کے لئے پسب کار سازی کی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبد الرحمن برادر اوزت و اما و عثمان کا ہے اور سعد ابن عمم عبد الرحمن کا ہے یہ تین شخص تو بلا شک و شبہ ایک طرف ہی ہونگے غایت درجہ یہ ہے کہ کہ زبیر بن العوام میری طرف ہو لیکن ان تین آدمیوں میں کسے طرح تفریق اور جدائی بنیں ہو سکتی۔ پس وہ جانتا تھا کہ ابن عوف میری مخالفت کرے گا یا تو میں اسے مقرر کئے ہوئے خلیفہ سے بیعت کروں یا اسی مجلس میں قتل کیا جاؤں یہ کیفیت تو تقریر شوریٰ کی ہے اب کارروائی اہل شوریٰ پر نظر کیجائے کہ فی الواقع وہ ہی واقع ہوئی جسکو جناب امیر علیہ السلام نے فرمادیا تھا۔ کہ ادھر تو فقط زبیر نے اپنے امر کو متعلق علی مرتضیٰ سے کر دیا۔ اور باقی چار شخصوں نے ابن عوف کو مختار کر دیا اور خلافت دو شخصوں کے درمیان میں دائر ہوئی۔ حضرت علی اور عثمان۔

سب لوگ اس امر کے متوقع تھے کہ ابن عوف بے ایمانی نہ کرے گا اور حضرت علی کو خلیفہ نہ کرے گا اور ابن عوف بھی اپنے دل میں بہت ہی پریشان تھا کہ اگر عثمان کو

بوجہ قرابت قریب خلیفہ کروں تو دنیا میں کیا ستم دکھاؤں سب کہنے لگے کہ افضل
اور لائق شخص کو چھوڑ کر ایک غیر مستحق اور ناقابل خلافت کو خلیفہ کر دیا اور
شاید یہ خیال بھی ہو کہ اس نا انصافی کو زور رکھ کر خدا اور رسول کو کیا ستم
دکھاؤں گا۔ اور اگر حضرت علی کو خلیفہ کرتا ہوں تو خسر صاحب کسی طرح
سینے مانتے تب ابن عوف نے عمرو عاص وغیرہ جالاک آدمیوں سے شور
کیا۔ انھوں نے یہ رائے دی کہ اول حضرت علی سے ایسی باتیں کر دو کہ انکو
یہ اسید و ائق ہو جاوے کہ ابن عوف مجھے ہی خلیفہ کرے گا۔ اور مجلس شوری
میں بھی اول انھیں سے گفتگو کرو۔ اور یہ کہو کہ میں اس وقت تم سے اس شرط
پر بیعت کرتا ہوں کہ سیرت شیخین پر عمل کرتے رہو۔ اور یقین ہے کہ وہ ہرگز
اس امر کو قبول نہ کریں گے اس وقت تمکو بہت اچھا حال ہے ہاتھ آئیگا۔ تب عثمان سے
یہی بات کہنا اس وقت عثمان بلا کسی حجت و کلام کے اس شرط کو قبول کر لیں
یہ بات ابن عوف کی بھی سمجھ میں آگئی اور اسی طرح اُس نے عمل کر کے حضرت
علی کو محروم کیا اور عثمان کو خلیفہ کر دیا۔

مگر یہ خدا کی قدرت ہے کہ بھٹوڑے ہی دنوں کے بعد اہل شوری کو ایسا پشیمان
ہونا پڑا کہ بالآخر نوبت قتل خلیفہ صاحب کی پہنچی۔ اور خلیفہ صاحب نے بھی وہ
شرط عمل پر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سیرت شیخین ایسی بنا ہی کہ اہل
شوری کو مجالس اہل ایمان میں ستم دکھانے کے جگہ نہ رہی سب سے پہلا حکم خلافت
کتاب اللہ و سنت رسول اللہ تھا کہ حضرت عمر کی صاحبزادی عبداللہ نے
چار شخصوں کو بیگناہ قتل کر ڈالا۔ ہر مزان و خیمہ دو دختران ابو طلحہ اور

یہ مقدّر خلیفہ صاحب کے روبرو پیش ہوا۔ اور اللہ کے دین کے قاضی نے فتویٰ
 و قضا کا دیا مگر خلیفہ صاحب نے ملزم کو چھوڑ دیا اور بیگناہوں کے دیت بیت
 المال سے ولائی۔ اس فیصلہ میں تین فضائل حاصل ہوئے اول مخالفت
 حکم خدا و رسول دوم اسراف مال سیوم آفات حق مسلمین و دوسرا قضیہ
 تعلیہ بمنوع الزکوٰۃ کا ہے کہ خدا نے حکم دیا کہ اس ملعون سے زکوٰۃ نہ لی جاوے
 اور پیغمبر خدا اور یحییٰ نے اسی پر عمل کیا۔ لیکن آپ نے اسکی منت خوشامدیا کچھ
 صفت کرنے پر زکوٰۃ اُس سے لیسی رتیسر قضیہ حکم اور مروان کا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اُسکو دیس نکالا دیا اور یحییٰ نے باوجود سعی احمد کو شش ان لوگوں کے دور
 نکوا دیا مگر حضرت عثمان نے اُنکو اپنے پاس بلالیا۔ مروان سے اپنی دختر کی
 شادی کی۔ اور تمام مسلمانوں اور غازیوں کے گلو تراشی کر کے تمام خمس
 غنیمت مالک افریقیہ اُسکو عطا کیا۔ اور پھر ایک لاکھ دینار عطا کئے۔ بازار
 مدینہ کے خراج اور آراضیات زرعی کا عشر مروان کو سجات کیا اور یہ حکم
 جاری ہوا کہ جب تک مال تجارت مروان کا فروخت نہ ہو جایا کرے۔ کوئی
 شخص اپنا مال فروخت نہ کرنے نہ پاوے اور سوائے جہاز است و تجارت
 عثمان و مروان کے اور کسی کا جہاز بحرن کی آمد و رفت نہ کرے۔ بیت المال
 کا لاکھوں روپیہ باغلت و زراعات کے خریدنے اور مکانات کے بنانے میں
 صرف کیا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری بہت بیش بہا زیورات
 طلا و نقرہ کسی جنگ سے لئے اور حضرت عثمان نے وہ سب زیورات اپنے
 زوجات اور دختران کو تقسیم کر دیا۔ بڑی بڑی حکومتوں سے اجلہ و اکابر

صحابہ کو موقوف کر کے اپنے فاسق و فاجر بھائی بنو ن کو سقر کیا جہاں تک
 ہو سکا مخالفت رسول خدا کی کری جن مواقع پر رسول خدا شیخین نے نماز میں قصر کیا
 وہاں آپ اتمام کرتے تھے صحابہ ابراہیم بن ابی اسحاق غفاری کو حکم ہوا ان کو عرض
 جلا وطن کیا۔ ابن سعد کا نہایت ہنسک عزت کیا حضرت عمار یا سر کے
 توہین کی یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف پر بھی ہاتھ صاف کیا اگرچہ دیگر
 صحابہ کے ساتھ بد سلوکی کرنے سے ہٹ کر بچ ہوا۔ لیکن عبدالرحمن بن عوف
 کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے البتہ نہایت درجہ طبیعت خوش ہوئی کہ انھوں نے
 اپنی سسی شکور کا خوب ہی انعام پایا۔ واقعی ایسے منصف سزج کو جو کچھ انعام
 دیا جاوے وہ بخوڑا ہی صواب حق محرقہ میں مروی ہے کہ لوگوں نے عبدالرحمن بن
 عوف کو بہت کچھ ملامت کی کہ تو نے حضرت علی کو چھوڑ کر عثمان کو کیوں خلیفہ
 کیا تو اُس نے اُس وقت اپنی حیلہ گری اور نا انصافی کے پوشیدہ رہنے کے لئے
 لوگوں سے اپنی بے قصوری اس طرح جتلائے کہ اس میں میرا کیا قصور ہے میں نے
 تو پہلے حضرت علی سے ہی کہا تھا کہ میں تم سے بیعت کرتا ہوں بشرطیکہ
 کتاب اللہ و سنت رسولہ و سیرت شیخین پر عمل کرو تو انھوں نے یہ کہا کہ بعد
 استطاعت اور حتی المقدور ایسا کرونگا۔ مگر عثمان نے صاف اقرار کر لیا۔
 اب اگر کوئی منصف سزج اس زمانہ میں بھی موجود ہو تو اپنے دل میں غور کرے
 کہ جواب حضرت علی کا عقلی تھا یا حضرت عثمان کا اور عقل مند کو کس کے جواب کے
 ایثار و عہدہ کی توقع ہو سکتی ہے اور کس کے جواب سے دفع الوقتی اور مطلب
 براری باقی جاتی ہے پس اگر عبدالرحمن بن عوف عقل مند تھے تو ظاہر ہے کہ

دیدہ و دانشہ اُنھوں نے یہ حلیہ واسطے محرومی حضرت علی کے کمال اٹھا اور اگر
سادہ لوح اور کم عقل تھے تو دوائے بغض اُس قوم کے جس نے ایسے بیوقوف کو
سرنیچ کر کے اسلام میں طرح طرح کے رخنہ اندازی کی۔ انصاف اسکا منصف
مزاج ناظرین کے ہاتھ ہی۔ حدیث ابن عوف صاحب صواعق نے مسند امام
احمد بن حنبل سے نقل کی ہے بیشیہم لکم چکے ہیں جسکو تصدیق منظور ہو صفحہ ۲۲
مطبوعہ مصر سے کرے۔ قصہ کوتاہ چھ برس تک تو حضرت عثمان نے
ایسی ہی خلافت کی کہ جبکہ اکثر حالات ہم لکھ چکے ہیں لیکن چھ سال آخری
ایسے گزرے کہ تمام اکابر صحابہ الامان پکارا گئے اور اکثر وہ نے تکفیر کی
فتوے دیدیے اکثر وہ نے واجب العزل قرار دیا بی بی عائشہ نے حکم کھلا
اُنکے واجب القتل ہونیکا فتویٰ دیدیا اور بھائی صاحب نے تعیل بھی کر دی
اجلہ اصحاب فی خلیفہ صاحب کا نام لینا چھوڑ دیا بوجہ مشابہت ریش درازی
کے تعزل یہودی کے نام سے انکو پکارنے لگے چنانچہ بی بی عائشہ کا قول
اُنکے حق میں یہ ہی تھا۔ اقتلوا قتلاً یعنی اس تعزل یہودی کو قتل کر دو۔
بروقت مجلس شوریٰ انوس یہی کہ انصاف دنیا سے بالکل سفر کر چکا تھا۔
وہ لوگ فضائل علی مرتضیٰ سے بخیر نہ تھے خوب جانتے تھے کہ حضرت علی
افضل الناس بعد پیغمبر خدا صلعم کے ہیں اور اس بات سے بھی خوب آگاہ
تھے کہ حضرت عثمان بن کوفی ایک بھی فضیلت ایسی نہیں ہے کہ جس سے
اُنکو مشقِ خلافت سمجھا جاوے علم دین اور فقہ میں شیخین کے برابر بھی نہ
تھے زمانہ شیخین میں تحقیقات دینی اور نقیض مذہبی تو کسی قدر تھی گو یہ بات

تسلیم کیا گئی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر استنباط مسائل شرعیہ سے عاجز
 اور علم قضا و اجتہاد سے ناواقف تھے لیکن وہ اور وہاں سے دریافت تو
 کر لیتے تھے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر علیفہ ہوئے
 تو ایک عورت اُنکے پاس آئی اور اپنے پوتے یعنی پسر کے پسر کے ترکہ کا دعو
 کیا۔ حضرت ابوبکر اس بات سے محض ناواقف تھے کہ دادی کا حصہ شرعاً
 ہوتا ہے یا نہیں اگر سوتا ہے تو کس قدر چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے۔ اخراج اصحاب
 السنن الاربعہ و مالک عن قبصہ قال جاءت المذبة الی ابی بکر
 الصديق تسالہ میلا ثما فقال مالک فی کتاب اللہ وما علمت
 لک فی سنتہ نبی اللہ صلعم شیاً فارجعی حتی اسال الناس
 فقال المغيرة بن شعبه۔ حضرت رسول اللہ صلعم اعطاها
 السدس فقال ابوبکر هل منک غیرک فقام محمد بن مسلمہ
 فقال مثل ما قال المغيرة فانقذه لها ابوبکر۔ یعنی اصحاب
 سنن اربعہ اور امام مالک قبصہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دادی
 ابوبکر کے پاس پوتے کی میراث لینے کو آئی تو ابوبکر نے اُس سے کہا کہ
 قرآن میں تیرے لئے کچھ نہیں لکھا ہے اور طریقہ سنت رسول خدا کا مجھے
 معلوم نہیں۔ اب تو تو اپنے طہر علی جا میں لوگوں سے اس بات کو پوچھو گا
 پس پوچھا لوگوں سے ابوبکر نے۔ تو مغیرہ بن شعبہ بولا۔ کہ سو بخدا صلعم نے
 سدس حصہ دلایا ہے ابوبکر بولے اور بھی کوئی تیرے ساتھ ہے اس پر محمد بن مسلمہ
 کھڑا ہوا۔ اور بولا وہی بات جو مغیرہ نے کہی تھی۔ پس ابوبکر نے اُس کا قبضہ کر لیا

طرف یہ ہے کہ اسی صواعق میں پیکر حضرت عثمان اس سفیر بن شعبہ کی نسبت لکھا ہے۔ انہ کا ان مرا تشیا یعنی سفیر بن شعبہ رشوت خوار تھا۔ ایسا ہی حضرت عمر کے حالات سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ حضرت علی اور ابن مسعود وغیرہ کو کچھ پوچھ کر شرعی معاملات فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اور بدایا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ حضرت عمر نے خلاف شرع حکم دیدیا اور حضرت علی کو خبر ہو گئی۔ اور اپنے روک دیا۔ تو حضرت عمر نے حکم ادا کرتے اور اکثر یہ لفظ زبا پر لاتے۔ لولا علی لہلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتا تو عمر مارا گیا تھا۔ اور اکثر یہ لفظ فرماتے کہ اے یار خدا ایسی وقت سختی اور مصیبت مجھ پر نہ ڈالنا کہ علی کسکے رفع کرنے والے میرے پاس نہ ہوں۔ چنانچہ مقدمہ قصاص مخنون اور رحمہا ملہ کتب سیر میں مشہور و معروف ہیں لیکن حضرت عثمان نے اپنے وقت میں شرع کی کچھ پرواہ نہیں رکھی بلکہ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ حضرت عثمان کے روبرو پیش ہوا اور انھوں نے ایک حاملہ عورت کے رحم کا حکم دیا۔ اور جب حضرت علی کو اسکی خبر ہوئی تو حضرت عثمان کو تنبیہ کیا اور حکم ناجائز دینے سے روکا مگر انھوں نے کہ خلیفہ صاحب آدمی رحم گاہ پر سب کرے کو اس وقت پوچھا کہ لوگ اُس دوجی والی عورت کو رحم کر چکے تھے۔ صاحب تاریخ الخلفاء بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کی خلافت کے آخری چھ سال بڑے سخت بد انتظامی میں گزرے تمام کتب سیر و احادیث اہل سنت میں درج ہے اور نیز صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء سینوطی میں درج ہے کہ بروز شوری حضرت علی مرتضیٰ نے ایک ہو کئی

اپنے ایسے فضائل لوگوں سے گنوائے۔ کہ اُمین سے ایک کے مثل بھی کسی دوسرے شخص کو است محمدی میں حاصل نہیں ہوئے ہر ایک فضیلت پر حضار سے شہادت طلب کرتے تھے اور سب لوگ آپ کے فضائل کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ تمہیں ابو بکر کو خلیفہ کیا اور میں اُس سے افضل اور اولیٰ ترستی خلافت تھا مگر اسیلے خاموش رہا کہ تم لوگ مرتد ہو کہ کافر ہو جاؤ گے پھر عمر کو خلیفہ کیا۔ حالانکہ میں اُس سے بھی افضل اور اولیٰ تر تھا مگر اُسی خوف سے خاموش ہو رہا کیا اب تم عثمان کو بھی نجس تر جیج دیتے ہو خدا سے ڈرو کیا کبھی خدا کو سونہ دکھاؤ گے احبہ و ابرار صحابہ ابن عوف کی نا انصافی دیکھ دیکھ کر خون کس سے گھونٹ پی رہے تھے۔ لیکن ابن عوف نے حسرت میں ایسا پتھر کا کلیجہ بنا لیا تھا کہ کسی بات نے اُس کے سخت دلی پراثر نہ کیا۔ اگرچہ ابن عوف حضرت عثمان کے سازی خلافت کے زمانہ تک زندہ نہیں رہا۔ لیکن بیان تک نوب ضرر پہونچ گئی تھی کہ اس نا انصافی کے سبب سے محافل اور مجالس ہوشین میں شرم و ندامت کے سبب جانا آنا موقوف کر دیا اور جبکہ خدا نکو خلیفہ صاحب نے انعام دیات اُنکی سزویٰ کا فتویٰ دینے لگے و الحمد للہ علی ذلک فضائل حضرت عثمان کی یہ کیفیت ہے کہ بروز محاصرہ اپنے اپنے فضائل لوگوں کے روبرو بیان کئے مگر وہ جملہ فضائل شمار میں فقط دو عدد نکلیے۔ ایک یہ کہ میں نے حکم رسول خدا صلعم حبش عسرت کی تجبیر کی۔ دوسرے یہ کہ میں نے ایک جاہ تعمیر کرایا جبکہ نام سرور دہی اور کچھ تنگ

نہیں کہ اگر غیر مسلم بھی کوئی فیض کا کام کرے تو ثواب پائے۔
 تیسری فضیلت متاخرین ہل اسلام نے جمع قرآن کی اُن سے منسوب کر دی ہے مگر
 اس وقت کی لوگوں کو انکی مداخلت قرآن مجید میں پسند نہیں آئی۔ قرآن تو حضرت
 ابوبکر کے ہی زمانہ میں زید بن ثابت نے جمع کر دیا تھا جیسا کہ روایت انس
 سندرجہ مشکوٰۃ شریف سے ظاہر ہوا ترتیب موجودہ جو بڑی فضیلت شمار کی
 جاتی ہے اس میں حضرت عثمان نے اپنی ذات سے کچھ نہیں کیا بجز اسکے کہ زید بن
 ثابت کے ساتھ عبداللہ ابن زبیر کو شامل کر کے حکم لکھنے قرآن کا دیا اور
 نام مالک سے قرآن طلب کر کے جلوادے اور زید و عبداللہ کا لکھا ہوا
 قرآن جاری کر دیا اس وقت کے اکابرین نے حضرت عثمان کے اس
 فعل کو مستحسن نہیں سمجھا بلکہ بہت ہی زبون خیال کیا گیا تھا حتیٰ کہ کئی
 عایشہ نے اُس زمانہ میں لوگوں کو انکے قتل کر ڈالنے کی بہت کچھ ترغیب
 دی ان حالات سے پایا جاتا ہے کہ شوری انصافانہ نہیں ہوا۔ مگر وجود
 شوری البتہ اس امر پر صاف دلالت کرتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہ میں سے
 کسی کے لئے حکم خلافت صادر نہیں ہوا کیونکہ اگر اہلسنت کا یہ قول
 صحیح ہوتا کہ حضرت رسول خدا نے درجہ بدرجہ اصحابِ ثلاثہ کے نام لے کر
 اظہار انکی خلافت کا کر دیا تھا۔ تو حضرت عمر بھی ضرور اُس حدیث سے
 واقف ہوتے اور کبھی برخلاف حدیث نبوی تیسری خلافت کے لئے
 جھجھ آویں کو نامزد نہ کرتے کیونکہ جب خلافت نامہ نام منصوص تھی
 تو سعد اور طلحہ و زبیر و عبدالرحمن کیوں خلافت کے امیدوار نہ گئے۔

اور طرفہ یہی کہ حضرت عمر کے نزدیک کچھ ان چھ آدمیوں پر ہی انحصار خلافت
سیوم نہ تھا۔ بلکہ روضۃ الاحباب سے پایا جاتا ہی کہ حضرت عمر کے نزدیک
ان چھ آدمیوں کے علاوہ دو اور شخص اسے زیادہ مستحق تھے مگر تقدیر سے
اُنکی موت آچکی تھی اگر وہ زندہ ہوتے تو اُمین سے ایک خلیفہ سیوم
مقرر کر دیا جاتا اور خلافت چہارم کے لئے دو سرنام زد ہوتا۔ جو لوگ
فن سیر سے آگاہ ہیں اور حجت سقیفہ کے حالات سے ماہر ہیں وہ سمجھ
سکتے ہیں کہ وہ دو شخص کون تھے۔ اُمین سے ایک تو ابو عبیدہ بن
جراح تھے دوسرے سالم مولیٰ ابو حذیفہ۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں
اپنے سامنے کسکو خلیفہ کر جاؤں اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو اُنکو میں خلیفہ
کر جاتا۔ یا اُنکے بعد سالم بھی زندہ ہوتے اُنکو اپنا خلیفہ بناتا اب میں
کیون ناحق اپنے سر پر خلافت لوں۔ حضرت عمر کے آخری زمانہ
حیات میں اس فقرہ سے وہ پورا ناراض و سر بہ سقیفہ نبی ساعدہ کا ظاہر
ہوا۔ پس کچھ شک نہیں کہ اُسوقت باہم ان چار شخصوں کے ہی قرارداد
ہوا تھا۔ کہ اول ابو بکر خلیفہ ہوں اُنکے بعد اگر عمر زندہ ہوں وہ خلیفہ ہوں
حضرت عمر کے بعد ابو عبیدہ اگر زندہ ہوں وہ خلیفہ ہوں اُنکے بعد سالم
خلیفہ ہوں۔ مگر یہ قدرت خدا کی ہی چار یاروں میں سے دوبار دوسرے خلیفہ
کے ہی زمانہ میں مر گئے۔ ہم آج تک یہی سمجھ رہے تھے کہ ابو عبیدہ کے
شرکت و اعانت یوم سقیفہ کا بدلہ دعویٰ منقطع ہو گیا ہو گا جو
اُنکو مل چکا اور سالم مولا ابو حذیفہ کی نسبت یہ گمان کہ وہ کیسے غلام تھے

کسی دباؤ یا تھوڑی سی طمع پر وہ انکے شامل ہو گئے ہوں کیونکہ یہ امر تو تحقیق ہو چکا ہے کہ سویم سقیفہ نقطہ پر ہی کہ دو شخص ہمراہ یحییٰ بن رفیق وہم مشورہ بن کر گھر سے نکلے تھے اسلئے کوئی شک نہیں کہ یہ چار دن شخص باہم ایک دوسرے سے خلافت کی بابت قسم و عہد کئے ہوئے تھے بعد میں جو شخص انکے شامل حال ہوئے وہ دیگر سلوک و مراعات کے موعدہ تھے۔ مجھے سخت تعجب اس بات کا ہوتا تھا کہ حضرت ابو بکر نے اپنی حیات میں ہی کیوں حضرت عمر کو اپنا خلیفہ کیا اور حضرت عمر نے کیوں اس سنت خلیفہ اول کو ترک کیا یہ بات اب کھلی کہ ایک دوسرے کا اختلاف پر تباہ و عہد و میثاق باہمی لکھا تھا حضرت عمر کے بعد وہ دونوں شخص زندہ نہ تھے اسلئے حضرت عمر نے اپنی حیات کسکو اپنا جانشین نہ کیا۔ دیکھئے روضۃ الاحیاء جلد دوم صفحہ ۴۱۴۔ وروایتی آنکہ چون از وی طلب تعیین خلیفہ نمودند گفت اگر عبیدہ در سلک احباب منظم میبود خلافت بلوی تقویٰ نفس می نمودم و اگر حق تعالیٰ از من سوال میکردی کہ وہو بتخصیص او بخداقت چہ بود گویم از رسول تو صلعم شنیدہ بودم کہ می فرمود اندہ امین ہذا الہیۃ۔ و اگر سالم مولائے ابو حذیفہ در قید حیات بودی وی را حذیفہ می گردانیدم و اگر پروردگار من ازان سوال کردی در عتبہ احدیت معروض میا ختم کہ از پیغمبر صلعم شنودم کہ ان سائما کشید بل العجب فی اللہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک حضرت علی تو کسی طرح لائق خلافت ہی نہ تھے حالانکہ حضرت علی کی نسبت رسول خدا کا ارشاد ہے

انت صفی وامین اور نیرانہ محمد بن رسولہ و محمد بن رسولہ۔
 کنانی خصائص النساء اور ان چھ شخصوں میں سے بھی۔
 اگر سفارش کی ہو تو سعد بن ابی وقاص کی کی ہو۔ نہایت روضۃ الاحباب
 کے صفحہ ۴۱ میں ہر دور وایتے آنگہ گفت کہ اگر سعدا خلیفہ گردانیدہ او اہل
 و محل آنت الی آخرہ۔ سعد کے بعد سفارش اپنے پسری فرمائی باین
 عبارت روضۃ الاحباب۔ اگر حکیم عبداللہ بن عمر ماضی شہید ویرا حکم
 کنید و الاطراف فی کہ عبدالرحمن ابن عوف دران بود مرجع و معتبر و امید و مخالف
 را مقتول گردانید۔ اگر کوئی نادان یہ سمجھے کہ حضرت عمر اپنے دلیل حضرت
 علی سے بہتر اور افضل اور مستحق تر خلافت کا کسی دوسرے کو جانتی تھے
 محض غلط ہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حضرت علی کو جمیع صحابہ سے افضل اور
 اعلم اور اشجع اور اقضار اور لائق منصب خلافت جانتے تھے اور حضرت
 ابوبکر بھی ایسا ہی سمجھتے تھے لیکن یہ بات بھی گوارا نہ فرماتے تھے خلافت
 اپنے مرکز پر قرار پادے حضرت ابوبکر تو اپنے عہد و میثاق سے لاجار تھے
 کہ جن لوگوں نے غایت سعی و کوشش سے اُنکو خلیفہ بنایا اور یہ اُنسے
 عہد کر چکے تھے کہ اپنے بعد تم میں سے جانشین کرونگا اسی لئے چند بار
 حضرت علی سے وعدہ خلع بیعت خود کر کے اُسکا ایقانہ کر سکے۔ اور حضرت
 عمر باوجود فوت ہو جانے معاہدہ لم کے بھی جو ذریعے اس امر کے رہے
 کہ خلافت کی نوبت حضرت علی تک نہ پہنچے اس میں ایک بڑا راز مستتر تھا
 یعنی وہ اس بات کو اہل و اطراف سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت علی کے خلیفہ

ہوتے ہی ہماری قلعی اکھڑ جاو گی اور ہماری طرف سے مومنین کا عقیدہ مطابق
 ہمارے اصلی حالات کے ہو جائیگا اور جو امور شیعیاں علی ہماری نسبت تخلیہ
 میں کہتے ہیں وہ برسرِ منبر کے جاوینگے مگر کوئی غیر شخص خلیفہ ہوگا تو ہم بدستور
 سبکے پیشوا بنے رہینگے اور ہماری عیوب ظاہر نہونگے۔ لیکن یہ سمجھئے کہ تو کبھی نہ
 کبھی ضرور ظاہر ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت اور خصوصاً بوقت قرب
 وفات بہت ہی تدابیر اور انتظام اس امر کا کیا کہ حضرت علیؓ تک نبوت خلافت
 نہ پہنچی ان تدابیر میں سے بعضی خفیہ ہیں اور بعضی علانیہ۔ اُمین سے بعض کا
 مذکور ہم پیشتر کر چکے ہیں۔ اول وہ خطبہ جو صحیح بخاری میں مرقوم ہے کہ حضرت
 عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں ایسا سنتا ہوں کہ بعضے لوگ یہ مشورہ کرتے ہیں کہ
 اگر عمرؓ مر جاوے تو فلاں شخص کو ہم خلیفہ بناوینگے جس طرح لوگوں نے ابوبکرؓ کو
 خلیفہ بنایا تھا مگر واضح رہے کہ خلافت اور جیت ابوبکرؓ کی ایک امر ناگہانی اور
 اچانک غیر متوقع تھا خدا نے اُسکے شر کو دور کر دیا اب اگر کوئی اس طرح
 کہیں خلیفہ کرنا چاہے وہ قتل کر دیا جاوے تو لوگ کچھ بھی عقل رکھتے ہیں وہ
 خوب جانتے ہیں کہ امت محمدی میں وہ کون شخص تھا جو بر خلافت خلفا کے
 خلافت کو اپنا حق سمجھتا تھا بیشک سوائے علیؓ رضی کے اور کوئی شخص
 دعویٰ اس بات کا نہ تھا اور نہ مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا تھا کہ وہ
 بر خلافت خلفا کے حضرت علیؓ کے سوا اور کسی شخص کی خلافت کا اسیدوار ہو
 پس مفہوم اس خطبہ کا فقط یہ تھا کہ جو حضرت علیؓ کے ہوا خواہ مشوری کرتے
 ہیں کہ ہم بھی عمرؓ کے مرنے کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ کر دینگے یہ لوگ واجب اقل

ہیں انکو مع حضرت علی کے قتل کر دیا جاوے۔ اب وفات کے وقت جو خلافت کو چھ شخصوں میں دائر کر کے محل نزاع بنایا یہ بھی واسطے محرومی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھا اور جن جن لوگوں سے خلافت کو نام زد کر کے سودا خام طمع خلافت کا انکے دماغوں میں پکایا اس سے پیشتر یہ لوگ کبھی ستمی خلافت کے نہیں ہوئے تھے نہ اپنی آپکو قابل خلافت جانتے تھے نہ اور لوگ انکو خلافت کے لائق سمجھتے تھے چنانچہ خود حضرت عمر فرماتے ہیں۔ بقول صاحب روضۃ الاحباب۔ روایتے آنکہ گفت گمان من آنست کہ والی مسلمانان نشود مگر ابی اذین و دوسرو عثمان یا علی۔ پھر اہل انصاف فرمایں کہ چپہ آدمیو کا شورے کرنا کس غرض سے تھا۔ وہ اس گمان کی کہ خلیفہ ان دو شخصوں میں سے ایک ہو گا یہی کہ حضرت علی کی نسبت تو جانتے ہی تھے کہ شروع سے دعویدار خلافت میں اور دوسرے نیندار لوگ انکو امام برحق جانتے ہیں اور حضرت عثمان کی شان خود ہستی کی ہی نکالی ہوئی تھی کہ انکی نسبت سمجھ ہوئی تھی کہ آدمی مالدار اور قبیلہ الیہ میں اکثر لوگ طرفدار انکے بھی ہو جائیں گے۔ اب حضرت عمر نے تدبیر شوری اسی لئے نکالی کہ حضرت علی کو محروم کریں۔ چار شخص جو حضرت علی اور عثمان سے علاوہ نامزد کئے انکی نسبت یہ خوب جانتے تھے کہ یہ سب عثمان کے طرفدار ہیں غایت یہی کہ زیر حضرت علی کے ساتھ ہوا سلئے یہ قرار دیا کہ کثرت رائے سے حکم دیا جائے پھر طلحہ کی طرف سے کچھ شبہ گذرا کہ ایسا نہ کہ وہ زیر کے ساتھ ہو جاوے اور حضرت علی بھی فریق ثانی کے برابر تعداد میں ہو جاوے نہ عبد الرحمن کی رائے کو ترجیح دیدی کیونکہ وہ رشتہ داریوں اور باہمی مجبوریوں کو

خوب ہی جانتے تھے کہ ابن عوف داماد حضرت عثمان کا ہے اور سعد ابن عثم
عبدالرحمن کا ہے یہ تینوں تو کسی طرح جدا نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمرؓ یہ بھی
جانتے تھے کہ حضرت علیؓ کو اپنے استحقاق خلافت پر اس قدر وثوق اور اصرار
ہے اسلئے دوسرے شخص کے مقرر ہونے پر ضرور ہی مخالفت کریں گے کیونکہ اور
کوئی تو اپنے آپ کو حقدار نہیں سمجھتا اگر وہ خوش نصیبی سے خلیفہ ہو جاوے تو
اُسکو بغت غیر مرتب سمجھ کر خوش ہو جاوے اور اگر وہ خلیفہ مقرر ہو تو کوئی
ریج اُسکو نہیں کیونکہ وہ حقدار نہیں ہے اسلئے یہ امر قرار دیا کہ اگر عثمان کے
بیعت سے علی مرتضیٰ مخالفت کریں تو قتل کر دیے جاویں۔ قبل تقرر شوری
حضرت عمرؓ کا ابن عوف سے تخلیک کی باتیں کرنا اور خلافت کا تقرر اُسکی
رائے پر موقوف ہونا بے وجہ نہ تھا۔ اگر کوئی معترض یوں کہے کہ یہ باتیں
ظنی ہیں اگرچہ گمان غالب ہی مگر صاف طور سے منقول نہیں ہے کہ نیت حضرت
عمرؓ کی یہ ہی تھی کہ حضرت علیؓ مقتول ہوں یا خلافت سے محروم رہیں یہ
بات حضرت عمرؓ کی اُس تقرر سے ثابت ہو جاوے گی جو قبل از وفات خود
مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائی اور اُسکا مطلب صاف یہ ہی ہے کہ
علیؓ کی بات نہ سنا علیؓ سے حذر کرنا جو وہ کہتے ہیں دروغ ہے۔ گونطا ہر نام
نہ لیا اس خوف سے کہ مومن اور دیندار لوگ ابھی کفر و نفاق سے منسوب
کرینگے مگر وہ بیان کنایہ الملع من المشرک ہی دیکھو و صۃ الاحباب صفحہ ۳۴
حضرت عمرؓ مسلمانوں سے فرماتے ہیں یہودیستی کہ یعنی ترسم بر شما مگر ازداد
شخص کے آنکہ گمان سے امین باشد کہ ادا حق است بخلاف از صاحب خود

پیارا آنی خلیفہ وقت مخالفت نمودہ مقابلہ و محاربہ کندی پس غور کہین سب
مسلمان اس امر پر کہ حضرت عمر کے ذہن میں ایسا کوئی شخص تھا نہ حضرت علی
اور عثمان کے کہ اپنے آپ کو اپنے ساتھی سے زیادہ سخی خلافت جانتا ہو۔
اور حضرت عمر کو ان دونوں میں سے کسی نسبت گمان تھا کہ اگر وہ خلیفہ ہوا
تو ضرور خلیفہ وقت سے مقابلہ کرے گا۔ چنانچہ دو چار ہی دن کے بعد لوگوں پر
ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر کا یہ گمان حضرت علی کی طرف تھا کیونکہ حضرت عمر کو
بھی یہ معلوم تھا کہ خلافت و حقیقت حضرت علی کا حق ہے انکو غیب کا
خلیفہ ہونا کیونکر گوارا ہوگا چنانچہ حضرت علی کے گفتگوئی یوم شوری
کو اکابر علمائے اہل سنت اس طرح لکھتے ہیں۔

وفی مناقب خوارزمی و مناقب ابن مردودیہ بسندھما الی ابی الطفیل عامر
بن وائلہ۔ یعنی کتاب مناقب خوارزمی اور ابن مردودیہ میں کہ دونوں اجلہ
علمائے اہلسنت سے ہیں بسند خود ابی الطفیل عامر بن وائلہ سے اس طرح مروی ہے
کہ ابی الطفیل کہتے ہیں۔ قال کنت علی الباب یوم الشوری فاستفتت الاصوات
بینہم فسمعت علیا یقول بائع الناس بوبکر وانا والله اولی بالامر و
حق منہ فسمعت واطعت فحافۃ ان یرجع الناس کفاراً یضرب
بعضہم اعناق بعض بالسیف ثم یابیع ابوبکر لہم وانا والله اولی
بالامر منہ فسمعت واطعت فحافۃ ان یرجع الناس کفاراً ثم
انتم تریون ان تبایعوا عثمان اذن لا اسمع ولا اطیع ثم قال
انشدکم بالله الا اخلا لمنشدہ۔

یعنی ابی الطفیل عامر بن وائل کہتے ہیں کہ میں بروز شوری دروازہ پر تھا کہ آوازیں بلند ہوئیں اہل مدین نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور بندگانِ اولیٰ تراورستیٰ تر خلافت کا تھا ابوبکر سے لیکن میں سنکر اس خوف سے مطیع رہا کہ لوگ پھر دینِ آبائی پر لوٹ کر کافر ہو جائیں گے ایک دوسر کی گردنیں تلوار سے کاٹیں گے۔

بعد اسکے بیعت فی ابوبکر نے عمر کے لئے اور قسم خدا میں بہ نسبت عمر کے اولیٰ تر تھا لیکن اسی خوف سے کہ لوگ کافر ہو جائیں گے سنکر خاموش ہو رہا۔

اب تم لوگ یہ ارادہ کرتی ہو کہ عثمان سے بیعت کرو سوا اسکو میں نہ مانو گا اور نہ سمع قبول و رضا اصفا کر دوں گا پھر اسکے بعد اپنے لوگوں کو متوجہ کر کے فرمانا شروع کیا کہ تم لوگوں کو قسم ہے خدا کی تم میں ہر کوئی البیاسیرے سوا کہ حسین یہ فلان باہو۔ تا آخر۔ یاد دہانی۔

ابن سہار لہنے اپنی کتابِ شایبہ میں بائج اور تیس فضائل لکھے ہیں کہ اس وقت اپنے لوگوں کو یاد دلائے۔ طبری نے لکھا ہے فیہنہ اکثر من مایستہ خصلۃ اور دھاھو علیہ السلام علی الامۃ فضله اللہ بہا پھر رجوع ہوتا ہوں حضرت عمر کے آخری وصیت کی طرف کہ انھوں نے دو شخص سے حذر کرنے کی، لوگوں کو نصیحت کی کہ ایک کا ذکر اور پر ہو چکا دوسرے کا ذکر لکھتا ہوں۔ اور مراد دو شخص سے جب اگانہ دوا دمی نہیں ہیں بلکہ مراد دو خصلت یاد دو جب حذر سے ہی اگرچہ ایک ہی شخص میں بائی جاوین چنانچہ صاحبِ روضۃ الاحباب نے اس طرح نقل کیا ہے۔

دوم آنکہ کتاب اللہ را بعد ما خود تاویل کند بغیر تاویل حقیقی و غیر معنی مراد
بجائے اس امر کی کہ یہ خیال حضرت عمر کو کسکی طرف سے ہوا اور کیوں ہوا دلیل
اسکی بہت صاف ہے کیونکہ وہ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اکثر آیات قرآنی
در بارہ ولایت و امامت حضرت علی مرتضیٰ نازل ہوئی ہیں اور ہمیں طے خلافت
سے ان آیات کو نہیں مانا اور مسلمانوں میں اپنا الزام رفع کرنے کو چاہئے اصلی
معنی اور حقیقی تاویلات کو بدل کر تاویلات غیر حقیقی ظاہر کی ہیں اب تک تو
علی مرتضیٰ صبر کئے ہوئے بیٹھے رہے اور اگر اب بھی انکی حق تلفی ہوگی تو ضرور
اس شخص سے جو خلیفہ کیا جائیگا مقابلہ کرینگے اور بوقت مناظرہ اور مباحثہ کے
ان آیات قرآنی پر ضرور استدلال کرینگے جو انکی شان میں نازل ہوئے
ہیں اسلئے حضرت عمر نے پہلے سے یہ بندش کی کہ اگر نوبت مقابلہ پہونچے تو
کوئی مسلمان حضرت علی کا ساتھ نہ دے اور اگر وہ مباحثہ اور مناظرہ میں آیات
قرآنی پر استدلال کریں تو یہ جہاں عرب انکو لغو و بابت کا دیکھ کر اسنے متفرق
ہوں۔ وجہ اس امر کی علم کی کہ حضرت علی ضرور تاویل آیات قرآنی پر
منافقین است پر جہاد کرینگے اور انکو اسی بات پر قتل کرینگے یہی کہ حضرت
اس حدیث نبوی سے آگاہ تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بسطرح میں
تفزیل قرآن پر قتال کرتا ہوں اسبطرح علی مرتضیٰ تاویل قرآن پر قتال
کرینگے یعنی جناب پیغمبر خدا صلعم کفار سے اسلئے قتال کرتے تھے کہ وہ اس
امر کو قبول کریں کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور تاویل قرآن پر قتال کرنا
یہی کہ ان لوگوں کو قتل کیا جاوے جو مسلمان ہو کر تفسیر کی تو قاتل ہو گئے ہیں

لیکن تاویل آیات میں مخالفت امر حق کے ہیں۔ اور جن آیات کی تاویل میں مسلمانوں نے مخالفت حق کی کی ہے وہ آیات متعلق بولایت و امامت و حقوق علی مرتضیٰ والہدایت پیغمبر کے ہیں۔ ثبوت علم حضرت عمر کا اس حدیث سے یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں اُس وقت میں موجود تھے اور دونوں صاحبوں نے اُس وقت تمنا بھی اس امر کی کری کہ تاویل قرآن پر قتال کرنے والے ہم ہو وین جیسا کہ صحاح اہل سنت میں حدیث خالصہ الثعلبی مشہور ہے حدیث ہمیشہ ہی اور بہت طریقوں سے مروی ہے از انجملہ ہم وہ طریق نقل کرتے ہیں جو امام نسائی نے خصال میں روایت کی ہے۔ حدیثنا احمد بن شعبہ قال اخبرنا اسحاق بن ابراہیم و محمد بن قدامہ واللفظ له وعن حرب الاکحش عن اسمعيل بن سرجاء عن ابيه عن سعيد الخدري قال كنا جلوساً منتظرين رسول الله فخرج النياقد انقطع شيع نعلاه ليرى بها الى علي فقال ان منكم تقا ستل علي تاويل القرآن كما قللت علي تنزليه قال ابوبكر انا قال لا قال عمر انا قال لا ولاكن خالص النعلة۔

پس ثابت ہوا کہ یہ وصیت حضرت عمر کی خاص اسی وجہ سے تھی کہ کوئی شخص حضرت علی کی مدد و اعانت نہ کرے اور بطرح وصیت آخری رسول خدا صلعم کو ضایع کر کے حق بطنی حضرت علی کی کی تھی تا دم زلیت اُسی مخالفت قائم رہیں۔ درحقیقت یہ کمال وضع داری ہے کہ جو بات سنہرے نخل گئی خواہ اچھی ہو یا بری خواہ ایمان جائے یا رے دم مرگ تک اسکو نباہ دین

حضرت عمر کی یہ آخری وصیت پڑھ کر اور بھی ہلکا افسوس ہوا کیونکہ انھوں نے
اُس وصیت میں سبکی ہی سفارش کی ہے نام بنام مہاجرین سے یہ سلوک
کرنا انصار کی یوں خاطر داری کرنا لیکن اہلبیت پیغمبر کے حق میں ایک لفظ
بھی سفارش کا اُنکی زبان سے نہ نکلا۔ حالانکہ مصیبت کے وقت یہ ہی
کام آتے تھے جیسا کہ حضرت مشکنا کے احسانات کا اقبال اوپر گزرا اور ایک
قصہ فحط سالی کا روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلعم نے اُس ایام میں
قطار مانہ خلیفہ ثانی میں کسی سے خواب میں فرمایا کہ عمر سے کہو کہ اُسے جسے جو
عمد کیا اٹھا اسکو وفانہ کیا۔ تب حضرت عباس کی خوشامد کر کے دعار طلب
بازان کر لی اور فحطار قمع ہوا لیکن آخری وقت میں کسی احسان کو بھی باز نہ رکھا
یہ حال تھا قرن صحابہ کا جو اوپر مذکور ہوا اسلئے حدیث مستدلہ مولف اسرار
المد سے کچھ بھی نفع نہیں پہنچائے۔ اہل شوری کی صاف بددیانتی ثابت
ہو گئی اگر ہم بحث مضمون وغیرہ مضمون کو قطع نظر کر کے فقط اسی بات
بحث کریں کہ حضرت علی اور عثمان بن الفضل کون تھا او سو وقت اہل شوری
کی دیانت کا حال صاف ظاہر ہو جائیگا۔ خود طبقہ صحابہ اس امر کو قبول
کر رہے ہیں کہ عثمان کو حضرت علی سے کوئی نسبت کتنی قسم کی نہیں کیونکہ عثمان
سے سخت گناہ صادر ہوئے اور حضرت علی کا قرب و منزلت جو رسول خدا سے
تھا وہ پوشیدہ نہیں۔ دیکھو کتاب فضائل امام نسائی۔ اخبارنا احمد بن
شعیب قال اخبارنا اسمعیل بن مسعود البصری قال حدثنا شعبہ
عن ابی اسحق عن العلاء سال رجل ابن عمر عن عثمان قال کان

من الذین تولوا یوم النقی الجمعان قتال اللہ علیہ نصر اصاب ذنباً
 فقتلوه فسالہ عن علی رضی فقال لا تسأل عنہ الا قرب منزلة
 من رسول اللہ۔ وبطریق دیگر عن غرار قال سألت عبد اللہ بن
 عمر قلت الا تحدثنی عن علی و عثمان قال اما علی فہذا بلیتہ
 من بلیت رسول اللہ ولا احد ثک عنہ بغيرہ و اما عثمان فانه
 اذ ذنب یوم احد ذنباً عظیماً عفی اللہ عنہ و اذ ذنب فیکم ذنباً
 صغیراً فہذا تمویہ۔ یعنی کہنے ابن عمر سے دربارہ عثمان سوال کیا تو
 فرمایا اُنھوں نے کہ عثمان اُمین سے ہیں جو بروذی لاتی عسکر بن میدان
 احد سے فرار ہو گئے مگر خدا تعالیٰ نے اُس گناہ سے درگزر کی پھر اسکے بعد
 اور گناہ عثمان سے صادر ہوا جسکی باداش بین وہ قتل ہو گئے۔ پھر اُس
 شخص نے حضرت علی کی نسبت سوال کیا فرمایا کہ اُنکی نسبت سوال مت
 کر مگر اُس قرب و منزلت پر خیال کر جو اُنکو رسوخدا صلعم سے حاصل تھے
 دوسرے طریق سے جو غرار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن
 عمر سے کہا کہ آپ مجھ کو علی و عثمان کی بابت نہیں فرمائے تو وہ بولے کہ دیکھ
 یہ گھر اُنکا ہی رسول اللہ صلعم کے گھروں میں اسکے سوا اُنکی اور کیا بات
 تجھے کون۔ لیکن عثمان تحقیق کہ اُننے کنا کیا احد کے دن سخت کبیرہ گناہ کہ
 خدا نے اُس سے درگزر کی اور پھر تم میں اُسے ایک صغیرہ گناہ کیا جسکی
 باداش میں تھے اُسے قتل کر ڈالا۔
 و اما قولہ خدا نے تمام کتب سماویہ میں کسی جگہ خلافت یا امامت کو

منصوص من اللہ یا اصول دین نہیں فرمایا ہی۔

بلکہ جہاں کہیں ارشاد ہوا ہی وہاں اسی طرح پر ہوا ہی جسکے چند نمونہ دکھائے جاتے ہیں خیاںچہ بعضی فرقہ بنی آدم کے حق میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہی۔

اول آیت وجعلکم ملوکا وایتکم مال الملوٰت احدل من اعلیٰ الدن

دوم آیت هو الذین جعلکم خلائف فی الارض

سیوم آیت وتخلعہم ائمة وتخلعہم الوارثین

دیکھو جملہ آیات بنیاد سے خلافت و امامت منصوص من اللہ نہیں سمجھی جاتے۔

فانقول بحولہ تعالیٰ یہ طرفہ باجرا ہی کہ مؤلف صاحب قرآن اور حدیث کا تو

اپنے آپ کو عالم جانتے ہی تھے اب تمام کتب سماویہ کے بھی عالم ہو گئے

یہ خبر نہیں کہ کتب سماویہ میں خلافت و امامت تو بڑے رتبہ کے منصب

ہیں بادشاہت تک منصوص من اللہ ہی اور بغیر رض کے کبھی کسی مرسل

کا خلیفہ و امام مقرر نہیں ہوا۔ منشی صاحب نے حوالہ تو کتب سماویہ سابقہ کا

دیا اور ثبوت میں آیات قرآنی تحریر فرمائیں لیکن اہل انصاف غور فرمائیں

کہ ہمیشہ حق و باطل میں یہ فرق ہوتا ہی کہ جب اہل باطل کسی امر پر استدلال

کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انکی عقل کو ایسا زائل کر دیتا ہی کہ ہمیشہ اپنے

استدلال کے برخلاف سند نہیں کیا کرتے ہیں اہل حق کے مقابلہ پر ایسا

رعب چھاجاتا ہی کہ کتنا کچھ چاہتے ہیں اور زبان سے کچھ نکلتا ہے۔

اہل انصاف آیات مستدلہ مؤلف صاحب کو ملاحظہ فرمائیں کہ انکے دعوے

کے بالکل برخلاف ہیں یعنی ان ہر سہ آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ خلیفہ اور امام بلکہ بادشاہ تک خدا نے مسکوب و جاہ بنایا امت کا ہرگز دخل
 نہیں ہوا پہلی آیت میں بادشاہ تک مفسوس من اللہ ہے
 دوسری میں خلافت دوسری آیت میں امت کا بجانب خدا تعالیٰ
 مقرر ہونا درج ہے۔ اور دعویٰ منشی صاحب کا یہ تھا کہ پہلے خلیفہ اور امام
 بھی نسل ابو بکر و عمر و عثمان کے بجانب امت مقرر ہوئے ہیں تو بموجب
 اس دعویٰ کے اُنکو لازم تھا کہ ایسی آیات پیش کرتے کہ جنہیں یہ درج
 ہوتا کہ طمان رسول کے خلیفہ کو یا طمان امام کو امت نے با اختیار خود مقرر
 کیا اور پہنچے اُسکو منظور کر لیا۔ برخلاف اسکے آیات مستدلہ میں صاف
 درج ہے کہ خدا تعالیٰ نے مکر بادشاہ کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے مکر خلیفہ زمین کیا
 اور خدا تعالیٰ نے مکر امام یا وارث بنایا۔ علاوہ برین قرآن مجید میں
 صاف درج ہے کہ امت فقط خدا کی طرف سے مقرر ہوتی ہے انسان کا
 اس میں سطلق دخل نہیں۔ دیکھو خطاب جناب باری تعالیٰ کا ابراہیم سے
 اِنی جہلک للناس اماماً تا آخر آیت۔
 دیکھو خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں نے تجکو آدمیوں پر حکومت کرنے کے
 لئے امام بنایا۔ اور یہ نہ فرمایا کہ آدمیوں نے توری اور نجات کر کے
 تجکو امام بنایا۔ پھر خدا تعالیٰ سے حضرت ابراہیم نے دربارہ امت
 ذریعہ خود التجا کی نہ کہ امت سے کہ تم میرے بعد میری اولاد کو امام بنانا۔
 اس طرح ہر مرسل و پیغمبر نے اپنے پسریاں اور بیاد و زادہ کو اپنا خلیفہ
 مقرر کیا ہے۔ ہر ایک نے حکم خدا مقرر کیا ہے نہ بشورہ و نچا پست امت۔

منشی صاحب مہلت کافی لیکر کتب سماویہ سابقہ اور اپنی کتب تفسیر و تواریح
کو خوب غور سے ملاحظہ کریں اور اس کے بعد ایک نظیر کسی پیغمبر سابق کی ایسی
پیش کریں کہ ان کا خلیفہ حکم خدا یا حکم پیغمبر خدا مقرر نہیں ہوا ہی امت اسلامیہ مستثنیٰ
بعد وفات پیغمبر کے بروئے نجات یا شوری کے بطور خود مقرر کیا ہے۔
اسی پر خاتمہ تمام مناظرہ کا ہوتا ہی اگر منشی صاحب نے ایسی نظیر بعد تلاش
اور مہلت کافی کے پیش نفرمائی تو یہ امر مسلم قرار دیدیا جاوے گا کہ خلیفہ پیغمبر
تقریباً اختیار امت نہیں ہی اور جو خلفائے ثلاثہ کو امت نے بذریعہ جماع
و شوری کے خلیفہ مقرر کیا ہی یہ فعل ناجائز اور خلاف سنت الہی ہی
اور جو اس طریق سے خلیفہ مقرر ہوئے ہیں وہ برحق نہیں ہیں بلکہ
انکو برحق ماننے والے گمراہ ہیں۔

کتب سابقہ پر جہانک نظر کیا جائیگی تو معلوم ہوگا کہ ہر پیغمبر کا خلیفہ منصوص
من اللہ و الرسول ہی بلکہ ہر ایک پیغمبر نے اپنا اپنا خلیفہ حکم خدا اسی طریق
اور باہتمام سے مقرر کیا ہی جیسا جناب ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
بمقام غدیر خم حکم الہی حضرت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہی حسب طرح جناب سرور
کائنات نے حضرت علی کو بوقت استخلاف اپنے پاس کھڑا کیا ہاتھ سے
سن کیا دعا و برکت دینی بعینہ اسی طرح سب پیغمبروں نے کیا ہی۔ دیکھو
توریت شریف سفر اول ذکر استخلاف یعقوب علیہ السلام کو۔
حق تعالیٰ ۱ صحیح ابوالہ اوں فقیہی یا ابینی قد تأمنہ لہ قبلہ فاستنشق
مریم ثیابہ فیار لہ۔ قال تعبدک الامم و تسجدک الشعوب کون

کن سائلینا لاخویک وسلم لک بنوامک مبارک کوٹ منا
مبارک کوٹ ولاعتولہ ماہوونون۔ یعقوب سے اسکے باپ الحق نے
کہا کہ قریب آ اور میرے سامنے ہوا میں پس قریب تر گیا اور باپ کے سامنے آیا
اور اسحق نے جائیداد کو سونگھا اور اسکو برکت دی اور فرمایا کہ بندگی کرینگے
تیری امین اور سرنچا کرینگے تیرے آگے گردہن ہو تو سردار اپنے بھائیوں کا
اور سجدہ کریں تجھے تیرے ما جائے۔ اور خلیفہ کوٹ مبارک کیا وہی ہمارے
سبارک ہیں اور خلیفہ کوٹ لعنت کی وہی ملعون ہیں۔ اہل انصاف حدیث
غذیرہ کو اس موقع پر بلا خطہ فرما کر انصاف کریں کہ کس قدر مطابقت مضمون کی ہے
وہ ہرگز نہ منکنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ دعاہ من عاذاہ
والضی من لضرہ واخذل من خذلہ۔

اب اس اختلاف کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ پیغمبر الہ العزم کہ جو پیغمبر آخر الزمان
کو اپنا مثل اور پیغمبر آخر الزمان انکو بہت باتوں میں اپنے آپ سے مشابہت
دیتے ہیں یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور یہ حال تو سرایت
ستویف کے سفر رابع اور فصل ناسع عشر میں اس طرح مندرج ہے
وتکلم موسیٰ ام الرب قال یا امالوب ادواہ کل ذی لحم رجل بد ب
الجماعت ویدخل ویخرج اما ہم لئلا یکون جماعت الرب
کالغنم التي لیس لها راع فقال الرب لموسیٰ اعد لی شوع
بن نون ودخل علیہ من الروح نعمة وضع یدک علیہ واقمہ
بین یدی الیعاز راخبر امام الجماعة کما ومرتجاہم واعطیہ

النحبة التي عليك فطتيه جماعت بني اسرائيل كلها وليقوم بين يدي
 اليعازر اخبار ليكون يسئل الرب عن حوائجهم وسنته ويحفظ بنو
 اسرائيل قوله وعن قوله ينجحون وعن قوله يدخلون ايضا هو
 وجماعة آل اسرائيل معه وفعل موسى كالذي امر الرب وساق
 يشوع فاقامه امام يعازر اسراخبر امام الجماعة كلها ووضع
 يده عليه وكله بجميع ما امر الرب موسى - يعني عرض کی
 موسیٰ نے پروردگار تعالیٰ کے روبرو کہ حکم فرمائے پروردگار جو خداوند روح
 ہر ذی حکم کا ہی واسطے اُس مرد کے جو اس جماعت بنی اسرائیل کے روبرو قیام
 کرنے والا ہو یعنی جانشین اور خلیفہ میرا تاکہ یہ خدا کی جماعت مثل سر جو پان
 کے نہ رہ جاوے - پروردگار تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا کہ یثوع بن نون پر
 اعتماد کر کہ اُس میں روح نعمت کی داخل ہوئی ہے تو اپنا ہاتھ اُس کے اوپر رکھ
 اور کھڑا کر دے اُس کو اليعازر خبر یعنی امام بن ہارون کے روبرو ساری
 جماعت کے سامنے اور حکم دے اور وصیت کر اُس کو سب کے سامنے اور عطا کرونگا
 اُس کو محبت میں سے جو تجہیز ہے کہ اطاعت کرے اُس کی قوم بنی اسرائیل اور
 چاہیے کہ وہ کھڑا ہو روبرو اليعازر خبر کے تاکہ وہ سوال کرے پروردگار سے بنی
 ماجنون اور سنتوں سے اور نگاہ رکھیں بنی اسرائیل اُس کے فرمان کو اور اُس کے
 حکم سے باہر نکلیں اور اُس کے حکم سے اندر داخل نہوں وہ امد جماعت بنی
 اسرائیل ہمراہ اُس کے اور موسیٰ نے وہی کیا جو خداوند عالم نے اُس کو
 حکم دیا تھا اور لے گیا یثوع کو اور کھڑا کر دیا اُس کو سامنے اليعازر امد

حیدر یعنی امام کی ساری جماعت کے روبرو اور کما موسیٰ نے اپنا ہاتھ شیوع
پر اور کلام کیا اس سے وہ سب جو حکم دیا تھا خداوند نے موسیٰ کو۔

قال صاحب اسرار الہدی۔ اگر اس سے بچکر یہ پہلو نکالو کہ جناب
امیر افضل اور معصوم تھے اسپر اہل شورے نے کیوں خیال نہ کیا تو
اسکی بھی تردید کلام مجید میں موجود ہے۔ کہو لہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ کَعَبْتُ
لِکَھ طالوت ملکاً۔ بدستیکہ خدا نے بہ تحقیق برا کیجئے برائے شما

طالوت۔ اباد شاہ فرمان فرمائے و آواز فرزند ان بن یامین بودے
خلاصۃ المنج۔ دیکھو طالوت سفر حق الطاعت تھے بالاتفاق معصوم و افضل
نہ تھے کیونکہ حضرت شموئیل و حضرت داؤد علیہم السلام بھی اُسی وقت میں
موجود تھے بلکہ ایک ہی خدمت پر معین تھے بیشک وے طالوت سے افضل
اور معصوم تھے کیونکہ یہ دونوں صاحب بنی برحق تھے بعد طالوت نبی نہ تھے۔

اقول بچو کہ تعالیٰ اہل انصاف ذرا توجہ فرما کر فتنی صاحب کی پہلی محبت کو
ملاحظہ فرما دیں کہ لکھتے ہی لکھتے ایسے کھوٹے گئے کہ یہ خبر نہ رہی کہ میں ابھی
کیا کہہ رہا تھا اُس کے بعد کیا کہہ رہا ہوں پہلی محبت تو حضرت کی یہ ہی تھی کہ
کتب سداویہ میں کسی جگہ خلافت یا امامت کو مقرر ص من اللہ سنین فرمایا ہی
بلکہ ابوبکر و عمر کی طرح پہلے خلفاء بھی با اختیار است مقرر ہوئے ہیں۔ پھر خود
ہی ذکر یقین نالوت کو لکھ کر انہی محبت فضول کو ساقط کر کے لغو قرار دے دیا
اور خود ہی آیت مبارکہ کو لکھ کر تسلیم کر لیا کہ بنی اسرائیل پر بادشاہ بھی بلا

حکم خدا مقرر نہیں ہوتا۔

ابھی ہم اس بحث سے کہ طالوت کون تھے افضل و معصوم تھے یا نہین قطع نظر کر کے منشی صاحب کو یاد دلاتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے طالوت بادشاہ کا تقرر بھی باختیار راست نہ رکھا اور خود حضرت شمویل کو بھیجا اور انکو سیح کر لیا اور حکم خود بادشاہ بنایا جیسا کہ آیت مستلزم منی صاحب سے ظاہر ہے پھر بحث کس بات کی باقی رہی کیونکہ نہین زبان مبارک سے نکلتا کہ اجماع و شوریٰ ناجائز اور یر خلافت سنت سلف کے ہوا۔

اب رہی بحث اس امر کی کہ طالوت نبی تھے یا نہین۔ یہ بحث بعد اس امر کے جہلانی کی کہ منشی صاحب کتب سماویہ سابقہ سے بھی واقفیت رکھتے ہیں بڑے تعجب خیز ہی کیا کتاب مقدس جامع میں کتاب شمویل اور کتاب السلاطین کو ملاحظہ نہین فرمایا۔ کہ حضرت ساؤل ملقب بطالوت کے ثبوت کا تذکرہ شہرہ آفاق ہی پہلے منشی صاحب کو کتب سابقہ کا اچھی طرح مطالعہ کرنا واجب تھا اسکے بعد کچھ تحریر فرماتے تو اظہار ناواقفیت کا نہوتا اب رہی یہ بحث کہ شمویل اور داؤد طالوت سے افضل موجود تھے پھر طالوت کو خدائے کیون بادشاہ مقرر کیا۔ یہ معترض کی محض ناواقفیت اور وہ تاریخ سلف سے سطلق آگاہ نہین ہیں۔ جو وقت حضرت ساؤل یعنی طالوت بادشاہ ہوئے حضرت داؤد اسوقت نبی نہ تھے نہ سن بلوغ کو پہنچے تھے جس زمانہ میں طالوت سے لڑائی ہو رہی تھی اور لشکر نبی کریمؐ مقابلہ کر گیا ہوا تھا حضرت داؤد ابے کم عمر تھے۔ کہ ٹرے بھائیوں کی روٹی ٹھہرے لیجا کر لاتے تھے اور انکے بڑے بھائی انکو لشکر میں جیلنے کو کہتے

نہ دیتے تھے اور دھمکا کر جلد گھر کو واپس بھیج دیا کرتے تھے۔ اور جس زمانہ میں
 خدا تعالیٰ طالوت کی سلطنت سے ناخوش ہوا اور حضرت شموئیل کو حکم دیا کہ
 میں ساؤل سے ناراض ہوں تو جا کر ایسے بیٹوں میں سے ایک کو بادشاہت
 کے لئے مسیح کر حضرت شموئیل حکم خدا ہی کے مکان پر گئے اور ایسے نے اپنے
 سب جوان بیٹوں کو حاضر کروایا مگر ان میں سے کسی میں وہ صفت نہ پائی
 جو خدا نے فرمائی تھی تب حضرت شموئیل نے پوچھا کہ اور بھی کوئی پسرتیرا
 باقی رہا ہے تب کسی نے کہا سب سے چھوٹا پسر جو ابھی لڑکا ہی پھیرتا تھا
 جنگل میں گیا ہے۔ حضرت شموئیل نے جنگل سے بلا کر دیکھا اور وہ صفات حضرت
 داؤد میں پائی گئیں اور انکو سلطنت بنی اسرائیل کے لئے مسیح کر دیا۔ اب
 رہے حضرت شموئیل وہ بلاشبہ حضرت داؤد اور حضرت ساؤل دونوں کے
 افضل تھے جب قدر احکام الہی بنام ساؤل و حضرت داؤد نازل ہوئے
 وہ سب حضرت شموئیل کی معرفت نازل ہوئے ہیں اور ساؤل یعنی
 طالوت کو خود حضرت شموئیل نے بادشاہ مقرر کیا ہے گویا وہ نائب اور
 نائبہ حضرت شموئیل کے تھے اور قصہ ایک تفرک کاتب سماویہ میں مذکور
 ہے کہ حضرت شموئیل حکومت بنی اسرائیل سے تنگ آ گئے اور بنی اسرائیل
 نے دوسری قوموں کی بادشاہوں کو دیکھ کر التجا کی کہ ہمارے لئے وہ
 بھی ایک بادشاہ مقرر ہو جاوے خدا تعالیٰ نے انکی درخواست
 معرفت شموئیل منظور کر کے حکم تفری ساؤل کا دیدیا اور ساؤل کو
 حضرت شموئیل نے مسیح کر کے بادشاہ بنی اسرائیل کا بنادیا۔ بحث افضل

و مفضل کی اس وقت صادق آسکتی تھی کہ جب قوم بنی اسرائیل باختیار خود ان
 ہر سہ بزرگان میں سے دو افضل بزرگوں کو چھوڑ کر تیسرے مفضل کو بادشاہ
 بنا دیتے اور جبکہ قوم بنی اسرائیل کی اس بارہ میں کسی قسم کی مداخلت ہی
 نہیں ہوئی فقط خدا کے تعالیٰ کے حکم سے حضرت سموئیل نے اول حضرت
 ساؤل کو اور ان کے بعد حضرت داؤد کو بادشاہ بنا دیا تو مثنیٰ صاحب کی بحث خود
 بخود لغو ہو گئی بلکہ برخلاف ان کے ادعا رکے انکا ثبوت نکلا اور ثابت ہو گیا کہ بنی
 اسرائیل کے بادشاہ تک مفضل من المد ہوئے۔

قال صاحب اسرار المدی اس مقام پر یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ جب
 اصحاب شوری نے حضرت ابوبکر صدیق کو مسند خلافت پر بٹھایا تھا۔ تو جناب امیر
 نے بھی اسی وقت یا کسی دوسرے وقت میں حضرت صدیق خلیفہ بلا فصل
 برحق کی بیعت کی تھی یا نہیں چونکہ یہ امر حلقی تباریح ہی لہذا یہ مضمون مستحب
 تاریخ روضۃ الصفا کے صفحہ ۱۹۰ سے بالفظ قلمبند کیا جاتا ہے وہ وہاں بعضے
 گفتہ اند کہ بعد از چہل روز بیعت کرد۔ و زمرہ بر آند کہ بعد از وفات فاطمہ
 زہرا و فرقہ بعد از شش ماہ گفتہ اند و در تاریخ مستند مرقوم است کہ چون
 علی استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکر اتفاق نمودند۔ تعجیل از خانہ
 بیرون آمد چنانچہ پہنچ در برئداشت بغیر از یہ نہ از ار نہ رد اہمچنان نزد
 صدیق رفتہ با او بیعت نمود۔ الخ۔

تا ذکر ابوسفیان کہ اس نے حضرت علی سے وعدہ انداد کیا اور حضرت علی نے
 اسکو چھڑک دیا کہ ہم ابوبکر کو لائق اس کام کے جانتے ہیں۔ بعدہ بحث پر

فرماتے ہیں کہ بہر حال بالاتفاق ثابت ہے کہ جناب امیر نے بھی حضرت صدیق اکبر کی بالضرور بیعت کی اس صورت میں جہلہ اعتراض شیعہوں کا قلع و قمع ہو گیا۔ اس لئے اب کوئی نقص خلافت حضرت صدیق اکبر میں باقی نہیں رہا۔ الخ۔

اقول سچو کہ تعالیٰ مولف صاحب کا یہ فقرہ مقبول سے خالی نہیں کہ اہل شوری نے حضرت ابو بکر کو مسند خلافت پر چھلایا انہوں نے اس پر کہ موافق صاحب ایسا دھوکہ کھائیں۔ کجا خلافت حضرت ابو بکر اور کیا شوری سے۔ شوری ایک ایسی مجلس سے مراد ہے کہ چند اہل الرائے کسی معاملہ خاص میں جمع ہو کر فیصلہ قطعی کر دینے کا اختیار حاصل کئے ہوئے ہوں اور وہ جمع ہو کر کسی بات کا فیصلہ کریں جیسا کہ بزرگم اہل سنت عبد الرحمن بن عوف وغیرہ نے ایک مجلس خاص منعقد کر کے فیصلہ اس امر کا کیا کہ عثمان و علی بن سے کون خلیفہ بنایا جاوے۔ بروقت فقرہ خلیفہ اہل نہ کوئی مجلس شوری قائم ہوئی نہ کوئی حکم یا بیعت ہوئی۔ کہ وہ مدعیان خلافت میں فیصلہ کرتا۔ کہ فلان شخص خلیفہ کیا جاوے۔ انصار و مهاجرین کا بھی اجتماع کسی مجلس خاص میں نہوا۔ بنی ہاشم اور صحابہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ سعد بن عبادہ اپنی امارت کا خواستگار تھا۔ حضرت ابو بکر و ابو عبیدہ بھی پہنچ گئے۔ آپس میں ایک دوسرے کی تعریف کرنے لگے۔ کہ حضرت ابو بکر نے ہمراہیوں کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ اور ہمراہیوں نے موقع پا کر بیعت کر لی۔ اور شہور کر دیا کہ ابو بکر کی خلافت پر بیعت ہو گئی اور جب تک کہ بنی ہاشم اور صحابہ ابرار

صحابہ تجنیز و تکفین سرور عالم میں مصروف تھے بعضوں کو بطح اور بعضوں کو نفیر اور بعضوں کو دباؤ سے اپنے شامل کر لیا۔ اس کا ردائی کا نام شوری نہیں ہی نسبت بحیث جناب امیر علیہ السلام کے جو بحث کی گئی تھی وہ فضول ہی کیونکہ خود اہل سنت کے ستیر تواریخ سے پایا جاتا ہے کہ آپ بغیر بیعت لکھی ہوئے مجلس ابوبکر سے واپس چلے آئے دیکھواپنی سب سے بڑی معتبر تاریخ رضیۃ الاحباب کو کہ اسمین صاف لکھا ہے کہ حضرت علی بغیر بیعت کرنے کے واپس نہیں آئے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جو ذکر چھ ماہ کی بیعت کرنے کا درج ہے اسمین صاف طور سے درج ہے کہ حضرت علی نے بروئے نفعیہ بیعت کی صحیحین میں صاف یہ درج ہے کہ حیات حضرت فاطمہ کی علی کے لئے ایک وجہ موجب تھی۔ جب انھوں نے وفات پائی اور لوگوں کے منہ علی کی طرف سے پھرن گئے۔ تب حضرت علی نے ابوبکر سے مصاحبہ کی مٹھرائی۔ اسکو نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مصاحبت یا بیعت جو ضرور تباہ راہ نفعیہ عمل میں آئی ہو۔ جواز خلافت کی دلیل نہیں ہو سکتی نہ ایسی بیعت کو شوری کہہ سکتے ہیں۔ کہ چھ ماہ پیشتر تو خلیفہ صاحب سند خلافت پر بیٹھ گئے اور روز منہ نشینی سے برابر اور متواتر حضرت علی کی طرف سے دعویٰ ہوتا رہا۔

کہ خلافت میرا حق ہے ابوبکر نے محض براہ حق تلفی خلافت دبا لی ہے اور درمیر اسی خلافت پر نزاع ہوتا ہے زبیر و عباس ابوبکر و عمر پر تلوار گھمائی پھرتے ہیں اور ابوذر و عمار و سلمان و مقداد طرح طرح جبر و غلطی و غلطی کرتے ہیں۔ کہ خلافت حق حضرت علی کا ہے۔ تم لوگ کیوں نیک سخت مخالفت خدا و

ایسوخدا کے ہو گئی۔ ہر مجلس ہر جمعہ میں حضرت علی مرتضیٰ اپنے استحقاق خلافت کو جھلاتے ہیں دختر خیر البشر ماجرین والضرار کے روبرو فریاد کر کر ابوبکر و عمر سے اپنی داد چاہتے ہیں۔ اور جب چھ ماہ کے بعد زہر اصلوۃ اللہ علیہما کا انتقال ہو گیا۔ تب حضرت علی مرتضیٰ امصلا تبراہ لقیہ صبر کو کے اور اپنی حق رسی سے مایوس ہو کر خاموش ہو گئے۔ تو معاندین اس خاموشی کو دلیل جواز خلافت قرار دین اور سادہ لوح عقل سے بے بہرہ چھ ماہ کے بعد مصاحت کو شور سے میں شامل کرین منشی صاحب کی اس دلیل پونج کو سنکر شاید حضرات تقریظ نویس سے خوش ہوتے ہیں ورنہ اہل الصاف کے روبرو تو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں۔

روضۃ الصفا کو جو شیوگی تاریخ قرار دیا ہی اسکی بابت ہم بیشتر لکھ چکے ہیں کم منشی صاحب نے نادانستگی سے ایسا سمجھ لیا ہی۔ لیکن اب ہم کو معلوم ہوا کہ جان بوجھکر ناظرین کتاب کو دھوکہ دیا ہی۔ اہل الصاف ذرا عوز فرمائیں کہ اہل تشیع عموماً حضرت علی کی بیعت کرنے سے انکار ہی نہیں اور اہل سنت کی صحیحین میں بھی اس بیعت کا کرنا بد و فوات حضرت زہرا کے چھ ماہ کا نہر صہ ہی براہ صحت لکھا ہی پھر ایسے عقیدہ کا شیعہ کون ہو سکتا ہے کہ برخلاف جمہور اہل تشیع اور برعکس جمیع اہل تسنن خوارج کی تائید اور نواصب کی طرف داری کر کے محض دروغ بات لکھ دی کہ حضرت علی نے اسی دن ابوبکر کی خلافت کی سنکر ایسی سرعت سے بیعت کی کہ نوز بالتریدن میں پا جامہ اوڑھ کر تھک نہ تھا سنکے ہی باہر نکل آئے۔ اور بیعت کر لی اہل تسنن کے

تو مناظرہ کے کتب میں بھی ایسی روایات نہیں ہیں اور جمہور محدثین و مؤرخین
 ہنسنت کا اس پر اتفاق ہی کہ جب تک حضرت فاطمہ زندہ رہیں۔ حضرت علی نے
 ابو بکر سے بیعت نہیں کی اور اپنے دعوے اور استحقاق پر ہی اصرار کرتے
 رہے پھر وہ کون کذاب ہے جو برخلاف جمہور شیعہ و سنی کی ایسی دروغ روایت
 کو لکھے کہ ہر شخص اُس کو منکر صاف کہہ دے کہ بنائی ہوئی بات ہے۔ ایچ
 اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ منشی صاحب نے ویدہ و دانستہ براہ دھوکہ ہی
 یہ بات لکھی ہے کہ روضۃ الصفا شیعوں کی تاریخ ہی اور وہ خوب جانتی ہیں
 کہ مؤلف اُس کا متعصب سنی ہی منشی صاحب نے قصداً اُس کے تسنن کو اخفا
 کیا ہے کتاب مذکور میں وہ روایت حضرت علی کی برہنہ بدن آکر سب سے
 بیعت کرنیکی عنیۃ الطالبین سے لکھی ہے مگر منشی صاحب نے اس خیال سے
 کہ عنیۃ الطالبین تالیف شیخ عبدالقادر جیلانی کی ہے اور اُنکی روایت کو
 شیعہ اپنی تصانیف میں نہیں لکھتے ہیں۔ نقل عبارت میں یہ کھریف
 کی کہ بجائے نام عنیۃ الطالبین تاریخ مستندہ تحریر فرمایا تاکہ پورے
 روضۃ الصفا کا تسنن ناظرین کتاب پر دفعتاً ظاہر نہ ہو جاوے۔ اگر منشی
 صاحب کا قصداً ابتداء سے ہی ناظرین کو دھوکہ دینے کا نہیں تھا۔ اور
 وہ درحقیقت پہلے سے بوجہ ناواقفی صاحب روضۃ الصفا کو اہل تسنن
 نہیں جانتے تھے۔ تو اس میں شک نہیں کہ جو فت اُنھوں نے روضۃ الصفا
 کے اس مقام کو ملاحظہ فرمایا۔ اُس وقت ضرور اُنکو مؤلف مذکور کے اہل
 تسنن سے ہونے کا یقین ہو گیا پس اگر قصداً کھریر رسالہ سے محض

انہما حق بہ تاتواں بحث شیخ مؤلف روضۃ الصفا کو اپنی تصنیف سے خارج
 کر دیتے مگر انھوں نے براہ سخن پر دہریہ انصاف کا خون کرنے کے لئے اپنے
 غدار مضمون کو کتاب سے نہ کیا۔ بلکہ بجائے اسکے روضۃ الصفا کی عبارت
 میں تحریف کر دی اور کچھ خیال اسکا نہ کیا کہ ان لوگوں کی ہماری تحریکی حاجت و ہر تالہ
 بھی کر گیا۔ یا سب حضرات قدر بنا تو ایسا ان کی طرح اکھ بند کر کے تسلیم کرتے
 چلے جائینگے۔ بہر حال جو نقص خلافت حضرت ابوبکر پر وارد تھا وہ دفع ہوا۔
 اور حضرت علیؓ کی اپنی بزرگ فتنے کے باعث نے انصاف پرستوں کی دلوان پر اتفاق
 کر دیا۔ کہ خلافت حضرت ابوبکر کی قطعی ناجائز اور مخالف حق تھی۔ اور حضرت
 علیؓ علیہ السلام ہمیشہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے ہاں اگر حضرت امیر حیات
 جناب فاطمہؓ میں یا انکی وفات میں برسوں یا چھ ماہ بعد بحیث کر لیتے
 تو دشمنان انصاف کو موقع گفتگو کا ملواتا کہ یہ بحیث براہ نقیہ نہ تھی۔ کیونکہ
 حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں۔ اور انکی حیات حضرت علیؓ کے اعزاز و اکرام
 کی بڑی وجہ تھی۔ یا اگر بعد وفات حضرت فاطمہؓ کسی قدر عرصہ تک
 حضرت علیؓ نقیہ نگرتے تاہم گنجائش کلام تھی۔ کہ نقیہ کا موقع اسوقت
 تھا۔ جب جناب سیدہؓ نے وفات پائی تھی۔ اور جبکہ صاف طور سے
 ثابت ہو گیا کہ یہ بحیث حضرت بروئے نقیہ و مصلحت تھی تو ساتھ ہی اسکے
 ناجوازی خلافت حضرت ابوبکر کی ثابت ہو گئی۔ پس جو شخص معتقد ناجوازی
 خلافت حضرت ابوبکر کا نواسہ ضرور کفر عاید ہوگا۔ کیونکہ اسکو ماننا ہو گیا
 کہ حضرت علیؓ راست بار اور عادل نہ تھے اور ایسا عقیدہ خلافت

امیر کی یہ تطبیق کی ہی اور مخالفت قرآن بالاتفاق کا فرمایا۔

اقوال صحابہ کرام و امیر امیر علی اب اسی ضمن میں اس بات کی بھی تحقیقات کو تا بہت بڑی ضروریات سے ہی کہ آیات خلافت جناب امیر کی بذریعہ خطبہ ختم غدیر منکنت مولا کے واقع ہوئی یا باتفاق اہل شوری اگر خلافت جناب امیر کی بذریعہ خطبہ مذکور کے واقع ہوئی تو یہ امر ضرور ہے کہ اہل تشیع بقابلہ المہذبت کے یہ بات کہہ سکتے ہیں۔ کہ جہدم جناب امیر سے خلافت پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ تو جناب نے اسی خطبہ غدیر کو سند و قیام سے نکال کر متعان احکام شریعت کو سنا کر اپنی خلافت کے اتباع پر متوجہ فرمایا تھا۔ اور اگر آپ بھی باتفاق اہل شوری مثل حضرت صدیق اکبر کے مشورہ اصحاب رسالت مآب سے خلیفہ چہارم بنائے گئے تو ضرور ہے کہ حقیقت اور افضلیت شوری کی بدرجہ اولیٰ بھی جاوگی۔ اسلئے اس معاملہ کو بھی شیعوں کی اسی مستند تاریخ کے صفحہ ۲۳۵ سے حرف بجز نقل کیا جاتا ہو ذکر خلافت جناب امیر درج کیا گیا ہے روضۃ الصفا سے)

اقول وہ ہشتین یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ خلافت جناب امیر کی کس ذریعہ سے قائم ہوئی کتب سیر و تواریخ اہل سنت میں سب حال شرح درج ہے کہ جو قوت موئین پاک اعتقاد اور صحابہ نیک نہاد کو قوت و شوکت بہم پہنچی خلیفہ غیر مستحق کو قتل کر کے جناب امیر امام برحق سے بیعت کر لی۔ اور ان صاحبین و ابرار کے خوف سے دشمنوں نے بھی دم نہ مارا بعضوں نے منافقانہ بیعت کر لی۔ اور بعضے شرف بیعت سے براہ بد نصیبی محروم رہ کر کافر بن گئے۔

جنھوں نے منافقانہ بیعت کی وہ طلحہ وزیر تھے۔ کہ جب دروز بعد بیعت کو توڑ
 کر باغی ہو گئے۔ اور خود اپنی منافقانہ بیعت کو فنی کے اقراری ہو گئے کہ ہم نے
 تو حضرت مالک اشتر رضی اللہ عنہ کی تلوار کے خوف سے بیعت کی تھی۔
 اور پھر نہ دروز بعد کسب عقیدہ اہل سنت جاہلیت کے سوت مار گئی کہ گویا
 اسلام کی ہوا ہی اُنکو نہ لگی تھی۔ کیونکہ بقول اہلسنت یہ حدیث پیغمبر خدا کی ہے
 من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة
 یعنی جو کوئی شخص بغیر معرفت امام زمان کے فوت ہو گیا وہ ایسا مرگہ جیسا
 زمانہ جاہلیت میں مرا یعنی مسلمان ہی نہیں ہوا۔ دوسری حدیث صحیح
 جو امام حاکم نے جابر سے روایت کی ہے اور صواعق محرقة مطبوعہ مصر کے
 صفحہ ۷۷ میں درج ہے۔ یہی کہ قال نبی صلعم علی امام البرکات وقاتل
 الفجر لا منصور من نصی فهو محذول من خذلہ یعنی فرمایا مخبر
 صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ علی امام صالح اور نیک لوگوں کا ہے
 اور قتل کرنے والا فاجروں کا ہے حضور وہ ہے جسے اُسکی نصرت کی اور
 محذول واریں وہ ہے جسے اُسکی نصرت ترک کی اب اہل انصاف غور
 فرماوین طلحہ وزیر کے حال پر۔ اور ان ہر دو اصحاب کا ظالم ہونا بھی حدیث
 نبوی سے ثابت ہے۔ دیکھو صواعق محرقة کے صفحہ ۷۷۔ وَاخْرَجَ الْحَاكِمُ
 وَصِيحَهُ اَلْبَيْهَقِي عَنْ اَبِي الْاَسود قَالَ شَهِدْتُ اَلزَّبِيرَ خَرَجَ بِرِيدٍ
 عَلَيَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اَنْتَ لَكَ اَللّٰهُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اَللّٰهِ صَلَّعَمْ
 يَقُولُ لِقَائِكَ وَاَنْتَ لَكَ ظَالِمٌ فَصْنِي الزَّبِيرُ مَنْصَرِفٌ ذُو فِئَةٍ رَوَايَتُ

ابن ابی السبیحہ قی فقال الزبیر بلی ولكن نسیت - یعنی بوقت خروج
 زبیر حضرت علی نے زبیر سے کہا کہ کیا تو نے نہیں سنا پیغمبر خدا کو یہ کہتے ہوئے
 کہ تو علی سے قتال کر گیا اور تو علی کے حق میں ظلم کر گیا۔ زبیر نے اقرار کیا۔
 مگر ظلم و عائشہ و ابن زبیر اسی ظلم پر قائم رہے۔ اور زبیر نے نہ بیعت امام
 برحق سے کی کہ داخل اہل اہل بیت ہوئے اور موت جاہلیت سے بچتے۔ اور فہرست
 بخیرہ سے اپنا نام خارج کراتے۔

اب ملاحظہ فرمائیے اپنی معتبر تاریخ روضہ الاحباب جلد سیوم صفحہ ۴۴
 مطبوعہ نول کشور کو گویند جمعی سعد و ازان بیعت خلف نمودند
 مانند سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن عمر و محمد بن مسلمہ رضای
 و اسامہ بن زید بن حارثہ۔ اب کوئی اضافہ والا متنی صاحب سے
 اہل شوری کے نام دریافت کرے کہ کون کون تھے آیا یہی پانچ
 شخص نامزد کئے تھے حضرت علی کے سوار عثمان عبدالرحمان طلحہ
 زبیر سعد بن ابی وقاص۔ ان پانچ شخصوں میں سے اس وقت عبدالرحمن
 اور عثمان فوت ہو چکے تھے۔ فقط تین شخص طلحہ و زبیر و سعد زندہ
 موجود تھے مگر انھوں نے بیعت مرتضوی سے صریح مخالفت کی۔ جیسا کہ
 اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ پھر تعجب ہے کہ ہمارے متنی صاحب نے کس
 جھوٹ پر ایسی غلط بات تحریر فرمائی کہ حضرت علی اہل شوری کی
 رائے سے خلیفہ ہوئے تھے۔

اس موقع پر یہ کو وہ حدیث جو صحاح المہنت میں درج ہے کہ ابراہون کے

امیر براہنچر کو امیر فوج ہو گئی۔ اور قصہ بیعت حضرت عبداللہ بن عمر یا زید بلید یاد
آتا ہے جن لوگوں نے حضرت علی سے مخالفت کی ہے وہ بحسب مرویات
اہل سنت قطعی کافر ہیں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی باب حطہ من دخل
منہ کان مؤمنا ومن خرج منہ کان کافرا۔ یعنی علی ایک دروازہ
حطہ ہے جو کوئی اُسمین داخل ہوا۔ وہ مومن ہوا۔ اور کوئی اُس سے نکلا کافر
ہوا۔ حال گذشتگان پر غم و تجسس کرنا اختیار بدست فتنہ ہے لکن بقیہ اصحاب
اہل شوری یعنی طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن عمر کے
حالات پر اہل انصاف غور کے فتنے دین۔

ابن ہشام صاحب کاتبین کہ حضرت علی نے خطبہ منکنت مولاہ
یعنی مولاہ کو مسند و تہیہ سے نکال کر استدلال اپنی خلافت پر کیا تھا
یا نہیں اس کا حال بھی کتب سیر و احادیث اہل سنت میں درج ہے۔
دیکھو فضائل الامم فی ابی صفیہ ۱۵۔ عن عمر بن سعد انه سمع
علیاً یقول و اللہ فی سحابة من سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
منکنت مولاہ فقلی مولاہ فقامتہ فخر فتمتہا و اللہ فی سحابة
حضرت علی نے یہ یوم شوری لوگوں کو یاد دلایا کہ کہنے یہ خطبہ منکنت
مولاہ فقلی مولاہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنایا تو چھ آدمیوں نے
ٹکڑے ٹکڑے کر کے اچھی دی۔ ازالۃ الشقاق و دیگر کتب میں بارہ شخصوں اور
اس سے بھی زیادہ تین آدمیوں تک گواہی دینا درج ہے اور روضۃ المتابعین

جلد دوم صفحہ ۱۷۱ میں درج ہے کہ جب عبدالرحمن نے عثمان سے بیعت کی حضار
مجلس نے ہوا فقیت عبدالرحمن بیعت کرنا شروع کیا۔ تو حضرت علی نے
حضار کو قسم دیدیکر پوچھنا شروع کیا کہ آیا تم میں ہی کوئی ایسا سوا میرے
کہ رسول خدا صلعم نے اُس کے حق میں فرمایا ہو۔ منکنت مولاہ فعلی مولاہ
(۳) انت احی فی الدنیا والاخرہ (۴) انت منی بمنزلہ ہرون
من موسیٰ الا انہ لا بنی ش بعدی (۵) بوقت تبلیغ رسالت متعلق
سورہ برات لا یودی عنی الا انا اور جل من عاتق (۶) تمام سوارک
غزوات و سرایا میں رسول خدا صلعم نے مجھے مہاجرین و انصار پر اسیر کیا
اور مجھ پر کبھی کبھو اسیر نہیں کیا۔ (۷) انا مدینۃ العلم و علی بابہا و
انا دار الحکمة و علی بابہا (۸) تمام اصحاب آنحضرت صلعم کو مقام
مخاطرہ میں دشمنوں کے زرعہ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ادمین نے کسی
سوتج پر آنحضرت کو تنہا نہیں چھوڑا۔ اداہنی جان فلا کر نہیں دینے نہیں
کیا۔ (۹) سب سے پہلے میں ایمان لایا۔

سب حضار نے تصدیق آپ کے بیان کی فرمائی۔ اسکے بعد گفتگو عبدالرحمن
اور حضرت علی اس طرح منتقل کیا ہی۔ درین حال عبدالرحمن گفت یا ابوالحسن
این ہمہ فضائل را کہ بر شمر دی۔ چنین ست کہ در کت و تصرف بیان
آمدی و جمیع اصحاب بدین امور اقرار و اعتراف دارند و لیکن اکنون
اکثر مردم بثمان میل نموده با اوجیت کردند و متوقع از جناب تو آنکہ
باجہو موافقت نمائی۔ شاہ عہد ولایت فرمود و کذا سو گند کہ تمام این

احق سجدہ وقت کسیت۔ ومع ذلک یہ مقتضی علم خود عمل یعنی تمایذ بنابر ملاحظہ
اعراض و مصاحکہ دینوی خود عمل می کیند و اندک کہ من مسلم داشتیم این اسرار
بر غیر خود زیرا کہ من می دانم کہ سلامت مسلمانان درین منزل تسلیم
است چه درین تسلیم حیف بر خاصہ من است و بر اسلام و مسلمانان مسلمانی
پس ترک مناقشہ کردم طلباً للاجر۔

حضرت معلوم ہوئی کیفیت شوری و اہل شوری کہ کس قدر اعراض دنیاوی
پر عمل کیا گیا و حق سے کس درجہ سحر ف ہوئے۔

کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت علی بھی اپنے ذہن میں اہل شوری کو حق سے
سحر ف اور اعراض دنیاوی میں غرق سمجھتے تھے۔ بہین بلکہ عموم ہوسین
صاحبین کو عبدالرحمن کی اس خیانت پر تعجب تھا۔ جیسا کہ پیشتر ہم صواعق
سے روایت ابو داؤد اہل نقل کر چکے ہیں۔ کہ اُس نے عبدالرحمن سے تعجب
ہو کر پوچھا کہ۔ یہ کیا وجہ ہوئی کہ تم نے حضرت علی کو چھوڑ کر عثمان بنی بعت
کی۔ اور صاحب روضۃ الاحباب نے بھی لکھا ہے۔ و منقول است از
ابو داؤد شقیق ابن اسلم کہ از اکابر تابعین است کہ گفت از عبدالرحمن
بن عوف سوال کردم کہ جہت چه بود کہ علی را ترک نمودہ با عثمان بعت
نمودی۔ در جواب گفت جرم من بود اول با علی گفتیم مباہلت مسکنم با
تو بر آنکہ متابعت سنت رسول و سیرت ابو بکر و عمر نمائی گفت دلہ آنچه تو انم
و چون یہ عثمان عرض کردم بلا قید قبول کرد۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل
شوری کی بات بات میں چالاکئی اور فریب تھا۔ اور طرفہ یہ ہے کہ خود ہی

اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ حضرت علی کو معرفت عمر و عاص کے دھوکہ دلا یا گیا۔ کہ وہ اول دفعہ میں عبد الرحمن کا کہنا قبول نفرماوین۔ اور حضرت عثمان کو فمائش کر دیا کہ وہ فوراً اسکو قبول کریں اور بانی سبانی اس فریب کا بنی اسیہ کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بغیر شمول اور بغیر مشورہ عبد الرحمن کے ہرگز یہ دھوکہ نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اور لوگوں کو کبیا خبر تھی کہ عبد الرحمن کیا شرط کرے گا۔ اور شرط کو ایک ہی مرتبہ بیان کر گیا یا باصرار اس کا تکرار کرے گا۔

دوسری عبد الرحمن کی اس گفتگو سے جو پر سرنبر استے بیان کی خدع اور فریب کے دریا رواں ہوتے ہیں دیکھو صفحہ ۲۸ کو روایتی آنکہ اول دست علی را گرفته گفت قرابت قریبہ بار سوخذ اصلعم و مرتبہ فضل و تقدم تو در اسلام ثابت ست چنان کہ میدانی پس حذابر تو قریب کہ اگر ترا برائے خلافت اختیار کنم۔ البتہ از طریق عدالت و انصاف عدول نہ نمائی۔ و اگر عثمان را خلیفہ گردانم طریق خلاف نہ چمائی۔ نہ الفاظ ذرا غور کے قابل ہیں و بعد ازان با عثمان نیز ہمیں سبیل مسلوک داشت و چون عہد و میثاق از نہر یکے بستید گفت یا عثمان دست خود را برادر نایا تو بیعت کنم۔ و با او بیعت نمود۔

یہ جالاکلی اہل شوری کی غالباً اس وجہ سے تھی کہ حضرت علی سحق خلافت میں سبداوہ اہل شوری کی رائے کا اتباع نہ کریں۔ اسلئے حضرت علی کی محرومی اور عثمان کی کامیابی کو دفعاً زبان سے نہیں نکالتے تھے اور طرح

طرح کے حیلہ اور فریب سے کام لیتے تھے۔ اور سازش حضرت عثمان کی
 عبدالرحمن ابن عوف سے صاف ظاہر ہے۔ اول یہ کہ عبدالرحمن انکار ادا کیا
 دوسرے حضرت عثمان نے حصول خلافت کے لئے عبدالرحمن کو بہت دیا
 اور جو شخص حضرت علی کی خلافت سے راضی ہوتا۔ اُس سے ناراض ہوتے۔
 جیسا کہ روئے الاحباب کے اسی صفحہ ۱۷۸ میں حال سعد بن وقاص سے
 آزرده ہونے کا درج ہے۔ اور اسی شب میں صبح تک حضرت عثمان اور
 عبدالرحمن کا مشورت ہونا اور ایسے غیر وقت یعنی بعد نصف شب کے
 بلانا منقول ہے۔ اسی صفحہ میں ہی کہ زبیر اور سعد نے عبدالرحمن کو برا لے دیکہ
 حضرت علی کو خلیفہ کرے۔ اور یہ وجہ بیان کی۔ جب وہی بہ علم و حلم و کرم و
 شجاعت و امانت و دیانت و خداوت و صیانت و معارت در علم و فضا و
 حکومت و قطع و فصل و قایع و رقع خصوصیت و با مشرف اقربت بحضرت
 رسالت صلعم آراستہ است پس اگر شوری دیانت اور ایمان داری
 سے ہوتا۔ تو خلیفہ حق کے لئے یہی صفت ضروری ہیں جس شخص میں
 یہ جمیع صفات موجود ہوں اُس کو خلیفہ نکرنا اور برخلاف اُس کے ایسے شخص کو خلیفہ
 کرنا کہ جمیع سجدہ ان صفات و کمالات کے ایک صفت بھی ثابت نہیں
 صاف دلیل نکر اسی اہل شوری کی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ عبدالرحمن نے
 حضرت علی و عثمان سے کہا کہ تم دونوں مجھ پر حصر کرو۔ عثمان نے قبول کیا
 حضرت علی خاموش رہے عبدالرحمن نے پھر حضرت علی سے سوال کیا۔ کہ
 آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ نے صاف فرمایا۔ کہ مجھے

تیری دنیا طلبی کی وجہ سے الحمیدان نہیں ہو کر جسے اس امر کا عہد کرے کہ میں
 جانبہ داری قرابت اور رشتہ داری عثمان کی نگرہنگا تو اللہ بین تجھ پر حصر کر دینا
 یہ بھی حضرت علی کے کمالات میں سے تھا۔ کہ باوجود ظہور خیانت پھر غیب الرحمن
 کے عہد و اقرار باطل پر یقین کر لیا۔ دیکھو روضۃ الاحباب۔ ناظرین کتاب
 یہ ہی خیال فرمایا کہ اس مجلس شوری میں حضرت علی نے فقط بہت اہل
 حضرت عثمان ہی اپنا ستمی خلافت ہونا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ بمقابلہ حضرت
 ابوبکر و عمر صاف فرمایا ہے۔ کہ میں اُسے ستمی اور اوسے تر بخلاف تھا
 مگر اس خوف سے خاموش ہو رہا کہ تم لوگ اسلام سے بھر کر مرتد ہو جاؤ گے۔
 چنانچہ نقل روایت از مناقب خوارزمی و ابن مردویہ بسند ہمالی ابی الطفیل
 عامر بن وائلہ حید اوراق کے بیشتر لکھ چکا ہوں۔ جو عبارت روضۃ الصفا
 نقل کی گئی ہے۔ اسکا مطلب فقط یہی ہے کہ مصری لوگ سمجھوں نے حضرت
 عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور اُنکی نوبت قتل تک پہنچائی تھی۔
 وہ لوگ بعد وفات حضرت عثمان کے حضرت علی کی خدمت میں حاضر
 ہوئے اور آپکی بیعت پر اصرار کیا۔ آپ نے اُسے کہدیا۔ کہ بغیر حاضر
 اہل اہل ہمارے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ اُنکو بھی لے آئے۔ اور
 انھوں نے بھی حاضر ہو کر اصرار کیا۔ کہ آپ خلیفہ ہوں آپ نے پھر فرمایا
 کہ بے حضوری طلحہ و زہر کے نہیں ہو سکتا۔ وہ اُنکو بھی طوعاً و کرہاً لے
 آئے اور بیعت واقع ہوئی۔ اور موافق اسیکے دیگر کتب سیر و تواریخ
 اہل سنت میں درج ہے۔ پھر اس کیفیت کو کون شخص شوری کہہ سکتا ہے

شوری سے مراد فقط یہ ہے کہ چند مدعیان میں سے بعد صلح و مشورہ ایک کو خلیفہ بنادیں۔ یہ صورت صاف طور سے غلبہ کی ہے کہ جہوت خدا تعالیٰ نے مومنین کا مل لا اعتقاد کو غلبہ عطا فرمایا۔ انکی کوشش اور سعی سے حق اپنے مرکز پر قائم ہو گیا۔ ثبوت اس امر کا کہ خلافت خلفائے ثلاثہ بغیر حق و استحقاق کے تھی اور اجماع و شریکے برابرنا حق کو نشی و بددیانتی سے ہوا کیا اب خدا کے فضل سے بمرتبہ چہارم حق اپنے مرکز پر پہنچ گیا۔ یہ ہی کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جہوت جناب امیر علیہ السلام کی بیعت واقع ہوئی اور آپ منبر پر تشریف لیگئے۔ تو ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرمایا جس کا شروع یہ تھا۔ الحمد للہ علی احسانہ قد سجع الحق الی مکانہ یعنی سب تعریفیں ثابت ہیں واسطے خدا کے اور احسان اسکے کہ تحقیق حق اپنے مکان پر رجوع ہوا۔ اس خطبہ سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ سر خلفا کی خلافت برحق نہ تھی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ برحق خلیفہ پیغمبرؐ تھے۔ اور اس کی گمراہی اور بے وفائی سے حق ادھر ادھر غیر اپنے مکان و محل کے مارا مارا پھرتا تھا۔ اب خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حق اپنے موقع اور مکان پر پہنچ گیا۔

قال صاحب اسرار المدی اعزضک جناب امیر کا خلیفہ ہونا بھی شل حضرت صدیق اکبر کے اہل الرائے کے ہی اتفاق سے ثابت ہوا۔ طلبہ دولہ صاحبوں کی بیعت میں سر مو فرق نہیں ہے ہاں اگر فرق ہی تو صرف اسی قدر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کو ہرگز خواہش خلافت کی نہ تھی

جیسا کہ شیعوں کی محبت کتب میں مذکور ہے اقلو ابیعق لیست بخیر کہو علی فیکم الخ۔
اور لغو زبانشن ذلک جناب امیر کو باعتبار اعتقاد شیعیان اس درجہ حرص تھی کہ جناب
بروز بیعت حضرت صدیق اکبر حضرت زہر اکو دراز گوش پر سوار کر کے ایک ہاتھ
میں حضرت امام حسن کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں حضرت امام حسین کا ہاتھ پکڑ کر
بجالت پریشان کس بمیناد و بصورت دیوانگان کس مہر سادہ ہر ایک مہاجرین و
انصار کے دروازوں پر جا کے بی حفظ پاس ننگ و ناموس ستانت
کی درخواست کرتے پھرتے تھے۔ پھر بھی سعاد اللہ جناب کی کوئی باری
و مددگار سی نہ کرتا تھا۔

اقول بجلہ تعالیٰ صدیق اکبر سوائے علی مرتضیٰ کے کوئی نہیں ہی اگر کوئی
شخص سوائے حضرت علی کے کسی دوسرے کو اس لقب سے ملقب کرے وہ
بجس ثریات اہل سنت بلا شبہ کاذب اور مفتی ہی دیکھو صواعق محرقہ
مطبوعہ مصر کے صفحہ ۶۶، حدیث الصد یقول ثلثۃ و حدیث السابقون ثلثۃ و علی انفسہما
حضرت مرتضیٰ نہ کوئی صحابی صدیق ہی اور نہ کوئی سابق بالایان ہی۔ اگر آدمی
صدیق اکبر سے حضرت ابوبکر ہی تو یہ دعویٰ بے سند ہے۔ یہ دعویٰ مولف اسرار المد
کا صریح غلطی ہے کہ خلافت ابوبکر کی باتفاق اہل الرائی کے ہوئی کیونکہ کتب
معتبرہ اہلسنت سے صاف ظاہر ہے کہ بوقت بیعت حضرت ابوبکر نے شوری
ہوا نہ اجماع واقع ہوا۔ فقط فریبی اور سازشی کارروائی سے بیعت ہو گئی۔
ابن خلدون کی تاریخ میں ہے کہ جب شیخین اور انصار میں طول کلام ہوا اور
بشیر ابن سعد و ذر شحین کا ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو آنکھ کاٹا

کتبہ۔ اور حضرت عمرؓ نے بغور اشارہ کے بیعت کی۔ اور بعد اُنکے بشیر مذکور نے
 اور پھر ابو عبیدہؓ نے۔ اور تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۳۵-۵۳۶ میں
 حال سببت حضرت ابوبکرؓ کا اس طرح درج ہے۔ چون انصار ابوبکرؓ و عمرؓ عبیدہ
 رضی اللہ عنہم پدید نہ گفتند شما معا جرائد و فخر شما بزرگ است و ما نیز رنج بسیار
 بردہ ایم۔ و ما یکی را امیر کنیم۔ از خویشتن و شما یکی را امیر کنید از خویشتن تا ہر
 کسی با گروہ خویشتن بیایند و گفتگوی از میان برخیزد۔ و چون ایشان سخن تمام
 کردند۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ خواند و ثنائی خداوند تعالیٰ گفت و بر پیغمبر صلعم درود
 فریاد۔ و فضائل انصار بگفت پس گفت اگر چنین کنیم کہ شما سگوییہ اختلاف
 افتد و زخم شمشیر اندر میان آید۔ و شما میدانید کہ پیغمبر صلعم فرمودہ است۔
 انما امة من قریش۔ و اماست بقریش میرسد۔ شما دست باز دارید تا یکی از
 قریش را بستانیم و شما پیش او بیچنان باشد۔ کہ پیش حضرت پیغمبر صلعم بودید۔
 انصار گفتند کہ با علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیعت کنیم۔ کہ پس عمرؓ اوست۔ عمرؓ ترسید کہ
 اختلاف در میان پیدا شود ابوبکر رضی اللہ عنہ را گفت کہ تو دست دراز
 کن تا با تو بیعت کنیم۔ کہ تو نیز از قریشی و سزاوارتری۔ پس عمر رضی اللہ عنہ
 دست ابوبکر را گرفت و بیعت کرد۔

ایسی کارروائی کو کسی قاعدہ اور کسی اصطلاح میں شوری یا اجماع نہیں رکھتے
 اور بیعت جو کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو خواہش خلافت کی نہ تھی۔ اور حضرت
 علیؓ خواہاں خلافت تھے کتب اہل سنت سے ثابت و متحقق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا
 خواہش خلافت کرنا کیسا ملکہ خلافت کی طمع میں کچھ کاٹ و پاس خدا و رسول کا

نظر کیا۔ جو شخص اس حال پر مطلع ہونا چاہے۔ وہ حالات آخر حیات رسول صلعم
 خصوصاً غزوہ بتوک سے لیکر تا وقوع بیعت حضرت ابو بکر تمام واقعات کو
 یکجائی طور پر مجتمع کر کے ملاحظہ کرے کہ آنحضرت صلعم نے کس کس تاکید و اصرار کے
 حکم خلافت حضرت علی کا دیا۔ اور ان حضرات نے کیا کیا تدابیر انساداد اجراء
 احکام خدا و رسول اور اپنی ریاست کے جمانے میں کئے ہیں۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ
 اگر حضرت ابو بکر کو طع خلافت کی نہ تھی۔ تو جیش اسار سے کیوں تخلف کیا۔
 باوجود اصرار و تاکید پیغمبر خدا صلعم کے مدینہ کو کیوں نہ چھوڑا۔ وصبت آخری
 پیغمبر خدا کی کیوں نہ لکھنے دی۔ مسجد نبوی سے سقیفہ بنی ساءہ کو چیکے چیکے بغیر
 اطلاع و مشورت اہل بیت پیغمبر کیوں چلے گئے۔ سقیفہ میں آنکھو کا اشارہ کر کے
 اپنی بیعت کیوں کر لی۔ بعد بیعت کے جب مجمع میں حضرت علی کو بلایا اور اپنے
 دعویٰ خلافت کیا اور دلائل و براہین سے اپنا استحقاق ثابت کیا اور طرح طرح سے
 فمائش کیا۔ کہ خدا سے ڈرو۔ اور حقوق الہیت رسالت کو ضایع مت کرو۔
 اسوقت حضرت ابو بکر نے خلافت کیوں ترک نہ کی اور ایمون مدق و مدار کی
 باتیں بنا کر اسوقت کو ٹال دیا۔ کلمہ اقیلوئی خاص مرویات اہل سنت سے
 مگر اس سے عدم خواہش اور حرص کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ انکی عدم
 لیاقت و عدم استحقاق ثابت ہوتا ہے۔ یہ کلمہ خلافت ترک کرنے کی نیت سے
 نہیں کہا گیا کیونکہ اگر وہ خلافت چھوڑنے پر رضامند ہوتے تو کسی سمجھت
 شورہ کرنے کی نہ تھی۔ خود خلع خلافت کر کے حضرت علی سے بیعت کر لیتے اس
 کلمہ کے فرمانے کا وہ زمانہ ہی کہ جب حضرت ابو بکر خوف جان کے سبب آنحضرت

ملک گھر سے باہر نہ نکلے تھے۔ لیکن جب معاذ بن جبل وغیرہ کے تحت میں جمیعت
 قراہم ہو گئی۔ اور خلیفہ صاحب خوف قتل سے مطمئن ہوئے پھر کبھی یہ فقرہ
 زبان پر کیوں نہ لائے جناب امیر کی نسبت جو الزام طبع خلافت کا لگایا ہے اور
 حوالہ اعتقاد شیعیان کا دیا ہے یہ بھی مؤلف کی تاواقفیت ہی کیونکہ یہ روایت
 کتب معتبرہ اہلسنت میں ہے کہ جناب فاطمہ اپنی حق تلفی کی داد خواہی کے لئے
 اور اپنی استعانت اور طلب نصرت کے لئے انصار کے گھروں میں بلکہ مساجد
 انصار میں تشریف لے گئیں۔ دیکھو کتاب الامامت والیاست ابن قتیبہ دینوری
 کو کہ مفصل حال اُس میں درج ہے اور نیز ابوبکر جو ہری نے کتاب سقیفہ میں ابن
 ابی الحدید مغزلی نے شرح پنج البلاغہ میں وہ خطبہ حضرت سیدہ کا نقل کیا ہے
 جنہیں تفصیل وار حال ظلم و ستم و مداخلت شیخین کا اور اپنی مظلومی اور استحقاق
 خلافت کا درج ہے۔ قطع نظر اس بحث سے کہ روایت کتب اہلسنت میں ہے
 یا کتب شیعہ میں قابل تذکرہ یہ بات ہے کہ حضرت علی کا بار بار طالب خلافت ہونا
 دلیل طبع و حرص کی بین ہی کیونکہ آپ خلیفہ منصوص من اللہ والرسول تھے
 آپ کا سب سے بڑا فرض یہ ہی تھا کہ ہر وقت طالب اپنے حق کے رہیں خواہ
 است بطبع ہو یا عاصی اس پر اظہار اپنے منصب کا کرتے رہیں اور تا مقدر حصول
 نصرت میں ساعی ہوں بطرح کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کہ ریاست
 عامہ ہے اور تسلط حاصل کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام غایت درجہ سعی و کوشش
 بجالاتے ہیں خواہ تسلط حاصل ہو یا نہ ہو تو انکی سعی اور کوشش اور خواہش
 واسطے حصول تسلط کے محمول بر حرص طبع نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اسی کام پر

منجانب اللہ مامور ہوتے ہیں دیکھو آنحضرت صلعم نے کیا کیا کوششیں اور سعی
 اتمام واجراء کار رسالت میں فرمایاں مگر حرص و طمع میں داخل نہیں ہاں سلیسہ
 کذاب اور اسود غیبی اور طلحہ کی سعی اور کوشش داخل حرص و طمع ہیں۔
 اسی پر قیاس کر لو ہر شخص سخت اور غیر سخت کی طلب اور خواہش کو مثلاً زید کی ایک سوتلی
 یعنی سوزن جاتی رہی اور وہ اسکی تلاش میں کوشش کرے تو وہ طامع
 نہیں ہے لیکن اگر شکم کو کسی دوسرے کامال مارنے میں سعی ہو تو ضرور
 طامع اور لالچی کہلائیگا۔ حضرت علی اور جناب فاطمہ کی سعی طلب
 تسلط امامت کو جو پیرائے طنز و طعن میں بیان کیا ہے دلیل عدم بصیرت
 مولف ہی پڑے پڑے اولی العزم مرسلین نے وہ وہ مصائب اور سختیاں
 اٹھائی ہیں کہ اگر عوام الناس میں سے ادنیٰ درجہ کی کسی آدمی پر ایسی
 مصیبت اور سختی پڑے تو وہ اپنی سخت توہین سمجھے۔ لیکن انبیاء و اوصیاء
 اُسکو اپنی توہین نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اُنکے مراتب اور مدارج کی بلبندی
 خیال کیجاتی ہے۔ دیکھو جناب سرور کائنات نے تیرہ سال تک مکہ معظمہ
 اور طائف وغیرہ میں دعوت رسالت کر کے کیا کیا سختیاں ملائیں گے
 ہاتھ سے اٹھائیں پس اگر اُنکے خلیفہ برحق اور نائب مطلق نے بھی سختیاں
 اٹھائیں تو داخل توہین نہیں اور نہ جمال کے طنز و طعن کرنے کی جگہ ہے۔
 ہم اس موقع پر ایک مثال سے ثابت کئے دیتے ہیں کہ جو فعل الیک ادنیٰ
 سے ادنیٰ دنیا دار کے لئے سخت توہین کا باعث خیال کیا جاتا ہے وہ انبیاء
 عظیم السلام کے مقابلہ میں توہین نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو جو حرکت اہل قرآن

حضرت لوط کے ساتھ اور حضرت لوط نے وہی حفظ حرمت مہمانان کے اپنے تنگ ناموس پر خیال نہ کیا۔ اگر ایسے واقعہ کو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بھی منسوب کیا جاوے تو سخت توہین بھی جاوے گی مگر حضرت لوط کے اس واقع کے ذکر سے توہین نہیں ہوگی ایسا ہی اہل قریہ نے جو درخواست نامسقول حضرت جبریل و میکائیل سے کری کسی کم درجہ کے آدمی سے ہی کیجی اور تو ضرور اُسکی توہین ہوگی چونکہ چاند سونچ پر خاک نہیں پڑ سکتی طعن و طعن کر نیوالے پر ہی وہ خاک پڑتی ہے۔ طعن کر نیوالا اپنے ہی اوپر قیاس کرے کہ اگر کوئی شخص حضرت جبریل و میکائیل جیسے ملائکہ مقرب اور حضرت لوط جیسے پیغمبر ایمان کے واقعہ کو اُسے منسوب کرے تو کس قدر برا معلوم ہو گا لہذا ملائکہ اور حضرت لوط کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ آدمی کی کیا حقیقت ہے۔

قال صاحب اسرار اللہی اگر کہیں کہ اہل الرائے نے کیوں اس امر کا لحاظ نہ کیا کہ حضرت رسول خدا نے صدیق اکبر کو کبھی کسی کار شریعت پر مل نہیں فرمایا اس صورت میں صدیق اکبر قابل خلافت نہیں سمجھتے جاتی تو جواب اس وسوسہ کا یہ ہی کہ باتفاق مورخین شیعہ و سنی ثابت ہے کہ بلا ہا حضرت رسول خدا نے حضرت صدیق اکبر کو اکثر مقامات بزرگ پر تعینات فرمایا ہے۔ اسکے بعد کار ہای شریعت کی تفصیل اس طرح درج ہے۔

اول بعد شکست احد ابوسفیان کے مقابلے کیلئے حضرت ابوبکر کو مامور کیا۔
دوم غزوہ نبی نغیر میں ایک رات ابوبکر کو امارت لشکر عطا فرمائی۔

سیوم سنہ ہجری میں غزوہ بنو حیان کو حضرت تشریف لے گئے اور آنحضرت
نے سرایاروانہ کنی اُمنین سے ایک سریہ کے سردار ابو بکر تھی جسکو سریہ کراع التعمیم کہتے ہیں۔
چہارم غزوہ تبوک میں جانے کے وقت سردار لشکر بنایا۔
پنجم غزوہ خیبر میں اپنا نائب بنا کر سرکہ جنگ میں بھیجا۔

ستھم سال ہفتم میں جماعت بنی کلاب پر امیر ہوئے اور سلمہ بن اکوع کا
رسالہ انکی ماتحتی میں تھا۔

ہفتم نبی فرازہ پر بھی یہی امیر تھے۔

ہشتم سریہ وادی الرمل پر امیر ہوئے۔

نہم بوقت خانہ جنگی نبی عمرو بن عوف آنحضرت بلال سے کہ گئے تھے کہ اگر نماز کا
وقت آجاوے تو ابو بکر سے کہنا کہ نماز پڑھاوے۔

دہم بوقت فرض ہونے حج کے اٹھواں ایام مقرر کیا تاکہ لوگوں کو قواعد حج تعلیم کریں۔
یازدہم آنحضرت نے اپنے مرض موت میں جملہ اصحاب مفا کا پیشمار بنایا۔

اب فرمائیے کہ کونسی بات ہے کہ حضرت صدیق اکبر کو حاصل نہیں ہوئی۔ الخ
اقول بجلہ تعالیٰ۔ انوس ہے کہ ذکر تو حضرت ابو بکر کا اور لقب جناب امیر
شامل کیا جاتا ہے یہ تو الستی بڑے شرم ناک بات ہے کہ بروایات اہل سنت
صدیق اکبر لقب حضرت علی کا ہے اور معاذ لوگ لقب کو بھی غضب کرتے ہیں۔

اب اہل الضاف ذرا میری طرف متوجہ ہوں میں عرض کرتا ہوں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ابو بکر کو کسی کا متعلقہ شرع پر مقرر نہیں کیا کبھی اُنکو ماہر شرع
یا قاضی دین محمدی۔ یا اچھا قضا یا فیصل کرنے والا نہیں فرمایا نہ وہ کبھی

لشکرون کے سردار ہوئے بلکہ ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کے سخت میں عوام لوگوں کے ہمیشہ مامور رہے یہاں تک کہ زمانہ مرض الموت آنسور میں کہ آخری موقع حصول عزت و دولت کا ہی حضرت ابوبکر ایک لڑکا یعنی اسامہ بن زید کے محکوم اور تابع کے گئے جسکو بغیر ہونہرست لشکر اسامہ روضۃ الاحباب مدارج النبوت واقفی وغیرہ تواریخ معتبرہ المہنت میں دیکھئے۔

ہم جہاں تک نظر عوز سے دیکھتے ہیں فقط ایک مرتبہ انکو سو بخدا اصحاب نے کار شریعت پر مامور کیا تھا مگر اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ابوبکر میں لیاقت اس کام کے انجام دینے کی نہیں ہے۔ یہ کام خود بخوارے کرنے کا ہی یا علی مرتضیٰ کے کر نیکا تم خود جاؤ یا علی مرتضیٰ کو بھیجو چنانچہ اسی وقت حضرت ابوبکر معزول کئے گئے اور کئی منزل سے واپس آئے کہ مفصل ذکر اسکا اپنے موقع پر کیا جائیگا علاوہ اسکے خیر میں ایک روز انکو اور دو روز حضرت عمر کو سردار بنا کر میدان جنگ میں بھیجا مگر یہ دونوں صاحب بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ آئے۔ وجہ تقرر اس امارت کی حدیث صحیح متواتر یہ بھی پائی جاتی ہے کہ عوام الناس مطلع ہو جاویں کہ یہ دونوں صاحب قابل سرداری کے نہیں ہیں۔ کیونکہ تیسرے دن آنحضرت نے فرمایا۔ لا عظیمین اللہ یتہ عدل سر جلا کس اسرا غیظ اسرا الی اخرہ۔ یعنی کل کو رایت ظفر آیت ایسے مرد بہادر کو دو گنا جو بھاگنے والا نہیں ہے اور خدا رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ تا آخر مضمون حدیث اس حدیث سے یہ توصیف مکمل کیا کہ تین روز بیشتر سے جو صاحب سردار بنکر جاتے ہیں وہ فراصین

بھاگ جانے والے ہیں بہادر مہین ہیں نہ خدا اور رسول کو وہ دوست رکھتے ہیں
 نہ خدا اور رسول انکو دوست رکھتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 یہ بھی معلوم تھا کہ اس قلعہ کو وہی کرار غیر فرار فتح کر گیا جبکہ نام علی رضی اللہ عنہ
 پس ان دونوں صاحبوں کو سردار بنا کر بیٹھنے کی کیا حاجت تھی بجز اسکے اور
 کچھ قیاس میں نہیں آسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور تھا کہ عام لوگ اس
 بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ دونوں صاحب سرداری کی لیاقت نہیں
 رکھتے سردار واجب الاتباع صرف وہ شخص سمجھا جاتا ہے کہ کبھی دوسرے
 شخص کا محکوم نہ ہوا ہو جبے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اول سے آخر تک ہمیشہ سردار ہی
 اور کبھی کسی دوسرے شخص کے محکوم و ماتحت نہ ہوئے اور حضرت ابوبکر و عمر کی
 کیا سرداری ہمیشہ محکوم و ماتحت رہے یہاں تک کہ عمر و عاص کے بھی
 محکوم رہے اور اسامہ بن زید کے بھی بروئے عقل بھی سردار رہے حتیٰ شخص
 ہونا چاہیے جو لیکن گاہ میں سبک اور حقیر نہ ہو دیکھئے حضرت ابوبکر جن
 لوگوں کے محکوم و ماتحت رہے انکی گاہوں میں کیا وقعت پائی ہونگے
 اب ہم مفصلاً ہر قول کی تردید لکھتے ہیں۔

قولہ اول بعد از شکست احد جب رسول خدا نے سنا کہ ابوسفیان نام
 ہو کر ارادہ رکھتا ہے کہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو اسوقت حضرت رسول
 خدا نے حضرت صدیق اکبر کو اس کے مقابلے کے واسطے رخصت فرمایا اور
 حضرت ابوبکر صدیق نے اسکا جاکر مقابلہ کیا۔

اقول وہ نستعین۔ حضرات اہل انصاف پہلے تو ہکوا القاب کو غضب کی نکی ہی

شکایت تھی اب ملاحظہ فرمائیے کہ معرکہ اور تاریخی حوالہ بھی غصب ہونی لگے۔ میں سخت حیران ہوں
 کہ کیا ان لوگوں کی شرم ہی جاتی رہی عام قائدہ ہے کہ اگر اپنے آپ میں کوئی
 فضیلت یا بزرگی ہو تو جس سے مقابلہ کرتے ہیں اُسکے فضائل کو چرا کر اپنے
 آپ سے منسوب نہیں کیا کرتے دوسروں کو ہی فضائل منسوب کر لیں۔ کجا
 ابوسفیان کی واپسی کجا حضرت ابوبکر یہ تو بیچارے بہ تقلید سنت یوم ہجرت
 صبح اپنے یار غار حضرت عمر ابن الخطاب کے اُسوقت ایک غار میں بیٹھے ہوئے
 بہ و ن کی جان کو درہے تھے۔ انس بن مالک کے چچا جو وقت اخیر میں
 مدینہ سے آئے ہیں اُنکو یہ دونوں صاحب غار میں چھپے ہوئے ملے اور
 اُنھوں نے ہر چند اُنکو طعن و تشنیع دیے مگر ایک بھی نہ سنی یہ بات تو اللہ تعالیٰ
 گئی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و میدان احد سے بھاگ کر ابوسفیان سے خطا
 سنا کر ان کے لئے ابن ابی کی سفارش کرائی اور یہ بات تو کسی کتاب
 اہلسنت میں نہیں دیکھی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنکو ابوسفیان کی مقابلہ
 کے لئے امیر لشکر کر کے بھیجا تھا۔ دراصل یہ معاملہ حضرت علی مرتضیٰ کا ہوا
 سولف صاحب نے کمال دانائی سے حضرت ابوبکر سے منسوب کر دیا۔ دیکھو
 مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جلد ثانی صفحہ ۸۲ کو کہ اُسین
 یہ درج ہے۔ وصل چون مشرکان بکہ باز گشتند در خاطر اصحاب دغدغہ
 راہ یافت کہ مبادا عنصرت مدینہ نمایند و غارت و تاراج کنند بابرین علی
 مرتضیٰ رارضی اللہ عنہ فرمیدتا از عصب مخالفان رود این خبر تحقیق نماید
 پس آنحضرت خبر آمد کہ کافران بکہ رفتند۔ انصاف و الو کچھ دیکھا عجیب

دزد دیری ہی۔ کمان میں حضرات تقریظ نویسان ایسے مواقع تو ضرور ہی اد
دینے کے قابل ہیں۔ فاعتبر ولایا ولی الابصار۔

واما قولہ دوم غزوہ بنی النضیر میں حضرت نے ایک رات
خونناک بین صدیق اکبر کو امیر لشکر بنایا۔ اور خود بدولت نے اپنی دو خانہ
جنت آشیانہ میں آرام فرمایا۔

اقول سچولہ تعالیٰ۔ یہ بھی دروغ اور کذب اور افترا اور بہتان ہی حقیقت
یہ ہی کہ غزوہ بنی النضیر مکہ ہجری میں واقع ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ سردار
و علمدار لشکر تھے۔ دیکھو روضۃ الاحباب جلد اول ۱۹۶ ایس در مدینہ
ابن ام مکتوم را خلیفہ ساخت و اسیت را بعلی مرتضیٰ کریم اللہ و جبہ داد
وازد مدینہ بیرون رفت۔ بعد اسکے لکھا ہے و حضرت پانزدہ شبانہ روز
آن جماعت را محاصره داد۔

اور یہ ہی مضمون مدارج النبوت میں درج ہے دیکھو صفحہ ۹۰ جلد دوم اس
آن حضرت صلعم ابن ام مکتوم را در مدینہ خلیفہ ساخت و لوائے عقد
منودہ بعلی بن ابی طالب داد و ازد مدینہ مطہرہ بیرون آمد پس باتین
تو کیونشک بنین ہو سکتا کہ اس غزوہ میں سردار علمدار لشکر بطور مستقل
حضرت علی مرتضیٰ تھے اب رہی یہ بات کہ شب اول میں حضرت قلعہ
ہودکا محاصرہ کر کے لشکر ظفر بیکر کو مصروف محاصرہ چھوڑ کر دولت خانہ کو
تشریف لے آئے۔ اور سولف صاحب نے اپنے نزدیک حضرت ابو بکر کے
وقت بڑھانے کے لئے اُس شب کو ایک رات خونناک (محرر فرمایا جو کسی

کتاب سیر و تاریخ سے ثابت نہیں بلکہ اُس شب کو خوفناک کسودا لاکا فرہو جاتا
 کیونکہ اگر اُس شب کو خوفناک کہا جائے تو یہ بھی لازم آئیگا کہ یہ بھی کہے کہ
 آنحضرت صلعم بوجہ خوف و حراس اُس شب کے لشکر کو میدان میں چھوڑ کر
 دو تھانہ میں فقط جان بچانیکو تشریف لے آئے اور ایسا عقیدہ نسبت
 جناب رسالت مآب کے رکھنا بالاتفاق کفر ہے۔ پس جو کچھ کتب سیر و تاریخ
 اہلسنت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلی شب میں فقط لشکر کو محاصرہ پرتغات
 کرنا تھا کوئی اندیشہ روائی مقابلہ کا نہ تھا اسلئے آنحضرت صلعم بعد نماز عشاء
 لشکر کو محاصرہ پرتغات کر کے دو تھانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ اب رہی
 یہ بات کہ بعد واپسی آنحضرت صلعم کے سردار لشکر کون تھا اور مولف صاحب
 کو حضرت ابوبکر کی سرداری کا شبہ کیونکر ہوا۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ بعض روایات
 کو اسمین شبہ ہو گیا کہ سردار لشکر اُس شب میں حضرت علی تھے یا حضرت
 ابوبکر چنانچہ مدارج النبوت میں درج ہے کہ اذات وقت غنا جبکہ کرند و چو
 باسومان نماز عشاء گزارند حضرت باچند کس منبرل شریف تشریف آویز
 آووند و سابر صحابہ را کہ سردار ایشان ابوبکر بود یا علی رضی اللہ عنہ علی اختلاف
 الروایتین تا بوقت صبح محاصرہ ہیود اشتغال نمودند۔ اور چونکہ حضرت
 ابوبکر کی سرداری کے سبب کوئی دوسری روایت نہیں ہے اور حضرت علی کی
 سرارتی تا پیرین دیگر روایات ایسی موجود ہیں کہ جسے مستقل سرداری اور انکی
 اس غزوہ میں محقق ہی تو لا محالہ روایت سرداری حضرت ابوبکر کی ساقط
 عن الاعتبار ہوگی اور چونکہ عادت علمائے اہلسنت کی یہ ہے کہ اگر دو روایت

متضادہ دربارہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر کے ہووین اور حضرت ابوبکر کی نسبت جو روایت ہو اسکو اپنے دلیلیں کیسے ہی دروغ اور موضوعی جانتے ہوں لیکن اس روایت پر جو حضرت علی کی نسبت ہی ضرورتاً صحیح دینگے جیسی حدیث سد ابواب الباب علی کے برخلاف ایک موضوعی حدیث کو بیان کرتے ہیں بکا دروغ ہونا اجلی بدہیات میں داخل ہی یعنی یہ کہ مرض الموت میں آنحضرت صلعم نے سبکے دروازے کا جو مسجد میں کھلے ہوئے تھے بند کر دیا حکم دیا سدا دروازہ ابوبکر کے۔ اور یہ امر یہ ہی کہ حضرت ابوبکر کا کوئی مکان نواح مسجد میں بھی تھا بلکہ اہل مکان مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر محلہ سنخ واقع تھا جکا افضل حال روضۃ الاحباب میں درج ہے کہ حضرت ابوبکر یا ام خلافت خود اس روزانہ قطع مسافت سی بہت رنج و تکلیف پاتے تھے مگر علمائے المہنت باوجود صحت و تدبر و آیات حدیث متعلقہ حضرت علی کی اجلی اور موضوعی روایت کو ترک نہ کرینگے ایسا ہی حال اس روایت کا ہے کہ کسی راوی نے خواہ غلطی سے یا حسب عادت دید و دانستہ براہ کذب و افتراء سرداری میں نام حضرت ابوبکر کا بیان کر دیا لیکن دوسری روایت کثیرہ برخلاف اسکے موجود ہیں کہ حضرت علی اس شب محاصرہ میں تھے اور آپ کے مستقل سردار غزوہ ہونیکے روایات بھی بلا کسی خلاف و نزاع کی موجود ہیں تو مثلثہ حق اور مصنف آدمی ہرگز اس موضوعی زودا پر اعتبار نہ کرے گا۔ خصوصاً مناظرہ میں ایسی روایات پر جاہل بھی استدلال نہیں کیا کرتے (کہ اس شب ابوبکر سردار تھے یا حضرت علی سردار تھے) یعنی جبکہ خود ہی شبہ اور شک میں پڑے ہوئے ہو کہ ان دونوں میں سے

حضرت نے صدیق اکبر کو اپنا نائب بنا کر بھیجا چنانچہ اُس روز صدیق اکبر سے بہت بڑی جنگ واقع ہوئی۔

اقول وہ نستعین ہاں خیر بن تو اللہ حضرت ابوبکر سردار ہوئے بلکہ حضرت عمر بھی لیان ساتھی اسکے یہ بات بھی کھل گئی۔ کہ آنحضرت صلعم نے ان ہر دو اصحاب کو یکے بعد دیگرے اسی لیے سردار مقرر کیا تھا کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ دونوں غالبیت سرداری کی بنیاد رکھتے چنانچہ جمع کتب و احادیث اہل سنت میں یہ حدیث صحیحہ اور متواتر درج ہے کہ بہتجین متواتر تین روز تک غلبہ جلا و م حرب یہودیان سے فرار ہوئے تو اُس روز شام کو یہ فرمایا لا عطن السلا بته غلا ح جلا کو اسرا غیر فراسرا الحیب اللہ و رسولہ و نحبہ اللہ و رسولہ لا یوجع الا یفقم اللہ علی یدایہ یعنی کل کے دن رات لشکر ایسے مردار اور بہادر کو دو گنا جو ہرگز بھل گئے والا سنیں ہی اور خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہی اور خدا اور رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں وہ واپس نہو گاتا اُنکے خدا تعالیٰ اُسکے ہاتھ پر فتح دے۔ قربان یا رسول اللہ آپ کے نور حکمت و رسالت کی دجب آپ خوب جانتے تھے کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر فتح ہوگی اور خمن بھاگ جائے والے ہیں نہ خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں نہ خدا اور رسول اُن کو دوست رکھتے ہیں پھر ان بجا روں کو سرداری پر مقرر کرنے کی کیا حکمت تھی۔ وہ یہی حکمت تھی کہ یہ لوگ ضرور الکیدان اپنے اگلو علی کا مد مقابل بنائیں گے اور انکی ذریات مومنین پاک دین سے بناظرہ کیا کرنگی اُس وقت سب پر ظاہر ہو جائے کہ یہ لوگ قابل سرداری و خلافت نہ تھے۔

قولہ ششم سال ہفتم میں حضرت ابوبکر کو ایک جماعت کلاب پر سردار مقرر کیا۔
 اقول اگر یہ کلاب کی سرداری ثابت بھی ہو تو کچھ فخر کی بات نہیں مگر
 یہ بھی دروغ ہی سال ششم میں بنی کلاب پر سر پہنچا گیا اسکے سردار محمد بن
 مسلمہ الفزاری تھے اور دوسری سر پہ کے سردار صفاک بن سفیان تھے۔
 دیکھو صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱ مدارج النبوت کو کہ اسمین مطلق ذکر بھی حضرت ابوبکر کا
 نہیں۔ البتہ سال ہفتم میں متعدد سردار روانہ ہوئے اگر کسی سر پہ پر یہ بھی
 بھیجے گئے ہوں تو دلیل سرداری نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت سرایا کے سرداروں کو
 بھی ماتحت بکثرت رہے ہیں۔

قولہ ہفتم قوم بنی فزارہ پر بنی امیر لشکر ابوبکر ہی تھے۔

اقول۔ پھر کیا فخر کی بات ہے ادنیٰ ادنیٰ سجالی سر یوں کے سردار ہو ہیں
 جیسے۔ سر پہ ابولہب بن ابی اسد و سر پہ عبداللہ بن آیل بر سفیان ہذلی و سر پہ
 محمد بن مسلمہ بغرقادہ سر پہ عکاسہ بن حصین اسدی بغیر و سر پہ محمد بن مسلمہ بدی
 و سر پہ ابو عبیدہ و سر پہ ابیاسہ زید بن حارثہ و حموم۔ و بعض سر پہ زید بن عبد
 از قبیلہ فزارہ و سر پہ بشیر بن سعد بن بنی مرہ سر پہ غالب بن عبداللہ بن
 و سر پہ الصائب بنی ملح و سر پہ اخیاط ابو عبیدہ بن قبیلہ اجنبہ جمین حضرت
 عمر بھی مامور و مخلوم تھے۔ سر پہ عمرو بن عاص جمین حضرت ابوبکر و عمرو بن
 ماتحت تھے۔ سر پہ ابوقنادہ سر پہ عیینہ بن حصین فزاری سر پہ قطیبہ بن عامر
 قبیلہ خثعم۔ لیکن اسمین فضیلت کی بات نہیں ہے فضیلت فقط اس بات میں
 ہے کہ ہمیشہ سردار و امیر مقرر ہوئے ہوں ان کی کیسے ماتحت نہ رہے ہوں۔

قولہ اتم سر بہ وادی الرمل میں حضرت ابو بکر سردار ہوئے۔
 اقول یہ المہ سچ ہی اور مزیدی بران یہ کہ حضرت عمر بھی سردار ہوئے اور پھر
 ان دونوں اصحاب پر عمرو عاص سردار ہوئے اور تینوں صاحب بخوف
 جان بھاگ بھاگ کر چلے آئے تب آنحضرت صلعم نے ان تینوں سردار پر
 حضرت علی مرتضیٰ کو سردار مقرر کیا تب فتح ہوئی دیکھو کتب معتبرہ سیرت
 کو کہ ملا غیاث الدین کتاب حبیب السیر میں لکھتے ہیں۔ (بعد از غزوہ تبوک
 اعرابی ہمدینہ آمدہ بمع شریف حضرت مقدس نبوی رسانید کہ قومی از عرب
 مد وادی الرمل مجتمع گشتہ داعیہ دارند کہ پیش خون بر سر اہل یشرب آرند
 بنا بران نبی آخر الزمان لوای بابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عنایت کردہ
 آنجناب را بسر وادی مجمعی از اصحاب صفحہ وغیرہ ایشان گردانیدہ و بدفع
 ایشان جماعت نامزد فرمودہ حالانکہ ایشان در وادی کثیرۃ الحجارة والاشجار
 کہ اخذار دران دشوار بود منزل داشتند و ابو بکر رضی اللہ عنہ چون بہ آنجا رسیدہ یکبار
 کفار از اطراف وجوانب حملہ آورده سپاہ اسلام انہزام یافت۔ آنکجا
 حضرت رسالت راستیہ دیگر بستہ ہجر خطاب از رانی داشت و آنجناب با طاقت
 از مسلمانان جہت تدارک آن مہم ارسال فرمود و فاروق اعظم نیز طریق
 صدیق اکبر نیز میت خوردہ باز آمد۔ و عمر عاص تکفل سر انجام آن گرفت
 و او نیز بچہ از آنکہ حصے از پیش برد ہمدینہ باز گردید۔ بعد از ان حضرت مقدس
 نبوی جہت جناب و لاتمام حضرت مرتضیٰ علیہ السلام لوای عہد فرمودہ
 آنجناب را سردار سپاہ طہر نیاہ گردانید و فرمان داد کہ زمین رضی اللہ عنہا

و عمر عاص نیز بکان لشکر در ان سفر مرا رفت نمایند و از اسلحہ و اب شاہ مروان
تجاوز جائزہ دارند۔ تا آخر ذکر فتح۔

قولہ نہم بوقت خانہ جنگی باہد گرنی عمرو بن عوف بغیبت آنحضرت نماز عصر
حضرت ابوبکر نے پڑھائی باجارت آنحضرت صلعم کے۔

اقول یہ بھی غلط ہے شاید مؤلف صاحب کو بجای عبد الرحمن بن عوف کے
نام حضرت ابوبکر یا درگیا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ قول صحیح بھی ہوتا تو
کیا فخر تھا ابن ام مکتوم نابینا تھے اور اکثر مسجد نبوی میں باجارت چیمبر خدا
صلعم نماز پڑھایا کرتے تھے اور جبکہ یہ مسئلہ مسلمہ اہل تسنن ہی کہ ہر روز نماز کا امام
ہو سکتا ہے پھر ایسے فعل پر استدلال ہی کرنا فضول ہے۔

قولہ دہم جب نوین سال ہجرت کے حج فرض ہوا تو آنحضرت صلعم نے وجہ
لاحق ہونے کا روبرو کے خود نہ جاسکے اور حضرت ابوبکر کو امیر الحج مقرر کرکے بھیجا۔

اقول سچو کہ تعالیٰ بیشک رسول خدا صلعم نے اول حضرت ابوبکر کو اس کام پر
ماسور فرمایا اور حضرت ابوبکر ایک دو منزل تک چلو بھی گئے لیکن بعد میں جبریل
امین نازل ہوئے اور حکم لائے کہ ابوبکر تمھاری نیابت سے یا تمھاری
طرف سے کا تبلیغ رسالت کو انجام نہین دیتے تم خود اس کام کو انجام دیتے
ہو یا علی مرتضیٰ انجام دیتے ہیں اسلئے تم خود جاؤ علی مرتضیٰ کو بھیجو۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کو معزول کر کے جناب علی مرتضیٰ
کو اکیلے عقب سے روانہ فرمایا اور حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت ابوبکر کو آ
مین ہی جالیا اور سورہ برات اُسے لیکر اُنکو معزول کر دیا کو وہ بدینہ کو

واپس چلے آئے اور حضرت خلیفہ برحق مع سورہ برات و الشکر باحتساج خود کو
تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر بنائیت علیہ السلام ہو کر سوچا کہ اس آئے اور عقلی
کہ مجھے کیا قصہ ہو کہ میں معزول کیا گیا تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارے
رواگی کے بعد جسٹل میں نازل ہوئے اور حکم لائے کہ یہ کام تعلق برسات ہی
ہر شخص اسکو آپکی نیابت سے انجام دینا دیکھا صرف آپ انجام دیکھتے ہیں
یا علی رضی اللہ عنہ آپ میں سے ہیں انجام دیکھتے ہیں اسلئے میں نے ایسا کیا۔
یہ شخص روایات صحیحہ اہل سنت کا ہی۔ دیکھو خصائص امام نسائی۔

قال خبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عفان وعبد الصمد قال حدثنا
حماد بن سلمة عن سماك عن حرب عن انس قال بعث النبي صلعم ببراءة
مع ابی بکر ثم دعا فقال لا ينبغي ان يبلغ هذا الا رجل من اهل
فد عاليا واعطاه اياه۔ یعنی کہا انس بن مالک نے کہ آنحضرت صلعم
ابوبکر کو تبلیغ سورہ برات پر مامور کر دیا مگر بعد اسکے اُنکو واپس بلا لیا اور فرمایا
یہ مرکز کی شخص قابلیت تبلیغ اس رسالت کی نہیں رکھتا سوائے اوس
شخص کے جو میرے اہلیت سے ہو پس بلا لیا علی رضی اللہ عنہ کو اور سورہ برات اُنکو
عطا کی۔ دوسری روایت خصائص میں مفصل یہ ہے۔

عن علي بن رسول الله صلعم بعث ببراءة الى اهل مكة مع ابی بکر ثم اتبعه
لسي فقال له خذ الكتاب فامض به الى اهل مكة قال نعم فاحدث
الكتاب منه فاضرت ابوبكر وهو كذبت فقال يا رسول الله انزل
بي شئ قال لا الا اني اوتيت ان ابغض انا ورجل من اهل بيتي

یعنی رسول خدا صلعم نے ابوبکر کو واسطے تبلیغ سورہ برات کی طرف اہل مکہ کو سقر
 کیا اور بھیجے اُنکے حضرت علی کو سقر کیا اور حکم دیا کہ ابوبکر سے کتاب لے لیں
 اور تم اُس کتاب کو لیکر طرف اہل مکہ کے جاؤ۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں
 جاؤں ابوبکر سے راہ میں اور اُسے وہ کتاب لے لی پھر واپس ہو گئے ابوبکر مدینہ کو
 بہت غمزدہ ہو کر اور عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں پھر نازل
 ہوا فرمایا نہیں لیکن یہ حکم مجھ کو ہوا ہے کہ یہ تبلیغ رسالت خود میں کروں
 یا وہ شخص کرے جو میرے اہلبیت سے ہو اور اسکے قریب قریب تیسری

روایت حدیث سے مروی ہے۔ قال لعنہ رسول اللہ صلعم
 ابوبکر یا اے حتیٰ اذا کان ببعض الطرق ارسل علیاً رحمہ اللہ
 منہ لیسر سارہما فوجد ابوبکر فی نفسہ فقال کذا حال
 رسول اللہ صلعم انہ لا یودی عنی الا انا اور حل منہ۔
 یعنی رسول خدا صلعم نے ابوبکر کو تبلیغ برات پر سقر کیا جس وقت
 وہ راستہ میں تھے تو انکے حضرت صلعم نے حضرت علی کو اس کام پر سقر
 کر کے بھیجا اور حضرت علی نے وہ سورہ اُسے لے لیا اور سورہ برات کو لے کر
 مکہ کو چلے گئے ابوبکر اپنے ہی جہاں میں بہت کچھ غصے ہوئے اور
 رسول خدا سے اس بارہ عرض کی تو فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ میرے بیٹے
 کوئی شخص اور پیغام و رسالت نہیں کر سکتا الا میں خود یا وہ شخص خاص
 مجھے ہی۔ یہ کیفیت اس امارت کی ہی اور واقعی اکیلا یہ قصہ حق پسند
 اور انصاف دوست لوگوں کے سمجھنے کے لئے صریحاً کتب کی ملاحظہ سے

بڑھکر ہی۔ یعنی حکیم وحی یہ امر طری ہو چکا ہی کہ پیغمبر خدا صلعم کے متعلقہ امور کی تبلیغ وغیرہ کوئی شخص آپکا نائب یا خلیفہ ہو کر انجام نہیں دے سکتا۔ بجز اسکے کہ خود آنحضرت تبلیغ رسالت کریں یا آپکے اہلبیت میں سے علی رضی اللہ عنہ پس جبکہ حضرت ابوبکر قابلیت ادارہ ایک پیغام یا رسالت کے نہایت پیغمبر خدا صلعم کی نہ رکھتے تھے تو بہت صاف بات ہی کہ وہ ہرگز قابل خلافت عام آنحضرت صلعم کے بدرجہ اولیٰ نہ تھے اور اسی حکم الہی سے ثابت ہو گیا کہ پیغمبر خدا کے جانشین برحق اور خلیفہ مطلق حضرت مرتضیٰ تھے۔ فقط اسی ایک فقرے سے پورے طور پر صحیح کئی مذہب اہل تشن کی ہو گئی۔ مگر جب روایات صحیحہ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ راستہ سے ہی مغزول ہو کر واپس مدینہ میں آ گئے تب انہا سامنے لیکر رہ جاتے ہیں کیونکہ جب قاعدہ نفاذ محمدین ہرگز روایات واپسی پر مقیم عاید نہیں ہو سکتا کہ انکو ضعیف ہی بتا کر اپنا بچھا چھڑا دیں۔

قولہ یازدہم شب شنبہ سے صبح دو شنبہ تک جملہ اصحاب با صفا کا پیش نماز بنایا۔

اقول یہ بھی محض اقرار ہی اور سوال اول کی جواب کی زبرد میں مفصل ذکر اسکا ہو چکا کہ نہ حضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کی پیشمیزی کا حکم دیا نہ انکی مرضی سے نماز پڑھانے رکھڑے ہو گئے فقط عورتوں کی سازش سے پیش نماز ہو گئے تھے کہ ایک رکعت کے بعد حرجول کئے گئے۔ دیکھو روایت عبداللہ بن زبیر سے درجہ مدارج الثبوت۔

کرتے ہیں اور روایات جعلی بنا کر ان کو مکہ تک پہنچاتے ہیں۔

۵۰ اس کے متعصبین علماء اہلسنت اس واقعہ کو زبان پر نہ لاکر ذکر سورہ ارات کو چھٹا کر فقط اسیرانچ ہونے کا ذکر

اسکے بعد یولف صاحب نے یہ لکھا ہے کہ اگر حضرت ابو بکر کی نسبت جہاد کا نکرنا تسلیم کیا جاوے تو حضرات حسنین علیہم السلام کی نسبت بھی جہاد کا نکرنا ثابت ہے اور عہد خلافت علی بن ابی طالب کے محمد بن حنفیہ لڑائی پر جا یا کرتے تھے تو یہ نسبت حسنین علیہم السلام کے محمد بن حنفیہ زیادہ تر لائق امامت کے ٹھہرتے ہیں۔ یہ فقط معترضین کی سمجھ کا فتوری حضرت ابو بکر کی نسبت یہ الزام نہیں لگایا جاتا کہ وہ جہاد میں ماورئین ہوئے یا جہاد کو نہیں گئے بلکہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ جہاد پر مامور ہوتے تھے اور وہاں بخوف جان بھاگ آیا کرتے تھے جیسا احمد بن غار کے اہل حصب گو۔ خیبر میں فرار ہو گئے۔ خندق میں عمرو بن عبدود سے منہ چھپا لیا حسنین میں باوجود بیعت نکث بیعت کر کے فرار ہو گئے حبشہ اسارہ سے بطلع دنیاوی تخت کیا حضرات حسنین علیہم السلام وہ مرد میدان شجاعت تھے کہ حشم رزگار نے ایسے نہ دیکھے ہونگے۔ جس سحر کے میں جلو فرما ہوئے وہ پاک پڑ گئی۔ حسنین سنا کہ ابن ابی نجم ملعون کا سر ایک لاکھ تین لکھ دو سو اڑھایا کر بلکا کا حال تو بزرگوں سے سنا سنا یا بھول نہ گئے ہو گے۔ علاوہ اسکے حضرات حسنین علیہم السلام امام مفضو ص ہیں وہ ہر حالت میں ایام ہیں خواہ جہاد کریں یا گھر میں بیٹھ رہیں۔ جیسا کہ زبیر بن عوف نے جہاد میں صلح کے ہوا امامان قداما و معتبر یعنی وہ دونوں امام ہیں خواہ جہاد کریں یا بیٹھ رہیں۔ خانہ نشینی انکی کیا کسی اعتراض کے قابل ہے اور پھر اعتراض بھی کون کرے وہ امت ناہنجار جو اپنے رسالے کے پیارے لوگوں

واجب الاتباع اما سون کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ملعونوں کا فرون سنا فقون
 فاسقون کے مطیع اور تابع بن گئے خدا و رسول سے کچھ شرم نہ کی جس نے دور دیکھنا
 کھانیکو دین اُسکا کلمہ پڑھنے لگے اور انجام کار اُصفین مساق و فجا ملا عین
 کے کہنے سے آپ اپنے رسول زادوں کو قتل کر ڈالا اُمنین سے کسیکی نصرت
 نہ کی اب کچھ زمانہ گزرنے کے بعد اما سون پر اعتراض ہی کہ کہیںے خرفج
 نہ کیا کہیںے جہاد نہ کیا اسی مسلمانوں خدا سے ڈرو کچھ تو اُسکے رسولؐ
 شرم کرو کیا متکبر عزت اسکے معنی ہیں کہ حضرات حسنین کو یزید
 و غیرہ ملا عین کی خوشنودی کے لئے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو۔ باقی
 ائمہ علیہم السلام کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاوا اُنکے دشمنوں کے
 غلام بنے رہو اُنسے دشمنی رکھو ضرور اکیڈن متفقہ جبار کی حضور میں
 کھڑی ہوئی ہو گئے اور وہاں کوئی جواب نہ آئیگا بجزر و سنے اور دانت
 پیسے کے الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین و سلیمو الذین ظلموا ابای
 منقلب یقلبون۔ یہ قول مؤلف کا کہ امام زین العابدین علیہ السلام
 اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بین خانہ جنگی ہوئی یا حضرت
 امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ آپس میں
 لڑے مؤلف کی بڑی لیاقت تاریخ دانی پر دلالت کرتا ہے۔

کتب صحیحہ اہل سنت میں کیونکر ان حضرات کی خانہ جنگی کا ذکر نہیں شاید
 مؤلف نے وہ قصہ حکیم جہر سود کا سب اہل سنت میں رکھ دیا کہ ان
 جنگی کا کیا ہی لیکن جن لوگوں کی دستگیری کے سبب و قتل نہیں ہوئے تو

اس قصہ سے خانہ جنگی کے آثار معائنہ نہیں کرتے مگر جامعہ نے شواہد میں
 لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ اور محمد بن حنفیہؑ میں گفتگو در باب
 امامت کی ہوئی محمد بولے کہ میں عمر میں بیسویں میں زیادہ مستحق امامت
 ہوں حضرت امام زین العابدین بولے کہ اے چچا یہ تمہارا حق نہیں ہے
 دونوں نے حجر اسود کو حکم قرار دیا اور دونوں حرم کعبہ میں آئے پہلے
 محمد بن الحنفیہ نے حجر اسود کے روپر واپس دعویٰ بیان کیا حجر اسود سے
 کچھ جواب نہ آیا بعد ازاں امام زین العابدین علیہ السلام نے دعویٰ
 اپنا بیان کیا اس پر اول حجر اور کاتب اٹھا اور بزبانی نصیح عربی گویا
 ہوا کہ اے محمد بن حنفیہ اس بات کو تسلیم کر لے کہ حق امامت دو صاحب
 عبد حسین بن علی کے حق علی بن حسین کا ہے یہ حقیقت امامیہ ہے کہ حضرت
 محمد بن الحنفیہ در حقیقت طالب امامت نہ تھے بلکہ یہ واقعہ حکیم حجر اسود
 یوں کیا کہ سب لوگ اس معجزہ بابرہہ کو دیکھ کر قائل امامت حضرت
 امام زین العابدین کے ہوں۔ اسی قسم سے قصہ حضرت زید کا ہے
 خدا خواستہ بھائیوں میں کسی دن بھی نوبت جنگ یا خانہ جنگی کی
 نہ ہو سکتی اگر اٹھوں نے زمانہ کے اس رنگ کو دیکھ کر کہ ادنیٰ ادنیٰ
 غربت کے خاندان جو دین و اسلام میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتے تھے او
 خواہ خواہ خلیفہ یا بادشاہ بن گئے کوئی ارادہ یا تدبیر حصول سلطنت یا
 خلافت کا کیا تو عجیب بات نہ تھی کیا آل مروان اور آل ابوسفیان
 بھی آل رسول کا کم رتبہ تھا مگر امامت ناہنجار کی بغیر تی کو دیکھئے کہ

آل رسول کو قتل کر اگر الگ ہو گئے پہلے تو اس اعتبار پر کہ حضرت زید بہت اچھے آدمی ہیں مثل اپنے خاندان کے خلفائے ثلاثہ سے تبراہین کرتی انکے ساتھ ہو گئے اور جب بادشاہ وقت نے دھمکا یا اور طمع دی انہیں مخوف ہو کر بہت لوگ خود امام بن گئے اور قاضی و مفتی و بکر دنیا میں شہرت حاصل کی اور انکو شہید کرادیا۔

حضرت امام آخر الزمان کی نسبت جو مؤلف نے یہ گستاخانہ فقرہ لکھا ہے کہ نہ بابا حجازی آدین نہ ٹھنڈے باجے۔ یہ بھی حضرت کی عقلمندی ہے کہ شیعوں کے مقابلہ میں ایسے الفاظ تحریر کرے جن سے یہ نہیں جانتے کہ شیخ الیاس کچھ لکھنا جانتے ہیں کہ پھر حضرت کو چھپا چھڑانا مشکل پڑ جائے اور انجام کار تالیف کے نام سے توبہ کرنی پڑے۔ مگر میں فقط اس لحاظ سے جواب ترکی بہ ترکی نہیں دیتا کہ میرا مقصود اس رسالہ کی تخریبی یہی ہے کہ ہر شخص بلا کسی نفرت اور اگر ادا کی اس کتاب کو مطالعہ کری۔ **واما قولہ** واضح ہو کہ یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا وہ درباب شورے ہوا اب اون آیات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ جن کی تاویلات غلط شیعوں نے لگا کر حضرت علی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما پر فضیلت و ترجیح دیدی ہے۔

اقول بحولہ تعالیٰ۔ ستر۔ تو کار زمین را انکو ساختی کہ با آسمان نیز رواختی ۴ سبحان اللہ ابھی بحث شوری میں کیا کار نمایان کیا تھا کہ مسئلہ ترجیح و فضیلت کو لے دوڑے۔

کوئی مسلمان اس بات کو نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابو بکر یا کسی اور صحابی کو نوزیبا اللہ حضرت علی سے درجہ مساوات حاصل تھا بعض روایات اہلسنت میں جو اس قسم کی وارد ہوئی ہیں۔ کہ اصحاب میں سب سے زیادہ افضل ابو بکر تھے وہ سب موضوعی اور جعلی روایات ہیں کیونکہ فضیلت اور ترجیح کے لئے ضرور کسی قسم کے اسباب و وجوہات ہوتے ہیں اور وہ اسباب یا تو باعتبار اغراض دنیاوی ہوتے ہیں یا باعتبار امر دینی مثلاً کہا جاوے کہ طلحہ شخص نبی زادہ ہی یا شاہزادہ پس لامحالہ وہ افضل ہوگا جو لاہ زادہ اور فاسق زادہ سے اس بطور عالم افضل ہی جاہل سے اور تجلے افضل ہی جہان اور نامرد سے اور اور سخی افضل ہی لیم و بخیل سے۔ ایسا ہی دینی اغراض کا حال ہے کہ جنگو حدانے سے قوم و طاہر بنایا ہی وہی لامحالہ افضل ہیں کجیاں اور غیر مصوم سے مابستی افضل ہیں دوزخیوں سے یا جہاد میں قائم رہنے والے افضل ہیں بھاگ جانے والوں سے۔ اب اہل الضاف خود سمجھ سکتے ہیں کہ عموم صحابہ کو کیا نسبت ہے حضرت علی سے بقول شاعر۔

کے یوں جو جاہے کوئی پیر سے ۴ یہ نسبت علی کو نہیں عین سے ۵
حضرات اس شعر کو شیعہ کا شعر سمجھ کر حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا یہ
شعر پورا ترجمہ روایت عبد اللہ ابن عمر کا ہے کہ کہنے آئے بابت حالت
علی و عثمان کے سوال کیا تو انھوں نے صاف کہا کہ علی کو اوروں سے
نسبت مست دودہ بہت بڑے مقرب رسول خدا کے ہیں سو دیکھو ہم یکے

دروازے بند کرادیے اور آنکھوں وارزہ کھلا رکھا۔ علاوہ اسکے آقا اور خلائق
کی کیا برابری جبکہ احادیث و خصوص قرآنی صاف طور پر صادر ہیں کہ علی
مرتضیٰ تمام مومنین کے ولی و مولانا و سردار و یعوب ہیں پس اگر عجب
زمرہ مومنین میں داخل ہیں تو پھر اپنے مولا سے کس طرح برابری کر سکتے
ہیں دیکھو یہ کہ یہ انما و لیکھا اللہ اعلم و حدیث ہو و لیکم بعدی و
حدیث منکنت مولا و حدیث انہ سید المومنین امام المستقین
قاعد الغر المحجلین۔

حضرات اہل تسنن لفظ صحابی پر ناحق فریفتہ ہوتے ہیں حالانکہ بموجب
اسکے عقاید کے سچلے ہزار صحابیوں کے فقط دو چار ہی قابلیت بہشت
میں جانیکی رکھتے ہیں جیسا کہ مروی ہے۔

اخرج الترمذی و الحاکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنة التثاق المثلثة
علی و عمار و سلمان۔ یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ بہشت البتہ میں
شخصوں کی مشاق ہے اور وہ تین علی و عمار و سلمان ہیں دوسری حدیث
محبت کے بارہ میں ہے کہ خدا چار شخصوں سے محبت رکھتا ہے اور انہیں
چاروں سے محبت رکھنے کا حکم خدا نے رسول اللہ کو دیا۔ اور وہ علی
اور ابوذر اور سعد اور سلمان ہیں جیسا کہ مروی ہے۔ و اخرج الترمذی
و الحاکم و صحیحہ عن برید قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ
امرني يحب اربعة و اخبرني انه يحبهم قيل يا رسول اللہ سمعهم
لنا قال علی منهم يقول ذلك ثمانية ابوذر و المقداد و سلمان۔

یعنی فرمایا رسول صلعم نے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا
 و خیر دی کہ خدا تعالیٰ نے انہی محبت رکھتا ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ
 انکے نام حکم بتائیے تو فرمایا کہ انہیں سے علی بن ابی طالب اور کتنے ہیں کہ ابقیۃ بن شعیب
 البرز و مقداد و سلمان ہیں پس فرمایا یہ کہ باقی اصحاب کی کیا فضیلت ہوئی۔

اب اگر یوں کہا جائے کہ دس اصحاب کی نسبت بہشت میں جانے کی بشارت
 ہے جب کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں لیکن ایسی کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی کہ
 جسمین عشرہ مبشرہ کا ذکر ہو اور کسی خاص وقت میں مثلاً اربعہ سترجہ
 بالا بشارت دلیگی ہو اور بر خلاف اسکے سچلہ اصحاب کے بارہ بلاکہ چونکہ
 شخصوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ وہ ہرگز بہشت کی صورت بھی نہ دیکھیں گے
 اور شتر کا سوراخ سوزن سے گزر جانا آسان ہے اور ان اصحاب کا بہشت
 میں جانا مشکل ہے اسی پر صحابہ کی خیر و شر کو قیاس کر لو کہ سچلہ ہزاروں
 اگر چار یا پنج یا ہفت یا دس کے لئے بشارت ہے تو جو دہ کے لئے ممانعت
 بہشت ہے دیکھو روضۃ الاحباب جلد اول ذکر شب عقیبہ نہ گام واپسی از تبوک۔
 مولف صاحب اسرار الہدی نے بر خلاف آداب و طریقہ
 مناظرہ کے محض جوش نقب میں اصل مقصد بلا در جواب سوال کو چھو کر
 یا عاجز آ کر میرا بطلان تشبیح شروع کر کے بعض آیات قرآنی کے معنی اور تفسیر
 پر مدعیانہ محبت کی ہے۔

اول نسبت آیتہ مبطلہ کی تفسیر کاشانی کے اس فقرہ پر (سقف)
 کہ از جملہ اخبار بود گفت ای قوم اگر محمد فرمایا اصحاب خود بیرون آید سچا کہ

مکیند و با او مباہلہ نہائید کہ او بر حق نیست و اگر با خواص و اقربائی خود بیرون
 آید از مباہلہ وی خدہ کنید یہ بزور اعتراض وارد کیا لغو و بالشرط صاحب
 کی اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ معاذ اللہ رسول خدا کوئی چیز تھے
 بلکہ حضرت کے خواص و اقربا یعنی امام المشرق و المغرب علی ابن ابی طالب
 وہ قوت اسد اللہ و ہیبت موسوی رکھتے تھے کہ جبکہ طفیل میں حضرت
 رسول خدا بھی بجز انیوں پر غالب ہوئے اگر جناب میر رسول خدا کے ہمراہ نہوتی
 تو تو بہ خدا بھی عرش سے اتر آتا ہرگز رسول خدا بجز انیوں پر کامیاب نہوتی یا آخر نہ لیا و مخرقات
 اقول بجلہ تعالیٰ۔ اب تو نصف مزاجوں کو شک نہ رہا ہو گا کہ مخالفت
 الہییت پیغمبر کس قدر انسان کی عقل و بصیرت کو زائل کر دیتی ہے بھلا اس
 غضب کا کہیں ٹھکانا ہی کہ مباہلہ کے معنی سے تو آگاہ نہیں اور کتاب تصنیف
 کرنے بیٹھنے کے مولف صاحب مباہلہ کے معنی جنگ و جدال سمجھے ہوئے ہیں۔ یہ
 تو عام قائلین اور ہر شخص کے سمجھنے کے قابل بات ہے کہ جب ماہین و متخصون
 کے حلف یا قسم ہوتی ہے تو فریق ثانی اپنے فریق مخالف کی اسی قسم کو موثق
 اور متبر جانے لگا کہ جو اس نے اپنی کسی پیاری چیز کی قسم کھائی ہوگی۔ مثلاً کوئی شخص
 اپنے پسریا دختر یا پ یا بھائی کی قسم کھائے تو بہ نسبت اُس شخص کی
 قسم کے جو اپنے نوکر یا کر غلام سالہ سسر کی قسم کھائے ضرور معتبر اور قابل
 یقین سمجھے جائینگے۔ پس اگر رضائے بھران نے اپنے دل میں اس بات کو
 قرار دیا کہ اگر حضرت صلعم مع اپنے اقربا و اولاد کے مباہلہ میں قسم کھاوین تو مجھ
 لینا کہ وہ اپنے قول میں سچے ہیں۔ اور اگر مع اصحاب اگر قسم کھاوین اور اولاد

کو علیحدہ رکھیں تو سمجھ لو کہ وہ سچے نہیں ہیں تو کیا مضائقہ ہے یہ تو عام دستور کی بات ہے کوئی محل اعتراض نہیں اگر منشی صاحب مباہلہ کے معنی سمجھتے یا اس قصہ سے آگاہ ہوتے تو ہرگز ایسے برا فروختہ نہوتے۔ مگر منشی صاحب نے جس معنی میں یہ اعتراض کیا ہے میں اس معنی میں بھی بہت اچھی طرح اطمینان کر دیتا جانتا ہوں۔ اب مولف صاحب فرض کریں کہ مباہلہ کے معنی عبادہ اور جنگ کے ہیں اور نصرا نیوں نے آپس میں یہ کہا کہ اگر آنحضرت صلعم کل کو ہم سے لڑنے فقط بمعیت حضرت علی کے آئیں تو اُن سے ہرگز نہ لڑنا اور اگر جملہ اصحاب کو ساتھ لیکر آویں اور حضرت علی اُمین نہ ہوں تو ہرگز دست ڈرنا۔ اسکی یہ وجہ یہ کہ جب قدر غزوات و معارک آنحضرت صلعم نے کفار سے کئے اور ان کے بفضل حالات تمام عرب میں منتشر ہو گئے تھے اور سب لوگ جان گئے تھے کہ فقط آنحضرت صلعم کے اقربا وقت کام آتے ہیں اور اصحاب یعنی یار لوگ وقت سختی کے حضرت کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور تقسیم ضیعت کے وقت جمع ہو جاتے ہیں کیونکہ بنے دیکھ لیا کہ جب پہلے پہل بدر پر لڑائی ہوئی اور لشکر قریش سے تین کافر طالب جنگ نکلے اور لشکر اسلام سے انصار اُن کے مقابل ہوئے تو اُنھوں نے انصار کو واپس کر کے کہا کہ ہمارے کفو والوں کو بھیجو مگر یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر و عمر پسینہ پسینہ ہو گئے اور مہاجرین میں سے کوئی نہ نکلا مجبور حضرت کے اقربا یعنی ایک تو وہی مرد میدان شجاعت و ولایت جسکے نام اور ذکر سے مولف کے تن اور بدن میں آگ لگتی ہے دوسرے عم رسول مختار حمزہ نامدار تیسرے ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب چپازاد بھائی آپ کے نکلے اور کاہنہ دین کو

مارا آپ بھی زخمی اور شدید ہوئے جنگ احد میں بھی سب نے دیکھ لیا کہ یا رفاہ
میں جا چھپے فقط ایک بھائی خون کا شریک باقی رہ گیا۔ دیکھو روضۃ الاحباب اور
مدارج المنوت کو کہ سوائے حضرت علی کے سب بھاگ گئے اور بھاگنے والے کافر
ہو گئے جیسا کہ درج ہے کہ آنحضرت نے پوچھا کہ اسی علی تم مثل اور اصحاب کے کیوں
نہیں بھاگے تو اپنے فرمایا کہ کیا میں بھی بعد ایمان لانے کے کافر ہو جاتا
بدستیکہ مجھے آپ سے اقتدا ہے یا رون سے مجھے کیا کام جو آپ کو تنہا
چھوڑ کر بھاگ گئے۔

جنگ خندق میں سب نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے کئی کئی بار نہا جین
وغیرہ کو اور خصوصاً حضرت عمر کو حکم دیا کہ عمر بن عبدود کا مقابلہ کرو مگر
صاف شکر ہو گئے اور کانوں پر ہاتھ رکھ گئے مجبور وہی بھائی کام آیا جو
خون اور گوشت میں شریک تھا اور جاتے ہی اُس کفر کو جو برابر ایک
ہزار سوار کے سمجھا جاتا تھا قتل کیا چنانچہ فرمایا مخبر صادق نے المبائتہ
علی این ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال متی الی یوم
القیامہ۔ یعنی النبی علی کی یوم خندق میری تمام امت کے اعمال سے
افضل ہے جو کچھ کہ وہ قیامت تک کریں نصف لوگ حضرات شخنین کے
مرتبہ کو اس موقع پر قیاس کریں کہ اگر وہ تمام الزامات سے بری ہو کر
صاف اور خالص مسلمان اور داخل زمواست محمدی قرار دیجاویں
تو شاید وہ پوچھیں گے آگے ایک دانہ خرول سے تجا و زنگریں۔ قد شاسان
شخنین اس وقتہ پر کچھ تدبیر فرمائیں فقط زبانہ جمع خرج کسی کچھ کام نہیں

چلتا کہ فلان سے فلان افضل ہے۔

اسکے بعد خیر میں دیکھا اُسکے بعد حنین میں دیکھا کہ اقربا پر جدید اسلام مثل انبار عباس تک رسوخد کو تو نہا چھوڑ کر نہ بھاگے اور بدستور قائم رہے اور حضرت ابو بکر و عمر و جملہ اصحاب خصوصاً شرا، بیعت الرضوان ایسے فرار ہوئے کہ بیعت الرضوان کی نکت کا بھی خیال نہوا جسکی بابت صاف حکم تھا کہ دیکھو یہ بیعت ایسی ہی کہ گویا خدا کا ہاتھ بیعت کنندگان کے ہاتھ کے اوپر ہی جو کوئی اس بیعت کو توڑیگا وہ اپنے نفس پر توڑیگا یعنی اپنے کئے کی سزا پاویگا۔ مگر بھاگنے والوں کو اسکا بھی ہوش نہ رہا یہاں تک کہ رسول صلعم نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ باوازمند پکارو اور بیعت یاد دلاؤ اور اس طرح پکارو یا اصحاب السمرۃ السمرۃ نام اُس درخت کا تھا جسکے نیچے بیعت واقع ہوئی۔

منشی صاحب ہی فرماتے کہ نصاریٰ بخزان پھر ایسے اصحابوں کیوں درج تھے واما قولہ اب سنیے کار گزاران شریعت محمدی کی جدوجہد کا حال تفسیر آیت۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض۔ الخ

اقول مطلب مؤلف صاحب کا یہ ہی کہ یہ آیت خلافت خاصہ یعنی خاص اُن لوگوں کی ذات سے متعلق ہے جو سر یہ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور تمکین خلافت کو دلیل ایمان اور عمل صالح قرار دیا یہ دلیل کمال تفسیر دانی کی ہی مگر اس تمکین خلافت سے تخمین کو اسی قدر فائدہ پہنچتا ہے

جس قدر معاویہ یزید مروان عبدالملک ولید وغیرہم کو پہنچا اور جبکہ باعتبار
الہست یزید وغیرہ چند خلفاء موسیٰ کامل اور عامل عمل صالح نہ تھے تو پھر
اس آیت کے معنی کس طرح درست ہونگے اور درمیان یحییٰ اور یزید کے
فرق ماہ الہمت کیا رہا اسی سے تو کہتے ہیں کہ نادان کی دوستی بھی بری
ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے جب یہ آیت دلیل قطعی صحت ایمان خلافا کی ہے
تو پھر اُنکے کافر ہو جانیکا اندیشہ خدا تعالیٰ کو کیوں ہوا کہ یہ فرمایا ومن کفر
بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون۔

قولہ دیکھو شیخ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول خدا کا برحق
ہونا سبب اشاعت دین و حمایت اسلام اصحاب ذوی الکرام کی ہے
سعی بلیغہ سے خلق اللہ پر تحقیق ہوا۔

اقول شیخون پر عنایت رکھیے آپ نے متکلم ہوئے ہو علماء تقریظاً و لیساً
آپ کو متکلم مان لیا ہی اُنکو ہی یہ کلمہ کفر ناسیے۔ خدا تعالیٰ تو قبول تقنین
الہست دروازہ بے ہشت اور پابہائے عرش اور جناح ملائکہ پر یہ رقم فرما
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واید ذالہ بجلی۔ واید تہ بجلی۔
و نصیر تہ بجلی۔ پس اگر آپ لوگوں کو آسمان تک رسائی ہے اور افلاک
پر جانے کی ممانعت نہیں ہوئی ہے تو بجائے نام علی خلفاء ثلاثہ کا نام لکھ
آئے۔ اشاعت اسلام حمایت رسول انام ابھی ہم مشروحاً لکھ آئے ہیں
اُسکو غور سے ملاحظہ فرمائیے اور ذرا شرم و حیا کو بھی کام میں لائیے۔
دیکھیے اپنی صواعق محرقہ کو قال احمد ما جاع لاحد من الفضائل

ما جاء بعلي - یعنی امام احمد بن حنبل نے کہا ہی کہ کیسے حق میں وہ فضائل
 وارد نہیں ہیں جو حضرت علی کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔
 واخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال قال النزل
 يا ايها الذين آمنوا الا وعلیٰ مديها وشريفها ولقد عاتب الله اصحابا
 محمد في غير مكان وما ذكرا عليا الا فبيرو - طبرانی اور ابن ابی
 حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ نہیں
 نازل ہوا قرآن میں لفظ يا ايها الذين آمنوا الا یہ کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ
 اور بزرگ اس سرور مومنین کے قرار دیے گئے ہیں۔ اور البتہ بارہا خدا
 تعالیٰ نے اصحاب محمد علیہ السلام پر عتاب کیا ہی مگر اس موقع عتاب میں
 ذکر حضرت علی کا نہیں اور جہاں کہیں انکا ذکر ہو وہ کیل کے ساتھ ہو۔
 واخرج ابن عساکر عنہ قال ما نزل في احد من كتاب الله تعالى ما نزل في
 علي - یعنی قرآن پاک میں جو کچھ حق علی مرتضیٰ میں نازل ہوا ہے وہ کیسے
 حق میں نازل نہیں ہوا۔ واخرج الطبرانی عنہ قال كانت لعلي ثمانية
 عشر منقبة ما كانت لاحد من هذه الامة - یعنی کہا ابن
 عباس نے کہ حضرت علی میں اٹھارہ ایسے منقبت ہیں کہ اس اُسب
 محمدی میں کسی میں بھی نہیں ہیں۔

قولہ اگر تمام روئے زمین کے شیعہ جمع ہو کر آیت مباہلہ میں کوئی لفظ ایسا
 دکھائیں جس سے جناب امیر مصداق خلافت سمجھے جائیں تو شاید بلا صاحب کے
 دعویٰ کی کوئی تکذیب نہ کر سکے۔
 اہلسنت

اقول یہ تو ہر طرح پر کسی کی مجال نہیں کہ ملا صاحب کے دعویٰ کی تکذیب کر سکے۔ اب رہی یہ بات کہ آیت مباہلہ سے خلافت جناب امیر ثابت ہوتی ہے یا نہین سو یہ سب ظاہر اور روشن بات ہی محتاج کسی تاویل کی نہیں کہ آیت مباہلہ سے خلافت بلا فضل جناب امیر کی مثل آفتاب بصف المنار روشن ہے۔ دیکھو اس بات کو تو تم مانے ہوئے ہو کہ آیت میں نفس رسول اللہ سے مراد علی مرتضیٰ ہیں۔ اور شاید یہ بھی تم نے کسی سے سنا ہو گا کہ شی اور نفس شی میں جدائی اور فضل کی گنجائش نہیں پھر اثبات خلافت بلا فضل میں سوائے جاہل یا کم علم کے اور کسی کو کلام نہیں ہو سکتے۔ اگر خدا نے سچ عطا فرمائی ہے تو سچو حدیث منکنت مولاہ فلی مولاہ اسی لفظ نفس کی تفسیر ہے ورنہ کب ممکن ہے کہ وہ شخص جسے مولا رسول خدا ہیں علی اُسکے مولا ہوں۔ یعنی رسول خدا فرماتے ہیں کہ تم لوگ جیسا اپنا مولا مجھ کو سمجھتے ہو ویسا ہی علی کو اپنا مولا سمجھو کچھ فرق مت سمجھو یہی معنی نفس کے ہیں۔ دیکھو احادیث بھی بطریق الحسن اس بارہ میں مروی ہیں دیکھو خصائص امام نسائی صفحہ ۳۴۴ قال النبی صلعم علی کفیسے۔ یعنی فرمایا نبی صلعم نے کہ علی مثل میری ذات خاص کے ہے۔

تو لہذا یہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ دیکھو شیعوں اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس سے اکمال دین اور تمام نعمت کے مصداق جناب امیر ہوں اور شیعیہ دعویٰ اسلام نہیں کرتے کوئی آپکو شیعیہ کوئی امامیہ کوئی جعفریہ اثنا عشریہ کی

بیلون میں سے آپ کو کتا ہے۔

اقول یہ بات تو آپ اہلسنت سے دریافت کریں کہ وہ کیوں روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بعد خطبہ یوم غدیر اُسی مجلس میں نازل ہوئی اور آن حضرت صلعم نے سب مجلس کے روپر و بعد نزول اس آیت کو فرمایا الحمد لله على اكمال الدين و اتمام النعمت و رضی الرب برسالتہ والولايت على اين ابى طالب من بعدى۔ یعنی جمیع حدیث ثابت ہیں واسطے خدا کے اوپر کامل کرنے دین اور تمام کرنے نعمتوں کے اور خوشنود اُسکی کے ساتھ رسالت مسیحی اور ولایت علی بن ابی طالب کے بعد میرے مفصل رہتہ اور نشان آپکی کتب معتبرہ کا چند اوراق پیشتر بحث حدیث غدیر میں لکھ چکا ہوں اور شیعہ لوگ جو اپنے آپ کو امامیہ جعفریہ وغیرہ کہتے ہیں اسکا یہ باعث ہے کہ عوام بد مذہبان نے اپنے آپکو مسلمان، کشتار شروع کر دیا است تو ابوسفیان و مروان کی اور نام مسلمان چلے تو خلیفوں کے نام مسلمان مرید تو روزندیہ اور عبدالوہاب عینہ کے نام مسلمان اسلئے شیعوں نے اس بات کی تمیز کے لئے کہ ہم امت محمدی اور خیر البریہ میں اپنے آپکو لفظ مومن و شیعہ و امامیہ وغیرہ القاب مقدس و طاہرہ سے موسوم کر لیا۔ اور چونکہ لفظ مسلمان منافقین پر بھی شامل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اعراب و منافقین کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے آپ کو مومن کیوں کہتے ہو قولوا المسلمنا یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں پس امت محمدی ہوتے ہیں قسم ہر ایک مومن کامل جو صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں دو منرے

منافق اور بدین جو مصلحتاً اظہار فرما کر داری دین محمدی کا کرتے ہیں اور
 فقط مسلمان کہلا سکتے ہیں نہ کہ یوں۔ اسلئے شیون کا لقب یوں اور
 سفیون کا لقب مسلمان یا اہل اسلام ہو گیا فقط تخصیص و تقیم کا فرق ہی
 مولف نے صفحہ ۳۸ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل مخبوطن کے برہمی اور قابل
 اسکے ہے کہ جواب اسکا بلا لحاظ لیں و پیش ترکی بہ ترکی دیا جائے تاکہ سنگر
 مولف صاحب کے دل کو تسکین و آرام ہو جاوے اور وہ تعصب کا چوش
 جو بادہِ جہالت سے تقویت پا کر دل و دماغ میں غلیان و جوش کھارہا ہے
 گنوار کی عقل کی طرح گدی کے نیچے سکون پائے لیکن ہم پر تہذیب کو
 ہاتھ سے نہیں دیتے مگر مولف سے التجا کرتے ہیں کہ ایسی ناشایستہ
 عبارات و الفاظ تحریر کر نیکی عادت کو ترک کریں۔ مناظرہ کا کام علماء
 اول اہل دانش کا ہی گفتگو اور مباحثہ ایسا ہونا چاہیے کہ کسی کے دل کو
 ناگوار نہ ہو۔ اگر بحث شوری میں آپ عاجز آگئے تھے تو جواب لکھنا کیا
 ضرور تھا۔ یہ تو مناظرہ کا قاعدہ نہیں کہ جب اصل بحث میں عاجز آویں
 تو اسکو چھوڑ کر خضم کو گالیاں دینے لگیں تاکہ وہ غصہ میں بھر جائے
 اور اصل معاملہ سے توجہ جاتی رہے اس بحث شورے میں کیا
 موقعہ ان الفاظ کا تھا۔ جعفریہ اثنا عشریہ کے چلیے۔ امام صادق
 کا لقب کاذب ہو گا۔ ملا صاحب کے استدلال بجا پر طفل دبستان
 بھی قہقہہ لگا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
 پھر خدا کی قدرت ہی کہ دبستان کے اطفال تو قہقہہ لگائیں یا نہ لگائیں

بلدیوں اور چرواہوں کے چھو کرے قفقہ لگاتے ہیں۔ مگر مافلان خود میدان کا مضمون ہے۔ یہ بھی ہم مولا کا منکر یہ ادا کرتے ہیں کہ ملا صاحب کے استدلال کو مضحکہ ظلمان نادان قرار دیا۔ اگر خدا خواستہ اس کو مضحکہ علماء و حکماء لکھتے تو ضرور ہم کو بھی جواب دینا پڑتا۔ اب نادانوں کی بات کا کیا بڑا ماثن قولہ سیوم ایہ انما ولیکم اللہ ترجمہ خبر این نیست کہ اولی بقصر و حاکم بر امور دینی و دنیوی شما خداست و فرستادہ او کہ محمد است آن کسانیکہ ایمان آورده اند و تصفت اند باین کہ ایشان بیائے میدانہ نماز را باشرائط و ارکان و میدانہ مذکورہ را و حالانکہ ایشان رکوع کنند گانہ در نماز۔ انتہی۔ قول ملا صاحب۔ اما میں باین استدلال کردہ اند کہ خلافت منصب آنحضرت است زیرا کہ ولی درین آیت بمعنی اوئے بقصر است۔ انہم قول مولا تصبیحہ بچائے انما ولیکم اللہ کے انما اولیکم علی پڑھا کرین تاکہ بقصر کی ضرورت نہ ہے کیونکہ اس آیت میں تو ولی صفت خدا و رسول و جملہ اہل ایمان کی ہے نہ تنہا جناب امیر کی اگر ملا صاحب میزان الصرف بھی پڑھے ہوتے تو واحد و جمع کے صبیحہ کا ضرور ہی خیال رکھتے اور ہرگز معنی اولی بقصر کو آیت موصوفہ میں دخل نہ دیتی چونکہ ملا صاحب نے فارسی خوان ہیں اس سبب سے آنکو عربی کی ابتدا سے بھی خبر نہیں۔

ہاں اس قدر تو صحیح ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں البتہ جناب امیر کی سخاوت کی تعریف فرمائی ہے کہ اسی مسلمانوں

سمتھارا دوست خدا ہے اور اوسکار رسول اور ایمان والے لوگ
یعنی اصحاب با صفا کہ بعض اُنہیں کا ایسا بھی ہے جو حالت نماز میں
بھی خیرات کرتا ہی۔ تا آخر ہزلیات۔

اقول بگو کہ تعالیٰ مؤلف صاحب کی اس تحریر اور بحث کا لطف تواضعا
ذی علم ہی اٹھائیگی یا حضرات تقریظ نویسان نے اٹھایا ہوگا کیونکہ عالم کی
باتوں سے عالموں کو ہی لطف آتا ہی ملاکاشانی علیہ الرحمہ تو نرے
فارسی خوان تھے اور میزان الصراف بھی اُنھوں نے پڑھے تھے اور مؤلف
صاحب تو مائسار اللہ عربی اور فارسی بلکہ اردو کے بھی فاضل اجل
ہیں۔ میرے نزدیک مؤلف صاحب کی اس داہیات تقریر سے کوئی
ذی علم یاد انا شخص خواہ سنی ہو یا شیعہ راضی نہوا ہوگا بلکہ اپنے
ذہن میں سنی عالموں نے بھی ضرور خیال کیا ہوگا کہ مؤلف صاحب
ضرور بڑے عالی ظرف اور بلند جوصلہ ہیں کہ ملاکاشانی علیہ الرحمہ جیسے
عالم کو بھی اپنے ہی برابر پڑھا ہوا سمجھتے ہیں۔

اب مؤلف صاحب کی تفسیر دانی اور معنی فنی بھی خیال فرمائی
جاوے۔ کہ اول تو اُنکو اب تک اولی تبصر کے معنی سے ہی
اُگاہ ہی نہیں ہر نہ ولی کے معنی جانتے ہیں نہ مولا سے خبردار ہیں۔
اور معنی جو آیت قرآنی کے لگائے ہیں وہ بھی قابلِ غور ہیں کہ خداؤ
تعالیٰ مخاطب بھی جمیع مومنین سے ہی جو اُس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے
اور ولی بھی صفت جمیع مومنین کی ہی جو اُس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے

اس لیاقت پر شیعوں سے اُجھتے ہیں۔

بحث اس آیت میں تو فقط یہ ہی ہے کہ مسلمانوں کے جو تین اولیا۔ یعنی خدا و رسول اللہ۔ اور مسلمانوں میں سے ایسے آدمی جو نماز ادا کرتے ہیں اور حجالت رکوع خیرات کرتے ہیں (خواہ ایسا ایک ہی ثابت ہو یا دو یا زیادہ) مشرک دبیے گئے ہیں وہ کون کون ہیں پس خدا و رسول کے ولی ہوتے ہیں اور شاید مؤلف کو بھی اعتراض ہو گا اب باقی رہا تیسرا ولی یہ البتہ متاثر بحث ہے کہ مومنین میں سے وہ کون شخص ہے کہ جس کو خدا نے ولی مومنان قرار دیا اور جس کی شناخت کے لئے تعریف بھی کر دی ہے کہ وہ حسب دلائل ایمان بھرا ہوا ہے مومن کامل ہے نماز بشرط و ارکان ادا کرتا ہے۔ سب سے بڑی کھلی ہوئی شناخت اُسکی یہ ہے کہ جسے حالت رکوع میں سائل کو خیرات دی ہے۔ پس اس واقعہ سے تو مؤلف کو بھی انکار نہیں کہ یہ قصہ رکوع میں خیرات کرنے کا فقط حضرت علی مرتضیٰ کا ہی کسی دوسرے صحابی کی اسمین نہ شرکت نہیں بھرا جو اس اقرار کے کہ جو صفت ولی کی درج آیت ہے اُسکے مصداق اکیلے علی مرتضیٰ ہیں یہ کہنا کہ اس آیت میں ولی صفت میں جمیع مسلمانوں کی ہے کفر نادانی اور حجالت پر دلالت کرتا ہے۔ جملہ مفسران اہل سنت اس امر میں متفق البیان ہیں کہ یہ آیت حق علی مرتضیٰ میں نازل ہوئی اور مؤلف صاحب کو بھی اس سے اقبال ہے لیکن اب بر خلاف اسکے جو یہ کہہ رہی ہے کہ ولی صفت جملہ مومنین کی ہے اگرچہ یہ قول خود اسی آیت کے خطاب ہے

انہوں کو کیا کہنا مطلب بھی جمیع مومنین ہیں لیکن تاہم مولف صاحب کو ہم اجازت دیتے ہیں کہ اگر ان کے ذہن میں واقعی یہ وسوسہ جاگزین ہو گیا ہے کہ سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے اور صحابہ بھی ولی ہونشان ہیں تو اپنے کتب احادیث سے ہی اس بات کو ثابت کریں کہ فلاں صحابی کے حق میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ ولی ہونشان ہے یہ کہ احادیث صحیحہ مرویہ بہت دیرین ہیں۔
حلی معنی وانا منہ وھو و لکیم بعدہ۔ یا حدیث۔

منکنت ولیہ فہذا علی ولیہ۔ یا حدیث منکنت مولاہ فعلی مولاہ
یا حدیث انہ سید المومنین۔ امام المتقین۔ یعسوب المومنین
قاعدہ العزائم مجلیں۔ اسناد الہدیہ۔ قاتل الفجور۔

اگر عوام صحابہ کے حق میں ثابت نہ کر سکیں تو خلفائے ثلاثہ کے حق میں ایسی حدیث ثابت کر دیں لیکن یہ بات قطعاً محال ہے۔ پس مستحق ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جملہ اصحاب محمد صلعم کو یہ حکم دیا کہ جو اس میں غیبت کرے ولی تمہارے خدا اور رسول اور علی بن ابی طالب ہیں۔

معنی ولی بن ہو تو حیثیات نکالتے ہیں رکاوٹ اسکے اہل فضل و کمال پر پوشیدہ نہیں حدیث منکنت مولاہ کی بحث میں تو فرماتے ہیں کہ حضرت صلعم نے لفظ ولی کیوں نفرمایا کہ عداوت حقنی اولی تبصرت کے ہوتے اب لفظ ولی پر بھی اعتراض ہے تو گویا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم حکم خدا رسول کو نہیں مانتے۔ دیکھیے یہ عام دستور ہی کہ جس لفظ کے مستحق معنی ہوتے ہیں ان موقعہ اور قرینہ کو دیکھ کر معنی لگا کر جاتے ہیں مثلاً ولی بمعنی

حاکم اولی مقصود کار باز دوست ہے۔ پس جب کہ کبھی یہ لفظ بمقابلہ خدا و بندگان و غیر و امت و بادشاہ و رعایا مستعمل ہوگا زبان معنی اولی مقصود اور حاکم کے لئے جائیں گے اور جب بمقابلہ نابالغ کے بولنا جائیگا بمعنی کار پرداز سمجھنا بگا۔ اور جب مساوی الدرہ شخصوں میں اسکا استعمال ہوتا ہی تو وہاں بمعنی دوست لیا جاتا ہی نہیں جبکہ خدا و رسول و امام کے حق میں لفظ ولی وارد ہی تو کیا وجہ ہے کہ بمعنی حاکم و اولی مقصود نہیں اور کونسی ایسی دلیل و حجت ہے کہ بمقابلہ خدا و رسول و امام کے بمعنی دوست لی سمجھ لیا جاوے اور قطع نظر اس بات کے کہ ولی کے کیا معنی قرار دیے جاوین یہ بات تو ظاہر ہو گئے کہ دین اسلام میں سب سے بڑے تین شخص ہیں۔ خدا۔ محمد علی خواہ انکو حاکم و کار ساز سمجھو اپنا دوست سمجھو مگر بعد خدا و رسول کے علی کہ سمجھو اور یہ ہی خلافت بلافضل ہی والسلام۔

اسکے بعد مؤلف نے حوالہ تفسیر آیت کریمہ الذین ان مکلفہم فی الارض کا ذکر اپنے ذہن میں ولایت علی مرتضیٰ پر طعن کیا۔ اور فقط اہل تمکین فی الارض حاصل ہوئی سمجھنا یعنی انکے نزدیک سادہ و یزید و مروان امہ الہبت سے افضل ہیں انکو تمکین فی الارض حاصل ہوئی اور یہی بات کچھ مؤلف نے ہی نہیں کی بلکہ قدیم سے فرقائے گمراہان کا یہی دستور رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین غیر سلفا کو ترک کر کے جابر اور ظالم اور کافرا و شاہوں کے مطیع فرمان ہوئے ہیں جس طرح امت ابراہیم خلیل کہ فرود کی تابع تھی اور قبلی فرعون کی اور امت دانیال وغیرہ تابع تخت تغری۔

قوله چہ ارم قل لا اسئلک علیہ اجل الا المودة فی القربی۔
 اس آیت کے معنی مندرجہ تفسیر کا شافی پر۔ اعتراض کیا ہی۔ دگر مطلب سلیم
 از شہادہ دستی ثابت ممکن در اہل قرابت، مولف نے یہ قرار دیا ہی کہ قریش کو
 ہدایت کی گئی ہی کہ تم اپنے قریبوں سے محبت رکھو۔ پھر تفسیر پر اعتراض کیا
 ہی کہ اول فقرات ترجمہ ملا صاحب کا یہ مطلب ہی کہ اسی محمد تو اپنی قوم سے
 کدے کہ اسی قوم قریش تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور
 مجھے اور تم سے قرابت ہی اسکا بھی پاس و کا ظاہر رکھو۔ اور بعد اسکے یہ
 فقرہ لکھا ہی و محبت الہبیت پیغمبر تکلیف ست از جانب خدا استالی بہندگان
 یہ اجتماع نفیقین ہے۔

اقول یہ اجتماع نفیقین نہیں ہے بلکہ تعصب اور خطا تالیف کا اجتماع
 صدیق معترض کے دماغ میں ہو رہا ہی۔ معترض در حقیقت فارسی ترجمہ کو
 سمجھ نہیں سکتے ورنہ مشروع ترجمہ آیت تفسیر میں یہ ہی دگوا ہی محمد مرسل ایان
 رام حسب معترض صاحب سمجھ رہے ہیں (ای محمد تو اپنی قوم سے کدے کہ اسی
 قوم قریش) اب اہل انصاف فرما دیں کہ عبارت تفسیر کا قصور ہی یا معترض
 کے فہم اور ادعا غلط سی دانی کا ہی۔ جب عام مسلمانوں کو قریش سمجھ گئے
 تو ظاہر ہی کہ نبی کے اقربا کو قریش کے اقربا سمجھنا بڑا الگ معنی اور مراد آیت
 معترض کو کچھ حوصلہ محبت کا ہوا ورنہ بجائے ہودت ابو جہل و ابو ہودت ابو جہل
 و ابو سفیان قرار دیں تو میدان میں آئیں۔

دیکھو صواعق محرقة مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۴ (الایۃ السابعة العشرۃ)

قوله تعالى قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربى الخ -
 قال في تفسیره - اخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم وحاكم
 عن ابن عباس ان هذه الاية لما نزلت قالوا يا رسول الله من
 قرابتك هو الا الذين وجبت علينا مودتهم قال علی و
 فاطمہ وابناهما - وهكذا فی تفسیر الثعلبی والواحد عن سعید
 بن جبیر - واخرج البزار والطبرانی عن الحسن بن ضحاک عن منطوق
 بعضها حسان انه خطب خطبة من جملة ما عرفني فقد عرفني
 ومن لم يعرفني فانا الحسن بن محمد صلعم ثم تلاوا اتبعتم ملتاً ابائی
 ابراهيم الاية ثم قال ناثن البشيرانا ابن النذير ثم قال انا من اهل بيت
 الذي افترض الله عز وجل مودتهم ومولا اثم فقال فما انزل على محمد صلعم
 قُلْ لَا اسئلكم عَلَيْهِ اجْرًا اِلَّا الْمُدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَمَنْ يَقْدِرْ حَسَنَةً
 نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا وافتراق الحسنات مودتنا اهل بيت ينفى
 امام احمد بن حنبل اور طبرانی اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس
 سے روایت کی ہے کہ بسوقت یہہ آیہ کریمہ یعنی قُلْ لَا اسئلكم نازل
 ہوئی تو لوگوں نے رسول خدا صلعم سے عرض کی یا حضرت وہ قرابت
 آپ کے کون ہیں جنکی مودت ہم لوگوں پر واجب کی گئی ہے فرمایا
 آنحضرت صلعم نے وہ علی اور فاطمہ اور انکی ذونون پسریں -
 اور بزار اور طبرانی نے کہ بری محدث اہلسنت کے ہیں امام حسن علیہ السلام
 کا خطبہ کے طریق سے روایت کیا ہے جسکے طریق بدرجہ حسن پہنچی ہوئی ہیں

بجملہ اس خطبہ کے یہ ہے۔ جو کوئی جھکو جانتا اور پہچانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو کوئی جھکو نہیں پہچانتا اسکو جانا چاہیئے کہ میں حسن ہوں بیٹا محمد مصطفیٰ صلعم کا بعد اسکے آیہ کریمہ و اقمعت الخ تلاوت فرمائی اور پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ میں بیٹا ہوں اس بشیر کا اور پسر ہوں اس نذیر کا یعنی پیغمبر خدا صلعم کا پھر فرمایا کہ میں اس اہلبیت میں سے ہوں کہ جبکی مودت و موالات خدا تعالیٰ نے فرض کی ہے۔ پھر فرمایا کہ میں اس اہلبیت میں سے ہوں کہ جبکی حق میں محمد مصطفیٰ صلعم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قل لا استلکم علیہ اجر الا المودة فی القربی ومن یقترب حسنة تزدله فیہا حسنا اور اس آیت مبارکہ میں مراد اقتراف حسنة سے ہم اہلبیت کے مودت ہے۔

افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت فرائض سے ہی لگا ہ نہیں ہیں اور کچھ خیال نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے زور و ان امور سے سوال کیا گیا قولہ یحییٰ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم الخ۔

اس آیت کے معنی پر مولف نے یہ اعتراض کیا دیکھو شیعوں تمام ترجمہ میں کوئی لفظ ای نہیں ہے کہ جس سے خیر البریہ کے معنی علی و شیعہ کے سمجھے جاویں بلکہ نفیات گر وہ مبین کے کہ وہ اصحاب رسالت مآب ہیں بخوبی ثابت ہے۔

اور اسے دشمن مبین بہت کچھ مولف صاحب نے علماء شیعہ کے توہین

کی کہ اس روایت کو گیون لکھا کہ مراد خیر البریہ سے علی اور اذکی شیعہ
ہیں۔ حضرت کے زمانہ میں وجود شیعہ کہاں تھا۔ ابن سبائہ مہجری
میں سلمان ہوا وہ بانی مذہب شیعہ کا ہوا۔ اور بوجہ کمال جہالت
اور تعصب کے اس روایت کو شیعوں کے موضوعات سمجھا۔ اور
براہ تعصب یہاں تک ہزلیات کو بکا ہے کہ قابل نقل کرنے کے نہیں
بطور علاجہ لکھ دیا گیا۔

اقوال اہوال لد العالی العظیم۔ سبحان المد معترض صاحب کو بھی
تک یہ خبر نہیں ہے کہ یہ آگ تو اونہیں کے گھر میں لگی ہوئی ہے۔
ویکنی اسی لئی کہتے ہیں کہ جب تک علم اور لیاقت کافی نہ ہو کتاب کا
تصنیف کرنا اچھا نہیں ہے۔ مولف صاحب کو یہ تو علم نہیں کہ کون
روایات شیعوں کی ہیں اور کون شیعوں کے پس جس روایت
اور حدیث کو کبھی نہیں سنا یا ترجمہ شارح الا نوار میں نظر نہیں
پڑی اوسکی نسبت عقیدہ کر لیا کہ یہ روایت اہل سنت میں ہوگی
اور یہ جو کچھ مومنین آیا ہے دیا جو با غیرت لوگ مانتے ہیں اوبہ
کچھ تو خیال اس بات کا ہوتا ہے کہ اگر برخلاف ہمارے تحریر کی
یہ روایت کتب اہلسنت میں ہے نکل آئی تو پہر ہم کیا مومنہ بنیں
مولف صاحب ذرا متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمائی آپ ناچار ملاحظہ
کی تحریر پر غصناک ہو گئی یہ روایت تو سلمہ اہل سنت ہیں اور تمام
مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ مراد خیر البریہ سے اس آیت ہے

میں حضرت علی مرتضیٰ اور انکی شیعہ میں آپ کی ہر کانی سے شیعوں
 کے دشمن ہو گئے بڑی بڑی معتبر روایات اہل سنت سے ظاہر
 کہ شیعہ بیان علی کا دشمن جنہی در کافر ہے اکابر علمای اہل سنت نے
 تو مناظرہ کی کتابوں میں بھی اس لفظ کو شان علی اور شیعیان میں
 تسلیم کیا ہے افسوس ہے کہ آپ بغیر مطالعہ کتب اہل سنت تا ایف
 کتاب پر متوجہ ہو گئے۔ دیکھی صواعقِ محرقہ ابن حجر کا نام تو آپ نے
 بھی سنا ہو گا اور اسکے تعصب کی کیفیت بھی شاید گوشِ زد ہوئی
 ہوگی اور خود کتاب مذکور سے ہی ظاہر ہے کہ تعصب میں ادھکا پایہ
 بہر حال آپسے زیادہ ہے تھا لیکن چونکہ وہ عالم تھی اسلئے وہ روایات
 اہل سنت سے انکار نہیں کر کے مشکل تو مناظرہ میں بمقابلہ جاہل اور
 بے علم کے ہوتی ہے کہ اوسکو معاملات سے تو آگاہی نہیں ہوتی یہ خبر
 بنیں کہ ہمارے مذہب کی کتابوں میں کیا لکھا ہے وہ تو فقط سنا سنائی تو
 پیرایہ جہم باتا ہے کہ پیر اوس خط سے نکلنا اوسکا دشوار ہو جاتا ہے۔
 دیکھو صواعقِ محرقہ خود کی صفحہ ۹۹ مطبوعہ مصر کو (یہ وہ باب ہے جس
 آیات قرآنی متعلقہ اہلبیت پیغمبر کا ذکر ہے۔) (الایۃ الحادیۃ عشرۃ)
 قوله تعالیٰ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر
 البریہ۔ انخرج حافظ جمال الدین الذرندی عن ابن عباس رضی
 اللہ عنہما ان ہذا الایۃ لما نزلت قال صلعم لعلی ہوانت وشیعتا
 تاکی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضین ونا وعدو

عضایا مقمحین - قال ومن عداوی قال ومن تبرأ منك ولعنك
یعنی تفسیر ایہ خیر البریہ میں امام ذرندی نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ جو وقت یہہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صائم نے حضرت
علی سے کہا کہ خیر البریہ تو اور تیری شیعہ ہیں - قیامت کے دن تو
اور تیری شیعہ اس شان سے آئیں گے کہ خدا اولے راضی ہوگا اور
خدا سے وہ راضی ہونگی اور تیرے دشمن اس شان سے کہ خدا اونہیں غیب
ناک ہوگا اور سخت عذاب میں وہ ملاعنہ مبتلا ہونگی - پوچھا یا حضرت
میری دشمن کون ہیں فرمایا جو تجھ سے بنیزار ہیں اور تجھ سے وہ ملعون لعنت
کرتے ہیں -

اب اہل انصاف معترض سے ہماری داد لین کہ اونہوں نے بغیر طائفہ
اپنی کتب کے حضرت ملا کا شانی علیہ الرحمہ پر کیوں زبان طعن دراز کی
وہ اپنی مذہب کی خاص مرویات لکھنے سے بھی مترم نہیں ہو سکتی تھی اور
چہ جائیکہ ایسی روایات جو مذہب مخالفین میں بھی سوجھ بوجھ کی انتہا
ایسی ترش روئی اور غضب آلود الفاظ کے ساتھ طعن کیا جاوے
افسوس ہے کہ کوئی انصاف کرنے والا نہیں ہے اگر معترض صاحب ذرا
تقصیب کو دور کر کے تھوڑی دیر کیلئے منصف ہو جاوے تو غالب ہے
کہ بہر کہی مذہب تسنن کا نام نہیں اور جس نے اذکو و سوساٹ میں دالہ امر
اوسکے صیرت مذکور ہیں -

ہاں مولف صاحب کے ولین ایک دوسرے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب

تبعید سرچ نے مذہب شیعہ کی طرف سے اونکے دلیں بہت شکوک ڈال دی ہیں اور یہ سمجھا دیا ہے کہ مذہب شیعہ کا بانی عبد اللہ ابن سبا تھا اور آنحضرت صلعم یا حضرت علی کے زمانہ میں مذہب شیعہ کا وجود نہ تھا جیسا کہ وہ خود لکھ رہے ہیں۔

حالانکہ بموجب مذہب صحیح اہل سنت کے جو شخص مذہب شیعہ کی نسبت ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر مطلق ہے کیونکہ بانی مذہب شیعہ درحقیقت جناب سرور کائنات علیہ افضل التسلیمات اور حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ اذینکو ایک یہودی سے نسبت دینا مسلمان کا تو کام نہیں۔

اب ہم ثبوت اس بات کا پیش کرتے ہیں کہ زمانہ جناب رسول خداؐ میں مذہب شیعہ تھا اور شہادت حضرت پیغمبر خدا صلعم مومن کامل اور اہل بہشت اور نجات پانے والے نقطہ شیعہ ہیں۔ جو اصحاب شیعہ علی نہیں ہیں اذینکی نسبت صاف حکم ہے کہ اذینکا بہشت میں جانا ایسا ہی دشوار ہے جیسا کہ سوئی کے روزن سے اونٹ کا گذر جانا۔

اخرج احمد فی المناقب انه صلعم قال لعلى اما ترضى انك معى فى الجنة والحسن والحسين وذريتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذرياتنا وشيعتنا عن ايماننا وشمايلنا۔

واخرج الطبرانى انه صلعم قال لعلى اول اربعة يدخلون الجنة انا وانت والحسن والحسين وذريتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذرياتنا وشيعتنا عن ايماننا وشمايلنا۔ واخرج البيهقي يا عبد الله

قد غفر لك ولذريتك ولولدك ولاهلك وشيعتك و
 لمحبي شيعتك وايضا انت وشيعتك تردون على الخوض
 رواء مرويين مبيضة وجوهكم وعدواك مقبحين۔

وآخرج الدارقطني قال رسول الله صلعم يا علي يا أبا الحسن اما انت
 وشيعتك في الجنة بفضل الله تعالى ہم ثابت کر چکے کہ جو کچھ
 اعتراض مولف نے تغیر کا شانی پر کئی تھی وہ سب کم علمی اور تعصب پر نہ
 بنی تھی اور مولف کو مطلق خبر نہ تھی کہ وہ سب روایات کتب صحیحہ اہل
 میں بھی موجود ہیں اب اگر کچھ بھی اقتضای غیرت ہو تو مولف کو اپنی
 افعال ناشایستہ سے توبہ کرنی چاہی۔

مولف پر ہم ایک اور یہ احسان کرتے ہیں کہ انہوں نے جس قدر
 بیہودہ عبارات و الفاظ کا استعمال نسبت مذہب شیعہ و اکابر و عظام
 ملت شیعہ پر کیا ہے اس کا جواب ترکی بہ ترکی پہنچنے نہیں دیا بلکہ
 اس کو اور دن پر بھی چوڑ دیا مگر یہ خیال ہو کہ ہم ایسے الفاظ لکھ
 نہیں سکتی نہیں ہم تو یہاں تک لکھ سکتے ہیں کہ مخالف خنچ اوٹے اور
 زندگی و شوار ہو جائے فقط اس خیال سے کہ ایک شخص کے عقائد
 کی وجہ سے کیوں ہزاروں آدمیوں کو رنج دیا جاوے اور اپنی پیش
 بہا کتاب کو ایسے بیہودہ ذکر سے کیوں ملوث کیا جاوے مرنے
 اہل انصاف غور فرماویں کہ یہ فقرات مندرجہ ذیل پہلی آدمیوں کی
 استعمال کے قابل ہیں۔ ابن سبا صدیقی بانی مذہب شیعہ کا ہے۔

دعوتِ نابو و شیعوں کا حضرت کے زمانہ میں کیسا۔ ملا صاحب کو سنا
دخول فی الدیر لطیفہ و متعدد زنانِ عقیقہ و ویدار فرج شریفہ کا بدل
اقرار ہے اور اونکی خطِ نفس کے واسطے بس ہے۔ لغو ذباتہ من
شہد و انفسہم۔

مولف صاحبِ غایت کتابِ خود میں جوابِ ہندیانہ کے امیدوار ہیں
اونکو اپنی الفاظ پر ذرا غور کرنا چاہئے۔

سوال سوم اہل تشیع

اگر ایسی حدیثِ ہر سچ نہیں ہے تو اس امر کو آنحضرت صلعم نے محلِ کیوں
رکھا صاف صاف طور سے کیوں نہیں فرمایا کہ میری بعدِ فلان کے
بعد دیگر ہی خلیفہ ہونگے جیسا کہ وقوع میں آیا۔

جواب اہل سنت

حدیث بوجہ تطویل فقط ترجمہ پر اقتصار کیا جاتا ہے ترجمہ روایت
ہے ابنا سریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جبرائیل سے آدم اور
موسیٰ نزدیک پروردگار اپنے کے یعنی عالمِ روحانی میں پہر غالب آئی
آدم موسیٰ پر کہا موسیٰ نے تم آدم ہو کہ پیدا کیا تمکو اللہ نے اپنے ہاتھ
سے اور پہونکی بیچ تمہارے روح اپنی یعنی روح پیدا کی ہوئی اپنی اور
سجدہ کر دیا واسطے تمہارے فرشتوں اپنے سے اور کیا تمکو بیچ جنت
اپنی کے پہر اوتار اتنے آدمیوں کو ساتھ گناہ اپنی کی طرفت زمین کے
یعنی اگر گناہ نہ کرتے کا ہیکو زمین میں آتے اور اولاد پہان پہیلتے کہا

آدم نے تم وہ سوئے ہو کہ برگزیدہ کیا تمکو اللہ نے ساتھ پیغمبری اپنی
 کے اور ساتھ کلام اپنی کے اور دین تمکو تختیان کہ بیج اوں کے بیان ہے
 ہر چیز کا اور نزدیک کیا تمکو سرگوشی کو نیکو پس ساتھ کتنی مدت کے
 پایا تھے اللہ کو کہ لکھی تورات پہلے پیدا ہونے میرے کی کما سوئے
 نے چالیس برس پہلی کہا آدم نے پس کیا پایا تو نے بیج اوں کی مضمون
 اس آیت کا نا فرمانی کے آدم نے رب اپنی کے پس بیگا کہا کہ مان
 کہا آدم نے کیا پہر ملامت کرتے ہو تم مجھ کو اس پر کہ کروں میں وہ عمل
 کہ لکھا ہے اوں کو اللہ نے بھیج کرنا اوں کا پہلے پیدا کرنے میرے کے
 چالیس برس فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے پس غالب آیا آدم موسیٰ پر
 ف زمرہ کی تختیوں پر تورات لکھی ہوئی اور تری تھی آسمانوں سی شستر
 اونٹوں پر لدتی تھی اور مضمون تورات قدیم ہے لیکن تختیوں پر یا
 غیر اوں کے پر چالیس برس پہلے پیدا ہونے آدم کے لکھی گئی تھی اور
 یہ جہگڑا اس جہان کا نہیں ہے کہ جہان اعمال جو نے درست نہیں ہیں
 بلکہ عالم علوی کا ہے کہ وہاں قید تکلیف میں نہیں انتہی۔
 دیکو شیعو نوشتہ تقدیر برحق ہے اوں کے برخلاف نہ کوئی بنی کر سکتا
 ہے اور نہ کوئی ولی ج طرح سے خالق اکبر نے پیدائش حضرت آدم سے
 پہلے چالیس برس تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ آدم و نیا میں بھی جادو نیلے ہر نیکی
 اولاد سے تمام روی زمین بموجب زینت الارض من الا انسان
 کے ابادان و معمور ہوگی اسی طرح سے حضرت صدیق اکبر کی قسمت

زبردست ذلالت فضل اللہ بقیہ من یشکک من مالک عشر
 برین نے کتنی عی نہر ار پرس پیشتر لکھ رکھا تھا کہ بعد خاتم النبیین کے
 اؤنکا یا رخا ضروری ہے خلیفہ ہو گا جسکے آفتاب ہدایت کا نور شرق
 سے مغرب تک پھیل جائیگا۔ بعد اونسکے درجہ بدرجہ تا ختمی خلافت
 ولایت دستگاہ سلسلہ خلافت علی الترتیب قائم رہیگا۔ سچ کہوشیعو
 تقدیر برحق ہے کہ نہیں اگر حق ہے تو پھر نزاع خلافت بلا فصل کیسا۔
 اقوال بچولہ لغالے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص سناظرہ و
 بساحتہ میں ہاجز آتا ہے اور کوئی جواب معقول یا غیر معقول اؤسکو
 نہیں ملتا تب تقدیر پر حوالہ کر کے اپنے عجز کا اظہار کیا کرتا ہے وہی
 کیفیت مولف کی ہو گئی آخر درجہ جب کوئی سند جو از خلافت خلیفہ
 اول کی اؤنکو دستیاب نہوی تو اؤنکو حوالہ تقدیر کر کے آپ الگ ہوئے
 اور کچھ خیال اس امر پر نہ کیا کہ نوشتہ تقدیر اس بحث میں مطلق کار
 آمد نہیں ہے کیونکہ جس طرح کسی فعل کا ارتکاب تقدیر میں لکھا ہوا ہوتا
 ہے اوسی طرح اوسکی سزا اور جزا بھی تقدیر میں لکھی ہوتی ہے۔
 اگر ہم قول مولف کو تسلیم کر لیں کہ خدا تعالیٰ نے خلیفہ اول کے
 تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ خلاف حکم خدا اور رسول کے اہلبیت پیغمبر کا حق
 غصب کر کے خود خلافت پر تسلط ہو جائیگی اور اؤسکے بادشاہن بھی
 ضرور نوشتہ تقدیر میں ثبت ہوگی تو مولف صاحب کے بحث میں کیا
 مفید ہوگی اور جو از خلافت پر کس طرح نوشتہ تقدیر رسد ہوگا۔ جامی غور

ہے کہ بطرح حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے اونکی خطا و رنج تقدیر بلکہ العواصج تو بریت پر ہی ثبت ہو چکی تھی تو ضرور شیطان کی گمراہی اور سر تابی ہی پہلی سے اسکی تقدیر میں لکھی گئی ہوگی۔ مگر ظاہر ہے کہ نوشتہ تقدیر نے شیطان کے جرم میں کچھ تخفیف نہیں کی اور لعنت کا طوق اس کے گردن میں پڑ گیا۔ افسوس ہے کہ جو حجت مولف صاحب کو دستیاب ہوئی ہے باوجود بڑا ذی علم ہونے کے بھی شیطان کو دستاویز نہ ہوا اگر شیطان بروقت اپنی رو بکاری کے اس حجت کو خدا تعالیٰ کے روبرو بیان کرتا تو ضرور بے قیدہ مولف شیطان بری ہو جاتا مگر افسوس ہے کہ وہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا مگر اب بھی بڑی رو بکاری کا دن آنے والا ہے مولف صاحب ضرور شیطان کی طرف سے دکیل یا مختار ہو کر اس حجت پر خدا کے روبرو استدلال کریں اگر شیطان کی حق میں اس حجت تقدیری سے کامیابی ہو گئی تو سلام وہ خوشنودی شیطان کی ایک عمدہ نظیر مولف صاحب کو ہاتھ آئیگی اور اس نظیر کے بنا پر اسی قسم کی اور خطا کا رونا و سمر و دن سرکشوں کے مقدمات میں بریت حاصل ہو جائیگی۔

مولف صاحب نے جو اس موقع پر حوالہ تقدیر دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تقدیر کے معنی سے مطلق آگاہ نہیں ہیں۔

فقط یہ سن رکھا ہے کہ تقدیر کوئی شئی ہی اور ان اوبسکی بڑبلاں کچھ نہیں کر سکتا بلکہ امر تقدیری کے کرنے پر قطعی مجبور ہے گویا تقدیر

لکھنے والا اور افعال کا ارتکاب حاکم انسان سی کرتا ہے حالانکہ ایسا
 عقیدہ بالکل کفر ہے۔ کیونکہ جب ارتکاب افعال میں انسان بحکم تقدیر
 مجبور ہے تو سزا اور جزا لازم نہیں اور درحالیکہ جزا و سزا کا دیا جانا
 مسلم ہے تو ذات باری تعالیٰ پر ظالم ہونیکا اطلاق ہوگا اور یہ مصرحاً
 کفر ہے۔ واقعی تقدیر کے معنی سمجھنے میں عوام کو گون لی سخت غلط
 کہا یا ہے اور اسکی اصلی مضمون اور مراد کو مطلق نہیں سمجھتے یہ ہم بھی
 کہتے ہیں کہ کوئی شخص تقدیر کی برخلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہہ کر سکتا
 اسوجہ سے نہیں ہی کہ ہم ہر کام کو نوشتہ تقدیر دیکھ دیکھ کر ہی نہیں۔ یا کوئی
 محرک ایسا ہی کہ حکم خواہ و خواہ اور افعال کی کرنی پر مجبور یا آمادہ و
 مستعد کرتا ہے بلکہ تقدیر ایک نوشتہ ہے اس عالم الغیوب کا جسکو
 ہماری تمام و کمال حالات اور افعال اور حرکات و سکنات ہماری پیدا
 سی پہلی معلوم ہو چکی ہیں اور اسنی اپنے علم تقدیم کی ذریعہ سی معلوم
 کر کے لکھ دیا ہے۔ پس یہ سمجھنا چاہی کہ ہمارا کوئی فعل ایسا نہیں جسکا علم
 خدا تبارک کو پہلی سی نہیں ہو چکا ہے اور اس نوشتی میں نہیں لکھ چکا ہی
 گویا انسان جو کچھ دنیا میں پیدا ہو کر فعل کر نیوالا ہی اسکی افعال کی فہرست
 بروی علم غیب لکھی جا چکی ہے۔ اس عقیدہ کی رد سی تقدیر ہی مسلم ہے
 اور خدا تبارک ہی عادل رہتا ہے اور بہشت و دوزخ سے ہی انکار کرنا
 نہیں پرتا۔ اگر نقصان سے تو فقط یہ ہی کہ ملحدون و ہر یون ظالمون
 گنہگارون کو اپنی مجبورے کی حجت اور خدا تبارک سے پر ازام لگانی کا

موقعہ باقی نہیں رہتا ہے۔ وہ لوگ افعال بد کے الزام کی دفعیہ میں نہیں
کمر بستہ ہو سکتے کہ ہمارے تقدیر میں لکھنے والے نے یہ ہی لکھ دیا ہم اس کے برخلاف
کیسی کرتے۔

مولف صاحب نے اتنا ہی خیال نفرمایا کہ اگر انسان بوجہ تقدیر کی مجبور
ہوتا تو خدا تعالیٰ کو انبیاء و مرسلین کو مبعوث کرنے کی کیا ضرورت تھی کلام
کی ممانعت نیک کام کی ہدایت کیوں ہوتی جبکہ تقدیر خدا تعالیٰ
نے پیدا کر دیا ہے اس سے نیک کی کیوں ایسا ہے اور جبکہ تقدیر
نیک پیدا کیا ہے اس سے صدور بدی کا خوف کیوں ہے کہ جبکی
وجہ سے انبیاء کو مبعوث کیا کتابین نازل فرمائیں۔ پس جبکہ تقدیر
مانع جزا و سزا نہیں تو افعال کی جزا و عدم جزا کا نہ اس پر تقدیر پر نہ
لہذا جزا و خلافت خلیفہ اول غیر ثابت ہے مولف صاحب اگر نظیر حضرت
آدم پر بھی قایم رہیں تو ضرور راہ راست پر آجائیں گی کیونکہ قصہ حضرت آدم
سے ظاہر ہے کہ پہلی کالہا ہوا نوشتہ تقدیر او کی الزام اور گناہ کو فتح
نکر سکا جیسا کہ قرآن پاک میں او کی نسبت نازل ہی فاؤ لھما الشیطان
یعنی ہبکا دیا اون دونوں کو شیطان نے اور بوجہ اغوا شیطان کی وہ
درخت ممنوعہ کی پاس گئی اور ظلم کرنے والوں میں سے ہو گئی جیسا کہ صریح
عقیدہ اہلسنت کا ہے۔ پس اسی پر قیاس کر حضرت ابو بکر رح کی حال
کو کہ جب اونکو بخوبی متنبہ کر دیا گیا کہ خلافت پیغمبر منصب حضرت
علی کا ہی اور تم کی طرح خلیفہ یا نائب پیغمبر خدا کی نہیں ہو سکتی ہو اور

اونکی طرف سے تم ایک حکم کی یہی تبلیغ نہیں کر سکتی ہو اور یہی اور نہوں
 کی برخلاف حکم خدا کی خلاف حضرت علی کو مانا اور خود متضدی اس
 خلاف کی ہوگی تو نوشتہ تقدیر اس الزام کو رفع نہیں کر سکتا۔
 قول اور اگر آپ حق نہیں جانتے اور مثل دیدار خدا کی تقدیر سے
 بھی انکار کرتے ہو تو دوسرا جواب لیجئے۔

اقول ماشاء اللہ آپ ہی اپنی جواب کو بی وقعت سمجھی ہوئی ہیں اور ظاہر
 ہے کہ باوجود تسلیم تقدیر کی یہی الزام غصب خلافت رفع نہیں ہوتا
 بہر ایسی فضول اور ناتاہل جواب سی مولف کو کیا فائدہ حاصل ہوا ضرر
 دیدار خدا کو خود ہی مولف نہیں جانتی مسئلہ تقدیر سے زیادہ اہم
 فاسد العقیدہ ہیں پہر اسکا ذکر کیا ضرورتاً ناقص گنہگار ہوئی جب آپ
 خدا کی مانتہ پیرانگہ موہنہ بدن وغیرہ کی قایل ہیں تو پھر دیدار میں کون
 امر مانع ہی حائل ہے تو اہلسنت ہی ہیں جنکو ہر شب جمعہ میں دیدار
 دیدار خدا کی تمنا ہوتی ہے اور ہر شب جمعہ میں مساجد کے چہت پر رہی
 ہری گانسن اور وال نحو در کتی ہیں تاکہ خدا ایتعالیٰ کامرب ہو کانی
 اور خیال فاسد اذکایہ ہی کہ ہر شب جمعہ کو خدا ایتعالیٰ سویتوں کی تعلیم
 پہنچے ہوئی مرکب پر سوار ہو کر بام مساجد پر آتا ہے یہی ان حضرات
 کا ہی کام ہے کہ تمام عقاید میں قرآن کی مخالفت کو ضروری جانتے ہیں
 تہران مجید میں تو یہ حکم ہے کہ بڑے سے بڑے الوالعزم کے بھی انکہ خلیفہ
 کو نہیں دیکھ سکے کہ حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کو دیدار کے سوال میں نہجہ

ملائک نزلنے آنحضرت مسلم کو معراج ہوئی اور کوئی دقیقہ آپ کی اغراز و اکرام میں فرو گذاشت نہیں کیا گیا مگر دیدار کی نسبت آنحضرت نے یہی نہیں فرمایا اسلئے مسئلہ دیدار کی قایل ہونی سے ضرور ایمان میں فرق آتا ہے جو شے آنکہ سے نظر آسکتے ہی اوسکی چگونگی اور کیفیت پر ضرور اطلاع ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس سے برابر ہے کہ کوئی آنکہ اوسکو دیکھ سکے اگر یوں کہا جائے کہ عالم روحانی میں دیدار خدا ممکن الوقوع ہے حضرت موسیٰ کو انکار دیدار بہ حیثیت جسمانی ہوا تو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ بموجب عقاید اہل تسنن بہشت میں عالم جسمانی نہیں ہو گا محض روحانیت ہوگی کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے معتقد ہیں اور بعث سے مراد جسمانی طور پر پیدا ہونا ہے کیونکہ روح کے موت کے قایل نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب طرح دیگر مسائل عظیمہ میں حضرات اہل تسنن دائر اندوال اور غلطان اور پیمان ہو رہے ہیں اوسے طرح اس مسئلہ دیدار اور تقدیر میں بھی حیران و پریشان ہو کر بالکل مجسمہ اور جبریہ ہو گئی۔ اور مذہب حق سے بہت دور نکل گئی اور کیوں مذہب حق سے دور نہوئے جبکہ حضرت مخبر صادق رحمہ فرمائی تھی کہ فقط علی تعزلی کی تقلید اور پیروی مگر اہی سے بچانی دالی ہے۔ پس جن لوگوں نے سوای علی مرتضیٰ کے اور اوان کی تقلید اور پیروی کی ہے وہ ضرور گمراہ ہو گئی ہیں۔ اب مولف صاحب کا وہ سرا جواب سنئے۔

قولہ وہ یہ بھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم کو جن حکام

۲۰ مفصل کی اور جن امور میں حضرت کو حکم مجمل اور تراویح کی تبلیغ حضرت نے

شرعیہ کے تبلیغ پر مامور فرمایا تھا بموجب و ما یَنْطِقُ عَنْ الْهَوَىٰ
 ان ہو الا وحیً یوحى کے پس یقیناً حضرت نے اس کی تعمیل میں
 ہرگز وسوسیل نہیں کی حق یہ ہے کہ جن معاملات میں حضرت کو حکم مفصل
 پہنچا اس کی تبلیغ حضرت نے بھی مجمل کی اور بعض معاملہ میں حضرت
 مطلق سکوت فرماتے تھے جیسے اکثر کفار اشرا حضرت سے
 یتامت کا حال دریافت کرتے تھے مگر حضرت یہ بھی فرمائی کہ میں
 نہیں جانتا اس کا علم خدا کو ہے پس یہ سوال ہی حضرات شیعہ کا سبب
 انحراف باطنی کے نسبت حضرت ما یَنْطِقُ عَنْ الْهَوَىٰ کے طنزاً
 ہے کہ حضرت نے کیوں اس امر کو مجمل رکھا مفصل کیوں نہ بیان کیا انہم
 اقول یہ جواب مولف کا پہلے جواب سے بھی زیادہ لنوا اور پوچھ
 ہے اور صریحاً او انکی عدم واقفیت شرح کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہہ
 بیان مولف کا محض غلط ہے کہ آنحضرت صلعم نے احکام شرعیہ
 مجمل کی تشریح و تفصیل نہیں فرمائی۔ مرسلیں اور پیغمبرؐ کا اصلی کام
 تو یہ ہی ہے کہ جو احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے مجمل نازل ہو
 میں او انکی تشریح اور تفصیل کر کے امت کو سمجھا دیں خصوصاً ایسے
 امور کہ جن کا کرنا واجب ہے یا نہ کرنا فرض ہے او انکو تو ضرور ہے
 ہر پیغمبرؐ نے بہت شرح طور پر امت کو سمجھایا ہے ویکو پچھلا حکم
 پانچ وقت کی نماز کا قرآن مجید میں مجمل ہے او میں کچھ تفصیل اور تشریح
 اونقائے اور رکعات کی نہ تشریح ارکان وغیرہ کی نازل ہوئی سچلہ

قرآن میں آیا ہے کہ ظہر کے چار فرض ہیں اور عصر کی چار رکعت ہیں اور مغرب کی تین اور عشاء کی چار اور صبح کی دو رکعت فرض ہیں اور کسبکہ قرآن میں نازل ہوا ہے کہ پہلی نیت باندھو پھر سبحانک اللہ جو پھر الحمد پڑھو پھر سورہ پڑھو پھر رکوع کرو اور سمع اللہ لمن حمدا لہمکرو وجہہ کرو اور دو دو رکعت کے بعد قنو د کرو۔ جواب دیجئے کہ آنحضرت صلیم نے نماز کی حکم محل کے استقدر تفصیل کیوں فرمائی یا رخ وقت کیوں مقرر کی رکعات ہر شانز کے کیوں معین فرمائی دوسرا حکم رکوع کا بھی قرآن میں محل ہے اسکی تفصیل ہی حضرت صلیم نے کر کے قواعد مقرر کئے تیسرا حکم حج کا ہے کہ قرآن میں کوئی تفصیل احرام اور دن تاریخ مقام کی نہیں آنحضرت صلیم نے تفصیل کر کے قواعد حج مقرر کی جو تھا حکم روزہ کا ہے اسکی نسبت بھی بہت کچھ تشبیح اور تفصیل آنحضرت صلیم نے فرمائی ہے۔ یہ قول بھی مولف کا محض غلط ہے کہ قیامت کے بیان میں آنحضرت صلیم نے سکوت فرمایا بلکہ یہ میں کہتا ہوں کہ تمام معاملات ہی زیادہ بیان قیامت کا قرآن مجید میں ہے و آنحضرت صلیم نے بھی ہر معاملہ سے زیادہ قیامت کی تشریح اور توضیح کی ہے صد ہا احادیث شرح حالات اور علامات قیامت میں آنحضرت صلیم سے روایت کی گئی ہیں کبھی آنحضرت صلیم نے قیامت کے حالات بیان کرنے سے عجز ظاہر نہیں فرمایا۔ اگر مولف صاحب کو یہ گمان ہو کہ تعین زبانہ قیامت میں آنحضرت صلیم نے سکوت فرمایا ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ آنحضرت صلیم نے

پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ علامات صغریٰ اور کبریٰ خاص قیام
 اور قریب قیامت کے بیان فرمائی ہیں کہ پہلی فلان علامت ظاہر ہوئی
 اس کے بعد فلان حادثہ ہوگا اس کے بعد فلان واقعہ ہوگا اس کے بعد قیامت ہو جائے گی
 نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مولف صاحب بغیر کسی فکر اور غوض کے
 جو کچھ زبان پر آتا ہے قلم سے نکال دیتی ہیں اور اس کی صحت و غلطی پر
 کچھ بھی توجہ نہیں فرماتے مولف صاحب ایک حکم بھی ایسا محل بیان نہیں
 کر سکتے جس کی پوری تفصیل اور تشریح رسول خدا صلعم نے فرمائی ہو خصوصاً
 ان احکام میں کہ خنکے نازل کرنے سے خاص مقصود الہی یہ ہے
 کہ امت آگاہ ہو اس کی تعمیل کرے کب ممکن ہے کہ رسول خدا صلعم اس کو
 محل جوڑ دین اور اس کی تفصیل و تشریح کر کے اچھی طرح امت کو تعلیم فرمادیں
 ہو امور کہ مابین خدا و تعالیٰ اور اس کی رسول کے راز و اسرار ہیں اور
 خدا تعالیٰ نے یہ بات چاہی ہے کہ اس راز سے سوائے میرے
 رسول کی اور کوئی اتنی آگاہ نہ ہو ایسی امور کو احکام نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ
 اسرار ہیں جیسی حروف مقطعات ہیں مگر سوائے انکی حکم کوئی ایسا صادر
 نہیں ہوا ہے کہ اس کی پوری تشریح کر کے رسول خدا صلعم نے امت کو
 نہ سمجھائی ہو نہ ابھی ہم اکثر آیات نقل کر چکے ہیں کہ مثلاً آیت مودت نازل
 ہوئی اور اوس میں فقط لفظ قرلی نازل ہوا مگر حضرت نے اس جمل کو
 اس طرح کہو لا کہ امی امت وہ قبرلی جبکی مودت تم پر فرض ہوئی ہی وہ علی
 اور فاطمہ اور اونکی دونوں پسریں۔ اسی طرح آیت تطہیر لفظ اهل بیت

فلان فلان علامات ظاہر ہوئی اور اس کے بعد

تازل ہوا مگر آنحضرت صلعم نے اسکی تشریح فرمائی کہ وہ علی اور فاطمہ
اور حسن و حسین بن صلو اللہ علیہم اجمعین اب رہا یہ امر کہ ولایت
وامامت ایسے احکام میں داخل ہیں یا نہیں کہ اگر کوئی شخص اسکی تعمیل
نکری تو اس سے خدا کی حضور میں باز پرس کیجا دیگی۔ اگر قابل باز پرس
ہے تو یہ بات غیر ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسکی تفصیل اجمعی طرح
نہ کی ہو۔ دلیل قابل باز پرس ہونی کی یہ ہے کہ اول تو یہ حدیث مسند
سنت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے من لوعرف امام زمانہ مات مصیبتہ
جاہلیتہ دوسری حدیث ثعلبین میں بحسب روایت صحیح مسلم عن زید بن
ارقم تین بار تکرار اس کلمہ ہے اذکر کما اللہ عز وجل فی اہلیتہ قسری
ان سب سے زیادہ مفصل یہ ہے کہ ولایت علی ابن ابیطالب
کی بابت لوگوں سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے اسکی تعمیل کی یا نہیں جیسا
کہ صواعق محرقات باب تفصیل آیات قرانی متعلقہ ال بیت رسالت میں
بذیل آیت نمبر چارم درج ہے الا یاء الرابعة قوله تعالى وقفوہم
انہم مستولون (الخروج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی
صلعم قال وقفوہم انہم مستولون عن ولایۃ علی امام واحدی نے
یہی استبانہ نزول میں لکھا ہے قوله تعالى وقفوہم انہم مستولون
امی عن ولایت علی و اهل البیت پس حکایت تھی ہے کہ حدایت
خدا اور رسالت محمد مصطفیٰ کی طرح ولایت علی ابن ابی طالب ہی
مسلمانوں سے سوال نہ کرین قبر میں یا بروز حساب پیش خدا پوچھی جائیگی

تو ثابت ہوا کہ بڑے اہم فرائض سے اور جملہ طاعات و عبادات سے
مقدم تر ہے تو کب ممکن ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایسے امر اہم اور
ضروری کو مہل چھوڑا ہو۔ یہ امر آخر ہے کہ خلفائے کتبہ کے نسبت کوئی
اس قسم کا حکم قرآن یا حدیث میں نہ درجہ کتب اہلسنت میں پایا نہیں جاتا
فقط اونکی بارے میں حکم ہونے سے یہ فتویٰ نہیں دینا چاہی کہ خلاف
وامامت کے یا رہی میں کوئی حکم مفصل صادر نہیں ہوا ممکن ہے کہ آپ کے
گمان کے برخلاف کسی اور کے خلافت و امامت کی حکم ہو اسکی خوب
تحقیقات کرنی چاہی کیونکہ اگر مفصل احکام اس بارہ میں ظاہر معلوم
ہو گئی اور کتنے فقط اسی گمان کی بہرہ بر کچھ خیال نہیں کیا تو تمام طاعات
و عبادات را گمان جائینگے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے
کہ بغیر عقیدہ امامت و خلافت بلا فضل مرتضوی کے توحید و رسالت پر
ایمان لانا کارآمد نہیں ہے۔ یہ معاملہ خلافت مابین فرقہ ہای اسلام کے
خدا ایتعالیٰ کی طرف سے ایک مشکل امتحان ہے بغیر انضال ایزدی
اس امتحان میں پاس ہونا ممکن نہیں ہے وجہ ہے کہ خیر فضل خدا ہے
اور او کو فہم رسا اور بصیرت کامل عطا ہوئی ہے وہ صاف صاف شرح
احکام خلافت مرتضوی کے اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جو فضل
ایزدی سے محروم ہیں او کو خاص اپنی مذہب کی کتابوں میں بھی وہ
احکام نظر نہیں آتے ابھی ہم مفصل طور سے احکام قرآنی اور احادیث
پیغمبر خدا صلعم کا ذکر کرینگے جو شرح طور سے کتب اہلسنت میں درج

خلافت و امامت حضرت علی مرتضیٰ کے مروی ہیں اور حضرات اہل بیت کو نظر نہیں آتے اور باوجود اس آگاہی کے کہ معاملہ خلافت حضرت امیر سلمانون کے لئے امتحان قرار دیا گیا ہے پھر بھی متوجہ نہیں ہوتے۔ اس امتحان کی بابت کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا کیونکہ خدا امیر نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ اہی محمد بنی است سے کمدی کہ فقط یہاں خدا اور رسول پرے آنا تمہارے بجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ تمہارا امتحان لیا جائیگا دیکھو ایام حجتہ الوداع میں نصب خلافت مرتضوی سے پہلے اور حدیث ثعلبن کے لگ بھگ اوایل آیات سورہ عنکبوت ایام قیام کہ سغمرہ بن ہارل ہوئی بین بسم اللہ الرحمن الرحیم اَلَمْ أَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْقِنُوْنَ وَلَقَدْ فْتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلْيَعْلَمِ الْكَافِرِیْنَ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ السَّیِّئَاتِ اَنْ یَّسْبِقُوْا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ یعنی آیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم یہ مکر کہ ایمان آئے جٹ گئے اور اذکی ازمایش نہ کی جائیگی اور بالتحقیق کہ سنسے اون لوگوں کی ہی آزمائش کی ہے جو انسے پیشتر گزر گئے پس ہر انیسہ خداوند تعالیٰ ملاحظہ فرمایگا اذکی حالات کو کہ دعویٰ ایمان میں صادق ہیں یا کاذب ہیں یعنی خدا تعالیٰ راست بازوں اور کاذبوں کا ظاہر اور مخیر کر دیگا۔ آیا گمان کرتے ہیں بد کام کے کرنیوالے یہ کہ ہم پر سبقت بجا نیلے۔ بہت بد ہے جو ایسا حکم کرتے ہیں پس

جہاں تک غور و فکر کیجا بیگی سو اسے معاملہ خلافت کے اور کوئی معاملہ
قابلِ امتحان نظر نہ آئیگا۔ اسی معاملہ کے اختلاف نے بہت سے
فترقات کو گمراہ کر دیا۔ فقط وہ لوگ صراطِ المستقیم پر قائم رہے
ہیں کہ جنہوں نے امام برحق کی تقلید اور پیروی کی ہے اور جنہوں نے
امام برحق کو شناخت نہیں کیا وہ ایسے گمراہ ہو گئے کہ گویا ایمان و اسلام
کے ان کو ہو ابھی نہیں لگی۔ دیکھو سو اسی امامت کے اور کون سا معاملہ
ہے کہ جس میں بغیر اس کے ایمان بوحمدانیت و رسالت ہر گز کافی و کارآمد
نہیں وہ فقط عقیدہ امامت ہے کہ بموجب حدیث شریف کے
کیسلی قابلِ وحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفیٰ صلعم کا ہو اور امام
کو نہیں جانتا وہ جاہلیت کی موت مرگیا گویا ایمان کے او سکو ہو ابھی
نہیں لگی کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ملک ولو لم یعرف
امام زمانہ مات میتة جاهلیة پس جبکہ امامت ایسی ضروری ہے
ہے کہ بغیر اس کے عقیدے کے ایمان بوحمدانیت و رسالت کارآمد
نہیں تو کب ممکن ہے کہ رسول خدا صلعم نے اس کا مفصل حال مستتر
نہ لکھا ہو اور اگر کچھ اغلاق یا اجمال رکھا ہو تو اسی کو امتحانی سوال سمجھنا چاہیے
اور ہمیشہ امتحانی سوال کا قاعدہ ہوتا ہے کہ سارا حال شرح بیان کر دیا
جاتا ہے اور کوئی ایک نکتہ دقیق ہی رکھ دیا جاتا ہے کہ اس کو ذی فہم
سمجھ جاوین اور کند ذہن طبیعت کے غبی او بین سرگردان رہنا کریں
جیسا کہ حضرات اہل سنت قیامت تک مولا اور ولی کے معنی میں ہے

علمان یسچان رہینگے اور خدا تعالیٰ کے رد و بر و امتحان میں ناکام رہی
رسول خدا صلعم نے یہاں تک قہلا دیا کہ گمراہی سے بچانے والا سنگ
المہیت پیغمبر اور عقیدہ ولایت علی ابن ابیطالب ہے مگر غبی لوگ
جب یہی نہیں سمجھتے۔

رجوع بمطالب اسرار الہدی مولف اسرار المدانے خارج
از آئنگ بجا اب سوال سیوم خدایات جو حق میں حضرت علی مرتضیٰ حمزہ
سید الشہداء علیہما التحۃ والثناء دیگر صالحین و مومنین مہاجرین و انصار
کے نازل ہوئے ہیں اور جبکہ کچھ تعلق بھی اصحاب ثلثہ نہیں ہے بلکہ کہ
حضرت ابو بکر کے خلافت پر استدلال کیا ہے اگرچہ تردید استدلال
مولف کے لئے خود وہ آیات ہے کافی ہیں اور ہر شخص جسکو مولف کے
طرح قرآن سے مغایرت نہیں ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات
میں سند خلافت خلیفہ اول تو بکا او کی تعریف ہی نہیں ہے اس دلیل
کے ضمن میں مولف صاحب نے نہایت بیودہ الفاظ نسبت
شیعان و علماء شیعیمان استعمال کئی ہیں مگر ہم بغیر ای مصرعہ۔
یہ نوری فشا ندوگ بانگ میدہد سپرد بخدا کرتے نہیں اعدا
سرشتہ تہذب کو ماتمہ سے نہیں چوڑے۔

مولف صاحب نے جس قدر آیات قرآنی پر استدلال کیا ہے وہ
سب کے سب امر بمرحوش ہے غیر متعلق ہیں اس لئے ہر استدلال
کے نسبت ذیل میں تردید کیا جاتی ہے۔

قوله ایت اول وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ مولف نے بجای ترجمہ کے عبارت تفسیر خلاصہ المنہج تحریر کی
ہے۔ مطلب اس آیت کا صاف و صریح یہ ہے کہ فرقہ مہاجرین و
انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان لانے اور نصرت پیغمبر کرتے
میں اور وہ یزید سبقت کی ہے اور انکی علاوہ وہ لوگ جنہوں نے
ان سبقت کنندگان کی متابعت نیکی کی ساتھ کی ہے اور نسے خدا کی تعالیٰ
راضی ہو اسے اور وہ خدا سے راضی ہوئی اور امدادہ کیا ہے خدا تعالیٰ
نے انکی لئے بہشت کو جسکے نیچے نہرین ہستی ہیں در حالیکہ ہمیشہ اوس میں
رہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اقول بحولہ تعالیٰ حضرات اہلسنت میں سے جو نصف مزاج میں
ذرا دل میں غور کر کے فرمائیں کہ اس آیت سے خلافت کو کیا تعلق ہے
اور حضرت ابوبکر کو کیا واسطہ۔ اگر محض لفظ ہجرت پر ناز ہے تو صدی
آومی مہاجرین اولین میں تھی کہ جنہوں نے واقعی گہ بار کو چوڑ دیا تھا پھر
تخصیص حضرت ابوبکر کی کیا ہے انہوں نے تو قطعی طور پر ترک وطن
ہی نہیں کیا انکے والد باجد و پسراں دو خزانہ و ازواج ایک عرصہ
در ازت تک کہ معظمہ میں سکونت رکھتے تھے حتی کہ ابو قحافہ اور عبد الرحمن
بن ابی بکر خلیفہ احد میں کفار کی آتش شامل تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہو گیا کہ جس

مطلب کے لیے مولف نے اس آیت پر استدلال کیا تھا اور میں انکو
 کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اس آیت میں کوئی تاویل بھی حسب مراد یوں
 چسپان نہیں ہو سکتی رہی بحث اس بات کی کہ ان سابقوں اور لو
 میں سب سے پہلے سبقت کرنیوالا کون شخص ہے تاکہ وہ اس فرقہ کا
 مقدم اور سردار سمجھا جاوے۔ ایمین بھی مولف صاحب کو کامیابی
 نہوئی کیونکہ تمام صحابہ ابرار اور محدثین معتبر اہل سنت کا اس پر اتفاق
 ہے کہ مردون میں سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ ایمان لائے
 اور عورتوں میں حضرت خدیجہ کبرے۔ دیکھو صواعق محرقہ ابن
 حجر مکی باوجودیکہ مناظرہ کی کتاب ہے اور مطلب اوسکے مولف
 کا ابطال مذہب شیعہ اور اثبات مذہب سنن ہے اور میں صاف
 لکھا ہے الفصل الاول فی اسلامہ وجموعہ وغیرہم لکھنے پہلی فصل
 بیان میں ذکر اسلام و ہجرت وغیرہ حضرت علی کی اسلم و ہوا بس
 عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذلک قدیم اللمنی
 اسلام لائے وہ حضرت دس برس کے عمر میں اور نو سال کی عمر بھی
 بیان کی گئی اور آٹھ سال کی بھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ قدیم سلمان
 میں بل قال ابن عباس و انس وزید بن ارقم و سلمان الفارسی و عجم
 انہ اول من اسلم و نقل بعضهم الاجماع علیہ یعنی ملکہ
 ابن عباس اور انس بن مالک اور زید بن ارقم اور سلمان فارسی
 اور انکی علاوہ ایک جماعت صحابہ یہ کہتے ہیں کہ وہ پہلے حضرت علی

علیہ السلام سب سے پہلے ایمان لائے بلکہ بعضوں نے انہیں سے
نقل کیا ہے کہ حضرت علی کی سابق الایمانی پر اجماع است واقع ہے
اور خصائص امام ناسی میں بطریق متعدد وہ زینب ارقم اور جہ عمرانی
اور عطیف و عمرو بن جہاد و عبد اللہ بن الہذیل عن علی متعدد ذرا یا
مروی ہیں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ حضرت ابو بکر
وغیرہ سب متاخرین مسلمانوں میں سے ہیں بمقابلہ حضرت علی کے
کیونکہ ما بین اسلام حضرت علی مرتضیٰ و اسلام حضرت ابو بکر کے سات
برس کا فاصلہ ہے۔ پس جبکہ بموجب عقاید اہل سنت اجماع است
اس امر پر واقع ہے کہ سب سے مقدم اور پیشتر حضرت علی ایمان
لائے ہیں پہر اگر کسی متعصب نے یہ لکھ دیا ہے کہ حضرت ابو بکر سابق
الایمان ہیں تو صریح افتراء پر دازی اور موضوعیت اوس روایت
کی ظاہر ہے۔ اور جو بعض اذکیاء اہل سنت نے اخفاء اصلیت
کے لئے کہ تاخیر اسلام حضرت ابو بکر ظاہر نہ ہو یہ تاویل علی کے ہی کہ ترکوں
میں سب سے پہلے حضرت اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور غلاموں میں
سے پہلے زید بن حارثہ اور ادھر عمر کے آدمیوں میں سب سے پہلی
حضرت ابو بکر مسلمان ہوئے رکاکت اس تاویل کے عیان ہی کیونکہ
بدی اس تاویل کے شیخ ستر کیوں بھی جو چودھویں صدی میں مسلمان
ہوئے ہیں سابق الایمان قرار پا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ لیور پول
واقعہ انگلستان کے آدمیوں میں سب سے پہلے ستر کیوں مسلمان

ہوئے۔ امام نسائی کے روایات سے جنکے نقل عنقریب آئیگی بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ عرصہ سات برس تک سوای رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور خدیجہ کبرے کے کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہوا اور بعثت رسول اللہ صلم سے سات یا نو سال تک کسی نے خدا کے عبادت نہیں کی سو اسے ان تین شخصوں کے۔

قولہ حضرت ابو بکر کے سابق الایمان نے مجمع البیان تفسیر معتبر شیعہ سے بھی ہوتی ہے کہ اوسین درج ہے کہ انیکہ پیشتر از ہمہ ایمان آوردند حضرت خدیجہ اند بعد از ان ابو بکر۔ مگر ملاحظہ الہد کا شافی قول سلامہ طبرے کی مخالفت کرتے ہیں۔

اقول دیکھئے یہ قدرت خدا اور معجزہ و بیخ تن پاک ہے کہ اہل حق کے کتب میں تحریف کر نیوالا بغیر کسی دلیل کے خود فضیحت و ذلیل ہو جاتا، اہل بصیرت کے رد و رد ہو کر اصل پر سب مجمع البیان پیش کرنے کے بھی ضرورت نہ ہے خود عبارت سے ہونا نہ ہو گا کہ یہ ہے کہ در میان نام حضرت خدیجہ اور حضرت ابو بکر کے چند نام مرقوم تھے جنکو مولف صاحب نے نکال ڈالا ہے۔ دیکھئے عبارت تفسیر مجمع البیان کو (کسانیکہ پیشتر از ہمہ ایمان آوردند حضرت خدیجہ اند) اگر اصل میں فقط حضرت خدیجہ کا نام ہوتا تو لفظ کسانیکہ نہوتا بلکہ بلفظ کسیکہ لکھا جاتا اور ای ہی (ایمان آوردند) کی جگہ (ایمان آورد) (اور بجای حضرت خدیجہ اند) کے ضرور یہ ہوتا (حضرت خدیجہ ہست) اور یہ

ساوا فقرہ یون لکھا جاتا (کیکے پیشتر از ہمہ ایمان آورد حضرت خدیجہؓ)
ناظرین با انصاف مولف صاحب کے کارردای پر غور فرمادین
کہ کیا اچھا طریق مناظرہ کا پیدا کیا ہے۔

اما قولہ اور ملاحظہ اللہ کا شانی اس قسم کے الفاظ دور از قیاس جسکا فقیر
طفل مکتب کو بھی نہ بہ نسبت جناب امیر کے تحریر فرماتے ہیں اور
وہ یہ ہیں (بندہ صحیح کہ طریق اہل بیت است اول کسی از مردان ہمارے
کہ تصدیق نبوت حضرت رسالت کرد امیر المومنین بود) (حضرت
رسالت فرمود کہ ہفت سال فرشتگان بر من و علی و رومی فرستادند
زیرا کہ درین ہفت سال بغیر از من و علی کلمہ توحید کہ لا الہ الا اللہ نہ
آسمان نہ رسید) اور یہ کہ (از سنال بن عمر و روایت ہے کہ گفت کہ من
از علی شنیدم کہ می فرمود من بندہ خدایم و بر او رسول خدا کے رسید
اکبرم) اور یہ کہ (و ابو طلحہ گفت من در پیش او در رفتم در موسم حج و گفتم
در میان مردمان اختلافی پیدا آیدہ من اتقہ ایکہ کنم گفت تمسک بکتاب
خدا شود لبلی ابن ابیطالب و ملازم این ہر دو شویہ رستیکہ من گوای میم
کہ رسول خدا می فرمودہ کہ علی ابن ابیطالب اول کسی ہے کہ من تسبیح
کرده و او کسی باشد کہ روز قیامت با من مصافحہ کند و او صدیق اکبر ہے
و فاروق اعظم بیان حق و باطل و یعوب مومنین ہے) افسوس ملاحظہ
کو اس عبارت لکھنے میں شرم نہ آئی کہ جناب امیر کو ہم رتبہ خاتم المرسلین
بہر دیا اور زبردستی ایکو صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور یعوب مومنین

اور بمقابلہ حضرت صدیق اکبرؓ کہ بھی آپ کو سابق الایمان سینہ زور سی
کہہ ہی دیا خیر یوں ہی ہبی مگر کلمات صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ و یسوب
مومنین میں البتہ گنجائش کلام لا کلام ہے۔

فاقول بحول اللہ العلیٰ العظیم بہ بات تو مؤلف صاحب نے البتہ سچ لکھی
ہے کہ ملا صاحب کی تحریر کا یقین طفل مکتب کو نہیں آسکتا اور غالباً یہ
ہی وجہ ہے کہ مؤلف صاحب کو یقین نہیں آیا حالانکہ نیم ملا بنگلے۔ یہہ
مقولہ جو عوام میں مشہور ہے کہ نیم ملا خطرہ ایمان واقعی سچا مقولہ ہے
ہر شخص کو جسکو معلومات مذہبی نہ ہوتے کہ اپنی مذہب کی کتب سے بھی گاہ
نہو اسکے ذہن میں بطریق چہل مرکب بہ بات سما جائے کہ میں خوب
واقف ہو گیا ہوں اب شخص ہمیشہ ہم چشموں میں ندامت اوتھاتا ہے
افسوس ہے مؤلف صاحب اسرار الہدے کے طالب پر کہ اونہوں نے
بغیر حصول واقفیت اور آگاہی کے ایسے نازک میدان میں قدم رکھا ہے
کہ اچھے اچھے واقف کاروں کے چپکے چوٹ جائیں۔ جو لوگ کچھ شرم
وغیرت رکھتے ہیں وہ ایسے واقعہ پر ضرور اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ
ایسی بات ہماری زبان یا قلم سے نہ نکلے جو انجام کار باعث ندامت کا
جن جن روایات کے نسبت جناب مؤلف صاحب نے ملا فتح اللہ کا
علیہ الرحمہ پر اعتراض کیا ہے اور ان روایات کو بلا علم اور واقفیت
کے محض اس بنیاد پر کہ شیعوں کے کتاب میں درج ہیں دروغ قرار
دیا ہے اگر وہ جملہ روایات بحیب و بلفظ سلمہ مرویہ محدثین اہل سنت

کے ہون اور کتب معتبرہ اہل سنت میں درج ہون تو فرمائی مولف صاحب کو کچھ غیرت آنی جاہزی یا نہیں۔۔۔ ان اعتراضات مولف صاحب سے پایا جاتا ہے کہ انکو اپنے مذہب کی کتابوں سے مطلق آگاہی نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انکو اس بات کی بھی شرم نہیں ہے کہ جن باتوں کا ہم اعتراض کر رہے ہیں وہ روایات ہمارے ہی مذہب کے ہیں لوگ اسکو کھرا کیا کہیں گے۔ کیا سب آدمی تقریظ نویسوں کی طرح ہی آنکھ بند کر کے کتاب کو مطالعہ کریں گے۔

جسوقت ہم یہ بات ثابت کریں گے کہ تحریر ملا صاحب علیہ الرحمہ لفظاً بلفظاً مطابق روایات اہل سنت کے ہے نہیں کہہ سکتے کہ مولف صاحب کو یہی کچھ نہ است ہوگی لیکن غالب یہ ہے کہ حضرات تقریظ نویسان تو ضرور نادام ہونگے اور آئندہ بغیر دیکھے ہمارے محض رعایت مذہبی ہے کسی کتاب پر تقریظ تحریر نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ حضرات مشاہیر علمائے اہل سنت سے ہیں۔

اب میں روایات مندرجہ تفسیر ملا صاحب کو ثابت کرتا ہوں کہ عین مطابق مرویات اہل سنت کے ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ بموجب مذہب صحیح کہ طریق اہل بیت پیغمبر ہے حضرت علی سب مردوں سے پہلے ایمان لائے مولف اسرار الہدے نے اسکو دور از قیاس لکھا کہ ایس ظاہر ہے کہ جس جس نے دین اور نصوص میں قیاس کو دخل دیا ہو وہ کوتاہ فہم ہیں نہ ہوشیار۔ اب میں کہتا ہوں کہ بموجب مذہب اہل سنت اہل

اجماع امت اس امر پر واقع ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے عبارت صواعق محرقة مع ترجمہ اور برہی نقل ہو چکی ہے کہ قال ابن عباس وزید بن ارقم و سلمان الفارسی و جماعت انہ اول من أسلم و نقل بعضهم الإجماع علیہ۔ و اخرج النسائی فی خصائصہ عن زید بن ارقم قال اول من أسلم مع رسول اللہ صلعم هو علی ابن ابی طالب۔ و اخرج ایضاً عن زید بن ارقم بطریق عبد اللہ بن سعد و هو یقول اول من صلی مع رسول اللہ صلعم علی ابن ابی طالب۔ و فی روایۃ اول من أسلم مع رسول اللہ صلعم علی رضی اللہ عنہ۔

مولف صاحب سے پوچھا جائے کہ اب یہی اونکی قیاس میں آیا اور عقداں کاتب اب بھی یقین کر نیگے یا نہیں یا آئندہ یہی انکو معلوم و کار کا ہو و سری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سات برس تک ملائکہ مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے اور اس زبان میں تغیر میری اور علی کے کیا کلمہ توحید آسمان پر نہیں ہو چکا۔

پس اگر ملائکہ کا درود بھیجنا مولف کے قیاس سے باہر ہو تو مولف صاحب سلامی سے خارج ہیں کہ صریح کلام ربانی اور آیات قرآنی کا انکو یقین نہیں قولہ تعالیٰ ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی الخ و قولہ تعالیٰ سلام علی ال یس کی تفسیر دیتے چاہئے اور سہمی ان آیات کی تفسیر جب مذکور صواعق محرقة آگے لکھی ہے کہ حسب حکم ان آیات کے تمام امت محمدی ماسور کی گئے ہے کہ محمد و آل محمد سرور و داعی

اور سلام بھیجا کہ میں کہ خدا ایتعالیٰ اور ملائکہ بھی اور نبیر درود و سلام بھیجتے ہیں
 اور اگر سات برس تک سوامی حضرت علی کے اور لوگوں کے مسلمان
 نہوئے اور نماز و عبادت خدا انکے نے پر بدیقینی ہے یہ سب تو صریح
 ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ ملا صاحب نے تو سات ہی برس تک
 حضرت ابوبکر وغیرہ کا مسلمان نہونا بموجب ایک روایت اہل سنت کے
 لکھا ہے مگر اہل سنت و جماعت کے صحاح میں تو نو برس تک انہیں سے
 کیا سو اسے حضرت رسول خدا و علی مرتضیٰ کے نماز کا نہ پڑنا و زج
 ہے۔ یہ ہر دو روایات سات برس اور نو برس کے مندرجہ صحاح اہل
 و الجماعت میں اگر ملا صاحب نے بخاطر داری اہل تشن سات برس کے
 ہی روایت کو نقل کر دیا تو کیا گناہ کیا ذرا ایدہر متوجہ ہو جائے۔ اخراج
 النساء فی خصائصہ حدیثنا احمد بن سلیمان الزہاوی قال حدثنا
 عبد اللہ بن موسیٰ قال ثنا العلاء بن صالح عن علی بن جالح عن عمرو بن عبد بن
 عبد اللہ قال قال علی رضانا عبد اللہ و اخو رسول اللہ وانا الصدیق
 الاکبر و اسلمت قبل الناس سبع سنین و لا بقول صاحبک غیث علی
 کاذب یعنی راوی باسناد خود کہتا ہے کہ فرمایا علی مرتضیٰ نے کہ میں بندہ
 خدا کا ہوں اور بہائی رسول اللہ کا اور میں ہوں صدیق اکبر اور اسلام
 لایا میں سب آدمیوں سے سات برس پہلے اور میری بعد جو شخص ایسا
 دعویٰ کرے وہ جہنم کا ہے۔

فرمائیں مولانا صاحب کہ آپ سب یقین آ یا یا نہیں ملا صاحب نے کیا خطا

یہ تو اہل تسنن کے صحاح کے حدیث ہے اور حضرات ائمہ فخریہ فقہ و حدیث
برہی ذرا توجہ ہو جائے اور یہ تو فرمائی کہ آئندہ کسی اور کو یہی صدیق اکبر
کا خطاب دیجیگا۔ خدا خواستہ کہ حضرت ابو بکر نے تو اپنی زبان مبارک
سے یہ نہیں فرمایا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ اگر ایسا ہو تو ضرور حضرت
اہل سنت کو اتباع ووافض کا کرنا پڑیگا اور نہ قرآن پاک کے مخالف تصور
حضرت ابو بکر کی سابق الایمانی اور صدیقیت کا حال تو معلوم ہو چکا
اب اگر فرمائی تو وہ روایت ہی عرض کروں جو آپ کی صحاح میں مروی ہے
کہ بعثت رسول اللہ صلعم سے نو سال تک سوای حضرت علی کے اور
کسی نے حضرت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ دیکھو خصائص سائی کی اوی
صفحہ کو کہ بعد نقل حدیث متذکرہ بالا کے ذکر عبادت تھوڑی سرخی دیکر
روایت نقل کی ہے عن علی قال لا اعرف احدا من ہذا
الامۃ عبد اللہ مع نبینا صلعم غیر عبدات اللہ قبل ان
یعبداہ احد من ہذا الامۃ تسع سنین بنی فرمایا حضرت
علی رضی نے کہ نہیں پہچانتا میں اس امت میں سے کسی کو کہ اوسنی عبادت
کی ہو خدا تعالیٰ کی ہمراہ ہمارے نبی صلعم کے سوای میری۔ میں نے
عبادت کی ہے خدا تعالیٰ کی نورس پہلے ہر عبادت کو نے دوسرے
سے اس امت کے۔

تیسری روایت ملا صاحب نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لکھی ہے
جس میں تمسک کرنا قرآن اور علی علیہ السلام سے اور القاب آپ کے

کے درج ہیں۔ صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ یعسوب مومنین۔ اور یہ
جلد امور و مسلمات اہل تسنن سے ہیں بلکہ صحاح ستہ کے متواتر روایات
سے ثابت ہیں۔ تنکب قرآن و علی کے بابت حدیث متواتر مندرجہ
صحیح مسلم و صحیح بخاری و بقیہ کتب صحاح موجود ہے قال رسول اللہ صلی
الی تارک فیکم الثقلین الہم جو چند بار اس رسالہ میں نقل ہو چکی ہے
علاوہ اسکے یہ روایت صواعق محرقہ سے نقل ہوئی ہے۔ (اخرج الطبرانی
فی الاوسط عن ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یرد علی الخوض
اور نیز صواعق محرقہ سے ثابت ہے کہ اس حکم کا چند بار رسول خدا صلی
تکرار فرمایا ہے خصوصاً بعد حجۃ الوداع و ایام مرض الموت میں بلکہ ابن عمر
سے روایت ہے آخراً نکم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فی اہل بیتہ۔
نسبت القاب جناب امیر کے اگر کچھ کلام ہے تو ابھی ایک روایت
اہل تسنن کی صحاح سے نقل ہو چکی کہ خود فرمایا جناب امیر نے کہ میں
صدیق اکبر ہوں اور میرے سوا اور کوئی صدیق اکبر ہونیکا دعویٰ کرے
وہ کاذب اور مفتری ہے۔ دوسرے صواعق محرقہ میں یہ مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ دنیا میں فقط تین شخص صدیق گزری ہیں
ایک خزیل ہومن آل فرعون دوسری حبیب بنجار صاحب تسنن اور
تیسرے علی ابن ابیطالب۔ اور علی افضل ہیں اہل بیتہ ان دونوں کے
اخرج ابن نجار عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصدیقون

ثلاثة من قبل موسى ال فرعون وحبيب الخمار من احب لیس و علی
ابن ابی طالب۔ اور حافظ ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی اس روایت
کو با نزاد اس فقرہ کے لکھا ہے و علی ابن ابی طالب وہ افضل ہم پس
جبکہ حکیم جناب رسول خدا صلعم دنیا میں فقط بن آدمی صدیق ہو سکے ہیں
وہ امام سابقہ ہیں اور ایک حضرت علی علیہ السلام اس امت مرحومہ میں
تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل سنت نے محض براہ کذب و افتراء حضرت
ابو بکر کے نام کے ساتھ یہ لقب لگا دیا ہے۔ علی ہذا القیاس فاروق عظم
بھی لقب حضرت علی کا ہے اور یعسوب مومنین ہی آپ کا ہے لقب ہے
دیکھو صواعق محرقة کو اخرج ابن عدی عن علی بن عبد اللہ النبی صلعم قال علی
یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین یعنی فرمایا بنی
صلعم نے کہ علی یعسوب مومنین ہیں اور منافقون کا یعسوب مال ہے
یعسوب شہد کے کہی کی بادشاہ کو کہتے ہیں جبکی سب کیساں مطیع
و فرمان بردار ہوتے ہیں۔

علاوہ اسکے جس روایت مندرجہ تفسیر ملا صاحب پر مولف صاحب
نے اعتراض کیا ہے وہ روایت بلفظہا اہل سنت والجماعت کے
معتبر محدثون کہے ہیں مولف صاحب نے محض ناواقفیت ہی آپ پر
اعتراض کیا ہے۔ طبرانی جو اجلہ محدثین اہل سنت سمیعین او ہنون
اس حدیث کو بلفظہ حضرت سلمان فارسی اور نیز حضرت ابو ذر غفاری
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اخرج الطبرانی عن سلمان

وابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما معاً ان النبی صلعمہ قال لعل
ان هذا اهل اول من امن وهو اول من يصافحني يوم القيامة
وهذا الصديق الاكبر وهذا اخا روق هذه الامه سيفر وبين
الحق والباطل وهذا يعسوب الامم صدين يعني روايت كى ہے
طبرانی نے حضرت سلمان اور ابو ذر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلعم
نے حضرت علی کی نسبت فرمایا کہ یہ سب سے پہلے ایمان لایا اور
یہ ہی سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کریگا۔ اور
یہ ہی ہے صدیق اکبر اور فاروق اس امت کا کہ فرق کریں والا ہے
حق اور باطل میں اور یہ ہی ہے یعسوب مومنین کا۔

افسوس منشی جو ہر علی صاحب کو اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے
شرم نہ آئی۔ دیکھیے یہ وہی نقل ہوئی کہ اولئنا چور کو تو الی کو ڈانڈے
کیا خوب آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ملا صاحب کو اس عبارت لکھتے ہوئے
شرم نہ آئی۔ حالانکہ منشی صاحب کی تحریر نہایت قابل شرم ہے۔
خیر یہ اعتراض تو منشی صاحب نے بوجہ ناہ انی اور لا علی کے ملا صاحب
پر کیا تھا جس میں انکو خود نام ہونا پڑا لیکن آئیہ کریمہ السابقون
الاولون میں بحث کرنا کہ صحابہ میں سے سابق تر کون شخص ہے
ہرگز مسلمان کا کام نہیں کیونکہ خود رسول خدا صلعم اس امر کا فیصلہ کریں
میں کہ اس امت محمدی میں سابق یعنی (ایمان لانے میں سب پر یقین
کرنوالا) حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور غور اکابر فضلاء و محدثین

اہل سنت ان روایات کو لکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ بموجب عقیدہ اہل سنت
و شخص سوائے حضرت علیؑ کے کسی اور کو سابق بتلا دے تو وہ کافر مطلق
ہے کیونکہ وہ مخالفت حکم پیغمبر خدا کی کرتا ہے۔

اگرچہ مراد سابق سے وہی اول من اسلم ہے اور ہم چند روایات
مندرجہ صحاح اہل سنت سے ابھی لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلیم نے فرمایا
کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا علیؑ ہے مگر اس خیال سے کہ شاید فقط
سابق میں کوئی اور باریکی اسکے سوار ہو اور بنی صلیب کو پہر کوئی
دوسرے دامن گیر ہو اس لئے ہم صاف طور سے بتلاتے ہیں کہ بموجب آیات
اہل سنت کے سابق اور سبقت کرنا ابھی کوئی شخص سوائے علیؑ
مرقحہ کے نہیں ہے دیکھو صواعق محرقة ابن حجر کو کہ اس میں بڑے بڑے
اکابر محدثین اہل سنت سے یہ روایت درج ہے۔ اخرج الدیلمی
عن عائشة والطبرانی۔ وابن مردويه عن ابن عباس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال السابق ثلاثة فالسابق الی موسیٰ یوشع ابن نون
والسابق الی عیسیٰ صاحب یس والی حمدا علی ابن ابی طالب
یعنی روایت کی ہے ولیم نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی و ابن جریر
نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے کہ فرمایا بنی صلیب نے کہ سابقون
یعنی ایمان لانے میں سب پر سبقت کرنا بنی صلیب نے تین شخص ہوئے ایک
سابق الی موسیٰ یعنی حضرت موسیٰ پر ایمان لانے میں سبقت کرنا والا
یوشع بن نون ہے اور عیسیٰ میطرف مسجبت کرنا والا صاحب

یہ یقین شمعون بطرس ہے اور محمد صلعم کی طرف سے سبقت
 کہ نبی الاما علی ابن ابیطالب ہے علیہ السلام۔
 اب منشی صاحب تلمذات فرما دین آئیہ کر یا السابقون الاولون
 الخ کو اور اگر اون کے نزدیک یہ آیت خلافت بلا فصل
 سے متعلق ہے تو ایمان لا دین خلافت بلا فصل حضرت علیؑ
 علیہ السلام پر اور باطل ذماحق سمجھیں خلافت انبیاء کو۔ غور تو کیجئے
 کہ مرسلین سلف کے خلفاء ہی وہی لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے
 پیغمبر ایمان لانے میں سب پر سبقت کی دیکھئے یوشع بن نون حضرت
 موسیٰ کے خلیفہ ہوئے اور شمعون الصفا حضرت سح کے خلیفہ ہوئے
 تو پھر کیا وجہ ہے کہ سابق الی محمد صلعم خلیفہ بلا فصل محمد صلعم کا نہوگا
 منشی صاحب نے حدیث منزلت مارون بن موسیٰ پر یہ حجت فرما
 تی کہ اگر بجائے مارون کے حضرت یوشع کی نظیر حضرت علیؑ سے
 دیجائی تو دلیل خلافت بلا فصل حضرت علیؑ کی ہو سکتی تھی اب خدا کی
 فضل سے حضرت یوشع کی نظیر بھی مل گئی دیکھئے منشی صاحب کیا توڑائی
 فرماتے ہیں اگر اون کی دل میں کچھ بھی انصاف ہوگا تو اپنی مدد کو انصاف
 ناظرین بالانصاف غور فرما دین کہ اگر منشی صاحب نے یہ رسالہ اسرار اللہ
 محض منظر تعجب مذہب لکھا ہے تو بہت بیجا اور نا مناسب کیا اون کو
 ایسی حالت میں کہ اب تک وہ ہرگز انہی مذہب کے کتابوں اور اپنے مذہب
 کے حالات سے واقف نہیں ہیں ہرگز تصنیف کتاب کی طرف توجہ

کرنی لازم نہ تھی ہر معاملہ اور ہر بحث میں اونکی لاعلمی اور ناواقفی ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر طرہ اور سیر یہ ہے کہ آپکی ذہن میں یہ بھی جایا ہو اسے کہ بھی اپنے مذہب سے پوری آگاہی ہے حالانکہ معمولی منشی لوگوں سے بھی اونکے معلومات کا پایا برتر نہیں۔ طرفہ یہ کہ جب آپ قرآن و حدیث سے سبقت و فضیلت حضرت ابو بکر کی ثابت کر سکتے تو روضۃ الصفا خاوند شاہی کو شیعوں کے تاریخ قرار دیکر اور سیرت لالہ فرمایا حالانکہ خاوند شاہ ایک متعصب سنی المذہب ہے اور ماخوذ اسکی تاریخ کا جو کچھ ہے وہ بھی اوسنے لکھا ہے۔ کوئی قصہ یا روایت اس کتاب میں کتب شیو سے ماخوذ نہیں ہر قصہ پر حوالہ کتب درج ہیں اگر کوئی شیوہ بھی اس طرح بحوالہ کتب اہل تسنن لکھتا تو مولف صاحب محبت نہیں کر سکتے تھے اور چہ جائیکہ مولف کتاب بھی سنت جماعت اور حوالہ بھی کتب اہل سنت کا ہی یہاں ایسے اقوال لغو و پوچ پر سند لانا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

مولف صاحب نے جو آیہ کریمہ محمد الرسول اللہ والذین معہ الخ پر استدلال کیا ہے اوسکو بھی اصحاب ثلاثہ سے تعلق نہیں کیونکہ وہ ہر عمر کہ میں کافروں سے ڈر کر ہلاک گئے۔ کسی جنگ میں اسٹنے نسبت ایک کافر کا بھی قتل کرنا ثابت نہیں۔ اخذ یہ نہیں وغیرہ عظیمہ سے ایسے ہلاکے کہ بعضوں کا تین روز میں تپہ لگا۔ مؤمنین صلوٰۃ پر البتہ جو کچھ غلطی و رشادت ان صاحبان نے فرمائی ہے وہ شہور ہے

حتی کہ سلمان لوگ پکارا دہی کہ ہم پر فلان فظ غلیظ القلب کیوں
 سردار کیا جاتا ہے باقی تہک خالد و احراق بیت سعد و رکوفہ و
 اخراج ابو ذر و ضرب عمار و این مسعود علاوہ ستم بر اہل بیت رست
 شہور کار نامے میں حضرت ابوبکر کے شدت جو اس قصہ سے نکالی
 ہے کہ اونہوں نے احد کے دن حضرت سے پوچھا تھا کہ اگر آپ کو
 تو میں اپنے باپ کو ماروں۔ اول تو اوس روز اذکو یہ ہوش گمان
 تھے مع حضرت عمر کے فرار ہو کر ایک غار میں پوشیدہ تھے دوسرے
 والد صاحب انکے کیا ہمراہیوں سے الگ تھی کہ جاتی ہی مار ڈالتی۔
 لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کو قتل والد منظور ہی تھا تو حضرت
 سے پوچھنا کیا ضرور تھا موقع پاتے ہی فوراً قتل کر ڈالتا تھا۔ اور آنحضرت
 صلعم و رانخا لیکہ مادی برحق تھی تو وہ ایسے فعل کی اجازت کیوں دیجے
 گئے کہتے کہ بیٹا باپ کو مار ڈالے اگر اسکے برعکس ہو تو مضائقہ نہیں
 مگر جو لوگ مرنے اور مارنے واسطے ہوسے ہیں وہ ایسی باتوں کے
 مشورے نہیں کیا کرتے۔ بھلا صاحب فرض کیا جاوے کہ اپنے اہل بیت
 کو تو حضرت کے منع کر دیتے سے قتل نہ کیا لیکن ادرکافروں کے قتل
 کرنے سے کہنے منع کیا تھا اور بہاگ جانے کا مشورہ کہنے دیا تھا۔ بعد
 عبد الرحمن اپنے پسہ کو جو ہمراہ کفار تھا کیوں قتل نہ کر ڈالا
 ایتہ ثانی اثبیدن تم پر جو استدلال کیا گیا ہے وہ آیتہ دراصل مذمت
 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نازل ہوئی ہی نہ کہ منقبت میں خود میاق

آئیہ شاہد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کے تعزیت کرتا ہے اور مسلمانوں کو ہمدید فرماتا ہے کہ اگر تم میرے بنے کا ساتھ نہ دو گے تو وہ محتاج تمہارے نصرت کا نہیں کیا تمہیں نہیں سنا ہمارے رسول کی بہادری اور سکون و وقار کو کہ جب وہ فقط ایک آدمی کے ساتھ غار میں تھا اور وہ ہمراہی ہی بخون جان خود رو رہا تھا تو ہماری پیغمبر کو اس ہمراہی کے جانت اور اپنی جنت سے کچھ ہمراہ نہوا بلکہ اسکو دلاسا دیا کہ تو کیوں رہتا ہے خدا ہمارے ساتھ ہے ایسی ہی اگر تم لوگ بھی ہمارے رسول کے مدد کرو گے تو تمہارے امداد کی کچھ پروا نہیں جس طرح سینے غار میں اپنے نبی پر تسکین نازل فرمائی تھی اور سی طرح اب بھی ہم غیب کے لشکر دن سے اسکی مدد کر سکتے ہیں۔ انوار الہد کے شمشل انصاف میں پوری بحث ان آیات کے بابت ہم لکھ چکے ہیں اور مولف صاحب کے معاون نے اسکو بڑے سکونت کام کر لیا ہے اور جواب اسکا نہیں دیا ہے جسکو ضرورت ہو اون کتابوں میں اس بحث کو دیکھ لے۔

اگر کوئی منصف مزاج اس آئیہ کریمہ کے معنی اور مطلب پر غور کرے تو اسی عدم صدیقیت حضرت ابوبکر کے صاف ظاہر ہو رہی ہے یعنی رسول خداؐ پیشتر سمجھا دیا تھا کہ میں بحکم خدا ہجرت کرتا ہوں خدا تعالیٰ ہرگز ضائع نہ کرے گا لیکن صدیق اہل سنت نے ہرگز یقین نہ کیا اور غار میں بیٹھ کر خوف جان کی دیکھنے صدیق اکبر ایسے ہوتے ہیں کہ جسوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیا کہ تم میری بات پر آرام کرو ہرگز کچھ خوف اور ڈر نہیں ہو فوراً صدیق اہل یقین

کر لیا اور بلا خوف و خطر بہتر رسول خدا پر سو رہے وہ لوگ ان کا مذکور قرآن میں موجود صدیق برحق کی شان میں من بيشري نفسا لہم نازل ہر کہ جس کو ان کا عقیدہ ظاہر اور صدیق برحق نام کی نسبت یہ کہیت مستند بیان کرنی ہیں جس سے کامل طور پر نفی صدیقیت کی ہوئی ہے۔

مولف صاحب نے ازراہ تعصب مذہب عبدالرحمن بن ابوبکر کو جبکہ امیر سرتر جمعی ہے حالانکہ بڑا نہ سبوت و مشرک اور کافر تو اور اس کے بعد یہی ذمہ لے لیں خداوند تعالیٰ کا نہیں کیا یہاں تک کہ جنگ حدین یہم و عبدالرحمن بن ابوبکر نہ کفار کی شامل نہ ہوئے صلح سے لڑنے کو گیا دیکھو معارضہ و اقدی کو۔

بعض اوقات اس بات سے زیادہ تعجب ہوتا تھا کہ حضرات خلفائے ثلاثہ ہر عمر کے اور میں کیوں طرح دجایا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ یہی جنگ سطر ح دجبانہ نقطہ حیات سے ہی نہ تھا بلکہ بعض معارف میں برعایت مخالفین طرح دججائے باپ و ریس کو کفار کے شامل کر کہا آپ رسول خدا کی ساتھ رہی جس طرف فتح حاصل ہوا اپنا کام کیا سہماں اللہ کیا خوب صدیقیت ہی گویا ہر دم یہ ارادہ تھا کہ اگر حضرت رسول خدا شہید ہو جائیں تو پھر مرتد ہو کر مشبول پدر و پسر کفار میں جا لیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ خود ایسے اصحاب کی خطاب فرماتا ہی افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم طرفہ یہم کہ حضرات اہل سنن کو اب تک قول خدا رسول کا یقین نہیں ہے۔ مولف صاحب تحریر فرماتا ہے (۱) اگر کفار شہداران و لوگ لہجون کہہ جاتے ضرور ہر جان سی مار دالتی پھر السو کی جھینجی جیسی ہی تھی کہ رسول خدا صلح ہوا بغیر ماتے ہیں کہ میں حکم خدا ہجرت پر مامور ہوں اور یہ کہ کفار کچھ ہی ایڈ نہیں دیکھتے مگر حضرت صدیق چون کفار برابر گریہ و زاری میں

قال صاحب اسرار الہد سے اگر باد صفت اثبات آیات بنیات کے یہی
اہل انقباض کا اطمینان نہوا ہو اور نہ بدوستی یہی کہی جاوین کہ اہل سنت جب تک
کوئی حدیث مفصل در باب خلافت بلا فصل حضرت صدیق برحق نہ کہاویں
شیعہ کتاب عثمانی کی کسی آیت کو مانینگے اور اوس میں بھی یہیہ تفصیل ہو کہ خلافت
یکے بعد دیگرے ہو تو بسم اللہ اس قسم کی بھی صحیح حدیث اہل سنت کے طرف
سے لیجئے لیجئے اور اہل سنت کے حق بجانب ہونیکے کچھ بھی تو داد دیجئے
وہ حدیث پاک یہ ہے حدیث شخ ابو ہریرۃؓ بیئنا انا ناثور ایتنے
على قلب علیہ اذ لو فزعت منها ما شاء اللہ ثم اخذها ابن ابی
قحافہ فزعر بها دبو اودہوین وفی نزعہ ضعف واللہ یعفر
لہ ثم استحالۃ مغربا فاخذها فاخذها ابن الخطاب فلم
اہ عبقریا من الناس یزعر نزع عمر حتی ضرب الناس بعطن بخاری میں
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ میں
سو تا تھا کہ میں نے اپنی تین دیکھا ایک کنوئین پر کہ اوس پر ایک ڈول بڑا ہو
سو میں نے اوس ڈول سے پانی کینچا بتنا خدا نے چاہا پھر اوس کو ابن تمافہ
لیا تو اوس سے ایک یا دو ڈول نکالی اور اوس کے کینچے میں کچھ سستی آہستگی تھی کہ
خدا اوس کو معاف کر گیا پھر وہ ڈول ایک پل بن گیا پھر اوس کو عمر خطابؓ نے لیا سو میں نے
کیا اوسیوں میں عبقری کہ جس کا کینچا عمر کی کینچی کے موافق ہو یہاں تک کہ لوگوں نے انہوں
کو اذکی نشست کا ہون پر بھلا دیا تا آخر۔ اس کے بعد مؤلف صاحب فی ف لکھکر
تشریح فرمائی اور بعد اس کی تقریر فرمایا جو حضرت کی بد ہونا تھا اوس کو خدا کی بلکونوا میں لکھا جا

اقول سبحو لہ تعالیٰ ماشاء الذی چوں کار از نور و مردان یحییٰ کند۔ اہل انصاف
منشی صاحب کے اس کار نمایان پر غور کریں کہ اپنی مذہب کا اثبات اپنی
کتا بون سے کرنے پر طالب دوا دین اور انکو اسپر بہت بڑا ناز ہے کہ بخند
ایک حدیث خواب و خیال کے بتری تلاش سے دو خلافت کے اثبات
کے لیے پیدا کی ہیں۔ یہ بزرگی اور تفوق تو خدا نے حضرات اہل سنت
کو عیٰ نبخشا ہے کہ اپنی عقاید اور مذہب کو ایسی ہی روایات اور کتب سے
ثابت کرنے میں مثل خرد و رگل افتادہ ہیں۔ اول تو دوا د کے قابل منشی صاحب
نے یہ کام کیا ہے کہ باجماع اہل سنت چار خلافت برحق ہیں منشی صاحب
نے دو خلافت کو تو پہلی ہی اور دوا د و خلافت کے برحق ہونے کی سند
پیش کی۔ اسلئے وہ دوا د تنہا ہے تو خارج ہو چکی۔ اب رسمی بحث صحت
و سقم حدیث پر سونطا ہر ہے کہ یہ حدیث بالکل موضوعی ہے اور مخالف
مذہب اور اجماع اہل سنت کے ہے اور بیا جاتا ہے کہ خوارج کے وضع
کی ہوئی ہے۔ راوی اول حضرت ابو ہریرہ جبکا کوئی تعلق رسول خدا
ایسا نہ تھا کہ آنحضرت کوئی راز کے بات اسے کہتے یہ متاخرین مسلمانوں
میں داخل ہیں آنحضرت صلعم نے انکے حرکات و سکنات دیکھ کر انکو اپنے
پاس روزمرہ آنے سے منع کر دیا تھا اور آنحضرت صلعم کا اخلاق ایسا وسیع
تھا کہ سوائے ابو ہریرہ کے اور دیگر منافقین کو بھی کسی جیلہ سے اپنے پاس
آنے سے منع نہیں کیا۔ اسبارہ میں فقط یہ حضرت ابو ہریرہ ہی منصف
کہ آنحضرت صلعم نے انکے تقار شریف کو ملکہ جان کر اس جیلہ سے انکے

رد مزہ کی حاضری اور رد کا عبارت سعدی - ای ابو ہریرہ ہر روز میا ماجت
 زیادہ شود۔ حالات ابو ہریرہ در باب وضع روایات بین الانام مشہور عام
 بین یہاں تک کہ ایک تہہ اپنے نفع کے لئے پیاز کی فضیلت میں حدیث وضع
 کے اور سرب کے جاہل لوگ تمام پیاز کو اتنے بقیمت گردان خرید لیکے بی بی
 عایشہ نے یہہ مال سنکر انکو تنبیہ کی کہ کیوں ایسے دروغ روایت بیان کی
 تو ادھون نے جواب دیا کہ ای بی بی جب میں نے تمہارے والدہ کے حق میں بہت
 سے روایات وضع کیں تو کبھی اپنے منہ سے منع نہ کیا اب فقط ایک حدیث میں نے اپنی
 پیاز فروخت ہونے کے لئے وضع کی تو آپ مانع ہوئے ہیں یہ بات بتے کے
 سنکر ام المؤمنین بھی خاموش ہو گئیں۔ علاوہ ازین ابو ہریرہ کا نام اس گروہ
 کی فہرست میں داخل ہے جو بیعت حضرت ابو بکر عقبہ پر تشریف لیکے تھے
 اور شتر حضرت رسول خدا کو رم کرنا چاہتا تھا اور جبکی نام آنحضرت نے حضرت
 خدیفہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا تھی اور جبکی نسبت اہل تشن میں یہ حدیث مروی
 ہے کہ شتر کا سوراخ سوزن میں ہو کر ٹکنا آسان ہے اور ان لوگوں کا گشت
 میں جانا دشوار ہے۔ پہر ایسے لوگوں کی روایات پر کیا اعتبار ہو سکتا؟
 مضمون حدیث اجماع اہلسنت کے خلاف ہے اسلئے وہ خود استدلال
 نہیں کر سکتے۔ اگر اس حدیث کو ماول بخلافت کیا جاوے تو کوئی وجہ مضمون
 حدیث میں ایسے نہیں کہ حضرات اہل سنت اس حدیث کو صحیح تصور کریں
 کیونکہ اگر مراد دود چاہ سے خلافت ہوتی تو ضرور پیار خلیفون کا مذکور ہوتا
 اور جبکہ ایسا نہیں تو کیوں ماول بخلافت سمجھا جاوے مان خوارج کے

نہیں کے موافق کہ وہ فقط حضرت ابو بکر و عمر کے خلافت کو برحق جانتے
ہیں اور خلافت حضرت عثمان اور حضرت علی کو باطل قرار دیتے ہیں یہ ہمیشہ
صحیح ہو سکتی ہے اور وہ خواجہ سے فقط اسکو ماول خلافت کر سکتے ہیں۔
لیکن چونکہ مولف صاحب نے اس حدیث پر استدلال کیا ہے اور آخر سلالہ
میں اکثر اعتراضات نسبت ایمان و اسلام و خلافت حضرت امیر کے کئے ہیں
ہم کو تردید کرنا لازم آیا ورنہ بمقابلہ حضرات اہل سنت ہمو اس حدیث کے
تردید کرنیکی حاجت نہ تھی۔

اگر ہم وضع و افتراء اور زنا معتبری راوی سے درگزر کر کے مضمون خواب
خور کرین تو خلافت کا کہیں ذکر یا نشان یا اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ بلکہ کسی
ایسے معاملہ کی خبر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنے مرتبہ کو نہ پہچان
کر کسی بڑے کام میں جبکہ وہ قابلیت نہ رکھتے تھے بیجا طور پر دست اندازی
کی اور پھر اس کام کو وہ انجام نہ پہونچا سکے اور اس کے انجام نہ پہونچنے میں
گنہگار ہوئے اگر دوسرے مراد امارت مسلمانان ہے تو ثابت ہے کہ حضرت
ابو بکر اس کام کی قابلیت نہ رکھتے تھے بعد ازان وہ دلو صورت بدل کر پلنگیا
لیئے خلافت پیغمبر باقی نہ رہے فقط مسلمانین کے سرداری رہ گئی اور وہ دوسرے
سے رسول خدا نے پائے کہینا تھا اور ابو بکر نے بلا استحقاق و بغیر قابلیت
از خود ادٹھالیا تھا حضرت عمر کے ہاتھ نہ آیا بلکہ وہ دلوستجیل بیل ہو گیا
جس سے حضرت عمر نے پائے کہینا اور البتہ خوب کہینا مگر ناجائز بلا قابلیت
و استحقاق کے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں نے تو آدمیوں میں ایسا جھڑکا

نہیں دیکھا جو عمر کے طرح یا سنے کہینیا ہو۔ مولف صاحب نے
 عقبہ ہی کے معنی شہ روز غلط کہے ہیں بلکہ عقبہ ہی منسوب بعقبہ
 اور عقبہ ایک وہیہ ہے داوی عرب میں جہان کے بہوت اور
 خست شہور ہیں اور اہل عرب اپنے اصطلاح میں عقبہ سے
 بہوت خبیثہ کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار پر جو کچھ معنی حدیث
 کے ہوئے۔ وہاں عربین۔ مولف صاحب نے معلوم نہیں اس حدیث
 کو کس غرض سے ظاہر کیا ہے اونکہ کوئی فائدہ اس سے نہیں پہنچتا
 کیونکہ گفتگو نفس خلافت پر ہے نہ اخبار خلافت پر اس سے کوئی فائدہ
 بھی انکار نہیں کرتے کہ پیغمبر خدا کے وفات کے بعد ازل حضرت ابوبکر
 پر حضرت عمر پر حضرت عثمان خلیفہ ہوئے مگر بلا مرضی اور بغیر حکم پیغمبر
 خدا کے یہ لوگ بطریق غلبہ و تسلط جبریہ کے خلیفہ بن گئے اور شیعوہ
 اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کو بذریعہ وحی و
 خواب دیگر معلوم بہوت جملہ حالات کی پیشتر خبر ہو چکی تھی کہ میرے
 وفات کے بعد میری امت ایسا یا کر لگی۔ اور فلان فلان
 خلیفہ بن جائیں گے یہاں تک کہ تمام خلفاء بنی آئندہ بنی عباس کے نام و کثرت
 و لقب بھی آپ کو معلوم تھے پس اگر حضرت ابوبکر و عمر کے تسلط بجا
 خبر آنحضرت صلعم کو اسی خواب کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہوتا
 ان دونوں بزرگوں کے خلافت کا جواز اس سے ثابت نہیں ہو سکتا
 مان اگر خواب میں حضرت صلعم یہ دیکھتے کہ میں نے اول

بول سے پانی لینا اور پہر وہ ڈول میں نے اپنے ماتمہ سے ابو بکر کو دیا اور
بعد ابو بکر کے وہ ڈول میں نے اپنے ماتمہ سے عمر کو دیا تو البتہ خلافت
پیشہ صلعم کے خیر نکل سکتی تھی لیکن خواب میں تو صائنات یہہ درج ہے
کہ ابو بکر نے اوس ڈول کو یلیا پہر وہ ڈول صورت بدل کر بل بن گیا اور اسکو
نہ نے یلیا آنحضرت صلعم نے اپنے ماتمہ سے دنیا بیان نہنیں فرمایا۔ اسی
یہہ حدیث جو از خلافت کے دلیل نہنیں ہو سکتی بلکہ حسب مصرعہ بالا شیخین
کا تلمب لقصہ ناجائز صاف صاف ثابت ہوتا ہے اور یہہ معجزہ بنا ب
یہہ معجزہ اخر الزمان صلوة اللہ علیہ السلام علیہ کا ہے کہ کوئی شیخین موضوعی ریت
نہا کر کامیاب نہنیں ہو سکتا۔

حضرات نصف مزاج غور فرماوین کہ مذہب برحق وہ کہلاتا ہے جو اپنے
حقیقت کو دوسری مذہب کے کتب سے ثابت کر دی مگر دای بر حال
حضرات اہل تسنن کہ باوجود کوشش بلیغ اپنے مذہب کو اپنی کتب سی ہے
ثابت نہنیں کر سکتی۔ ہمیشہ مناظرہ شیعہ دسنی میں دیکھا ہو گا کہ شیعہ اپنی
مذہب کا اثبات کس زور شور سے کتب مخالفین سے کرتے ہیں اور برابر
حوالہ کتب فریق ثانی کا دیتے ہیں کہ دیکھو تمہاری بخاری میں یہہ لکھا ہے اور
بقیہ صحاح میں یہہ درج ہے۔ اور حضرات اہل سنت جب مناظرہ کر نیلے
تو فریق ثانی سے یہہ فرما دیں گے کہ ہماری صحیح بخاری میں یہہ لکھا ہے اور ہمارے
صحاح میں یہہ درج ہے لیکن پہر ہی ہمیشہ انکا استدلال غلط نکلتا ہے اور
فریق ثانی کو کہی اس جواب کے دینے کی نوبت نہنیں پونچتے کہ اگر تمہارے

صحیح بخاری میں لکھا ہے تو ہم پر کیونکر حجت ہو سکتی ہے بلکہ جانتا ہوں کہ
برابر اور ان کے استدلالات کو ان کے ہی کتب سے رد کر دیتے ہیں اور یہ بات
بالضرور بوجہ امداد روح القدس کے ہے۔ اور یہ ہی وجہ ہے کہ مناظرہ کے
وقت حضرات اہل سنت کے ہوش و حواس درست نہیں رہتے ذہن کے کار
اپنی کتب کو دوسروں کے بتلا دیتی ہیں احادیث کا حوالہ تواریخ میں دینی لگتی
ہیں اس کی کو ماری رعب کے ماتھے پیر پھول جانا کہتے ہیں۔ جیسا کہ مولف
صاحب کے فقرہ آئندہ سے ظاہر ہے۔

قال صاحب اسرار الہدیٰ جو حضرت کے بعد ہونا تھا سو خدا نے آئینہ
میں دکلا دیا اگر کہیں کہ اہلسنت کے حدیث کو شیعہ تسلیم نہیں کر سکتے ہیں جب تک
کہ اپنی کتب معتبرہ میں ایسی کوئی حدیث صحیح نہ دیکھ لیں تو بفضل خدا و بרכת
سید الانبیاء اہل سنت پر یہ بات بھی کچھ دشوار نہیں بلکہ بہت آسان ہے
کیونکہ جملہ تواریخ اہل تشیع میں مثل حملہ جدری و روضۃ الصفا و طبری و کشف الغمہ
وغیرہ کی خلافت خلفاء اربعہ کے علی الترتیب مرقوم ہے اگر شیعہ انکار کرتے
ہوں تو دیکھ لیں اگر کان رکھتے ہوں تو سن لیں الی آخر انہی بات۔ نبی
اقول بجزولہ۔ کیونکہ انصاف والو کچھ سنا۔ واقعی اگر ان کے کچھ کچھ میں بتلادیں
حضرات اہلسنت پر کچھ دشوار نہیں۔ دیکھئے کس فخر اور ناز سے کتنا بڑا
دعویٰ کیا ہے کہ ایسے حدیث صحیح کتب شیعہ میں بتلائینگے اور وہ حدیث
صحیح کیا نکلے کہ تواریخ شیعہ میں خلفاء کا ذکر ترتیب وار لکھا ہوا ہے
ایسا نہیں کیا کہ زید کے خلافت کا ذکر پہلے لکھتے پھر حضرت عمر کے

یہ حضرت عثمان کے اور یہ حضرت ابو بکر کے مولف صاحب نے اثبات خلافت کے لئے اس ترقیب وار ذکر کو خمیت سمجھا۔ اور طرہ یہ ہے کہ یہ اپنے کتابوں کو شیعوں کی کتابیں بتلانے لگے لیکن روضۃ الصفا یا طبری کے انکار سے مولف صاحب کا کام نہیں چلتا تواریخ کے کتب کا حوالہ مناظرہ میں کون دیتا ہے دراصل اہل سنت کے مذہب کا استیصال اور حدیث کی کتابیں گریبی ہیں مولف کو چاہئے کہ اول اور نو بلادین کتب تواریخ کے سر کیوں ہوئی ہیں اگر مولف صاحب روضۃ الصفا اور طبری سے ہی ڈرتے ہیں تو اونکی ماخذ کا کیا علاج کرینگے اور کس کتاب سے انکار کرینگے۔ شواہد النبوت کو ہی دیکھئے کہ بڑا کر جباب امیر علیہ السلام لکھتے ہیں (کہ وہی امام اول ست از امہ اثنا عشریہ) اور اس فقرہ سے بالکل البطل امامت خلفاء ثلاثہ کا ہوتا ہے کیونکہ حدیث امہ اثنا عشرہ دو درودہ خلفاء برحق امامت کے متواتر اور سند رجح صحیح ہے ہی اور خلفاء ثلاثہ کا کین نام و نشان تک نہیں تو مولف صاحب کو لازم ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم اور شواہد فیوفہ کو بھی تصایغ امامت سے خارج کریں۔

اس سے بڑھکر کارگزاری مولف صاحب کی یہہ ملاحظہ فرمائی کہ آیا حق الحق کے اس مسئلہ کو۔ (کہ نبی ہاشم نے جو خلافت خلفاء ثلاثہ پر عبور سکوت کیا یہ بوجہ وصیت پیغمبر خدا کے تھا کہ وہ حضرت علی کو صبر کی وصیت کر دیتے تاکہ ضعیف سلمان نہ ماری جاوین اور دین محفوظ رہے) حدیث صحیح نص خلافت خلفاء ثلاثہ کی تصور کرتے ہیں۔ واقعی وڈتے ہوئے کو

تنگہ کا شمار ہوتا ہے خواہ وہ تنگہ غرق کرنے میں اور سرعت کا بھی ہو۔
نقل سند اس طرح لکھی ہے کہ ان فی ہذا السکوت مرا عین لما وکثر
بہ النبی علیا من الصبر وعدم حجاج دلة الثلاثة ایفاء فی ذلک
علی المسلمین المستضعفین وحفظ الدین اور مطلب اسکا صاف
یہ ہے کہ رسول خدا اور علی در نفسی اور تمام نبی ماسم کے نزدیک خلفاء
ثالثہ واجب القتال تھے مگر خیال منعفاً رسولین و بنظر حفاظت دین اپنے
ترک جدال کر کے صبر و سکوت فرمایا۔ اس سکوت کو مولف صاحب
دلیل حقیقت خلافت اصحاب ثالثہ کے قرار دیتے ہیں اور ما شاء اللہ
اس مسئلہ کو حدیث سمجھتے ہوئے ہیں۔ ان اسین شک نہیں کہ مسئلہ مذکور
کسی حدیث سے ہے اخذ کیا گیا ہے، مگر مولف صاحب کو وہ حدیث
و ستباب نہیں ہوئے وہ حدیث اس مسئلہ سے زیادہ شرح اور تفصیل
دار ہے اور چونکہ وہ حدیث مرویات اہل سنت سے ہے اس لئے
مولف صاحب کو اس پر ایمان لانا بھی ضرور ہو گا اور پیشتر اسی رسالہ میں
ہم نقل بھی کر چکے ہیں دیکھئے وہ حدیث صحیح مرویہ اہل سنت یہ ہے۔
فی مناقب خوارزمی و مناقب ابن مردودہ بسند ہما الی ابی الطفیل
عامر بن واثلہ قال کنت علی الیاب یوم الشوری فارتفعت
الاصوات بینہم فسمعت علیاً یقول یا یع الناس ابوبکر وانا
واللہ اولی بالامر و الحق منہ فسمعت و اطعت فحفا ان ترجع
الناس کفار یضرب بعضہم اعناق بعض بالسیف ثم یا یع ابوبکر جبر وانا

واللہ اولیٰ بالامرونہ فسمعت واطعت مخافة ان ترجع الناس کفارا
ثم انتم تريدون ان تباعدوا عثمان اذن لا اسمع ولا اطعم
ثم قال انشدکم اللہ الیٰ اخر من اشد لا یغنی مناقب خوارزمی و مناقب بن
مروویہ میں بلند مائے خود جو منتہی ہوتے ہیں طرف الیٰ الطفیل عامر بن ثلمہ
کے مروی ہے کہ کہا عامر بن واثلہ نے کہ بروز شوریٰ میں دروازہ پر تھا کہ اذان
بلند ہو میں اور میں نے حضرت علیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو
لوگوں نے ابو بکر سے بیعت کی اور نجد امین او لے کر اور استحق تر خلافت
کا تھا ابو بکر سے لیکن میں سنکر اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ لوگ مرتد ہو کر
کافر ہو جائیں گے ایک دوسرے کی گردن تلواروں سے کاٹیں گے۔ بعد اسکی بیعت
لی ابو بکر نے عمر کے لئے اور قسم خدا کی میں بہ نسبت عمر کے اولیٰ تر تھا لیکن
اوسے خوف ارتداد مسلمانان سے کہ پھر کر کافر ہو جائیں گے میں خاموش ہو گیا
ابن تمہ لوگ یہ ارادہ کرتے ہو کہ عثمان سے بیعت کر و سواہ کو میں نہ مانو لگا
ابو نہ یسع قبول و رضا اصفا کر د لگا پھر اسکے بعد آپ نے لوگوں کو متوجہ کر
فرمایا شروع کیا کہ تم لوگوں کو قسم ہے خدا کی تم میں سے کوئی ایسا میرے
ساتھ ہے کہ جہنم یہ فلاں صفت ہوتا آخر سوال۔

قولہ نفرین بحال اگر شروع ہی سے جناب امامت دستگاہ خلیفہ بلا نصل
نہائی جاسکتے تو ترقی و رکناہ بلکہ اسلام کا نام و نشان بھی دنیا میں سے
سب جاتا جیسا کہ دستور العمل جناب امام المشرق و الفاروق الخیرین المشرقی
افضل مجملہ تعالیٰ پہلے ہلکوا سبابت کا جملہ دنیا بھی ضرور ہے کہ نہ لگا ہو

پرمولوی محمد لطف اللہ صاحب کے تقریظ ثبت ہے اب اس قول کو فقط سید جوہر علی صاحب کا ہی قول نہیں سمجھنا چاہی بلکہ یہ قول جہور اہلسنت کا قرار پائے گا۔ اگر یہ قول فقط مولف کا ہو تو شاید ہم تردید سے قطع نظر کر جاتے کہ اذکو او ناسیادت بھی ہے۔

مولف نے یہ صریح طعن کیا ہے دستور العمل جناب امیر علیہ السلام پر کہ اونہون نے ناکثین اور بتا۔ طین اور رارقین کو کیون قتل کیا اور اپنی نزدیکی انہیں لوگوں کو مسلمان اور اہل سلام خیال کیا ہے۔

مطلب مولف کا یہ ہے کہ حضرت علی نے اپنی زمانہ خلافت میں اون کو سے قتال کیا جو دعویٰ مسلمانی رکھتے تھے اگر اول بار ہی آپ خلیفہ کر دیے جاتے تو سب مسلمان آپ کے ماتمہ سے قتل ہو جاتے۔

مولف کے اعتقاد میں حضرت علی محافظ دین اور حامی ملت اور دلی مومن اور مولای مسلمان نہ تھے لیکن برومی عقاید صحیحہ اہل سنت ایسے عقیدہ کا آدمی قطعی کافر ہے کیونکہ اوستہ بحایت کفار و منافقین مولای مومنین سے بد اعتقاد پیدا کی اسلئے وہ منکر قرآن اور تکذیب کرنے والا قول پیغمبر قرآن میں تو صاحب یہ حکم ہے کہ علی مرتضیٰ شل خدا و رسول کے سب مومنین کا ولی جیسا کہ اینہ انما ولیکم اللہ سے روشن ہے اور مولف برخلاف اس کے ایکوشندہ اور دشمن مسلمانان کہتا ہے۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں انما ولی کل مؤمن من بعدی کہ علی میری بعد سب مومنین کا ولی ہے اور رسالت مولاد فعلی مولاد جب کا میں مولاد ہوں علی اوسکا مولیٰ ہے۔ خیر فرمایا من انفسہ

فقد ابغضنی ومن احبہ فقد احبنی جس نے علی سے بغض و عناد رکھا اور جس نے مجھے بغض رکھا جس نے علی سے محبت رکھی اور جس نے مجھے محبت رکھی پھر فرماتے ہیں کہ علی امام البرۃ قاتل الفجور۔ علی امام ہے ابرار و نیک اور قاتل ہے فاجر و نیک۔ پس ان تمام آیات و احادیث سے ثابت ہو گیا کہ جو کہ حضرت علی کے مخالف یا دشمن یا عداوتی تھے یا جسے حضرت علی نے قتل کیا وہ منافق اور فاجر اور کافر تھے۔

علی باب حطۃ من دخل منہ کان مؤمناً ومن خرج منہ کان کافراً و حدیث دیگر لایحبہ الا مؤمن ولا یبغضہ الا منافق یعنی علی باب حطہ ہے جو اوسین داخل ہوا وہ مؤمن ہوا اور جو اوس سے نکلا وہ کافر ہوا اور علی کو سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھتا اور علی سے سوائے منافق کے کوئی بغض نہیں رکھتا۔ پس جن لوگوں سے حضرت علی نے قتل کیا وہ بشہادت تجربہ صادق سب کے سب منافق اور فاجر اور کافر تھے۔ اور ان لوگوں کے جو دوست ہیں وہ بھی منافق اور کافر اور فاجر ہیں اور نیز دشمنان علی کو یا علی سے لڑنے والوں کو یا علی کے ہاتھ سے مارے گئے لوگوں کو جو شخص مومن یا مسلمان سمجھے وہ بھی انہیں میں سے ہے اور کوئی حضرت علی پر طعن کرے اور ان کو مسلمان یا دشمن سمجھے وہ قطعاً کافر ہے۔ یہ عقیدہ بموجب مذہب صحیح اہل سنت کے ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ منافق صاحب یا بدلف صاحب کے ایسے عقاید کے طرح و ثنا کرنے والے ہیں۔ کس مذہب کے آدمی ہیں۔

پس جبکہ یہ بات تو بردے قرآن اور احادیث ثابت ہو گئے کہ حضرت علی مومنین کے ناصر و معین و خیر خواہ اور ولی اور مولا اور مگر اسی سے بچانے والے اور ان کے پشت پناہ تھے اور جنسی اور منون نے قتال کیا ہے وہ لوگ کافر و فاجر منافق تھے تو ظاہر ہے کہ حضرت علی اول ہی مرتبہ خلافت پر تسلط ہو جاتے تو مومنین کے نصرت و اعانت و خیر خواہی اور ولایت کرتی اور منافقون فاجرون کافرون کا نام و نشان دینا سے مٹا دیتے اور اسی سے مراد رومی زمین پر اسلام کا پھیل جانا اور کفر کا مٹ جانا ہے مگر مسلمانوں کی شامت اعمال نے یہ ہتھکنڈہ نو نے دی درمیان میں ناقابل خلافت لوگ حایل ہو جاتے اسلام قسطنطنیہ کے حد پر ہے پہنچ کر کیون رک جاتا اور اسلام ایسا ذلیل و خوار کیون ہوتا کہ چھوٹی صدی پانچ مومن اور چچا نو بی منافق شامل ہیں منافقون اور فاجرون کا کہیں نشان بھی نہ ملتا اور تمام رومی زمین پر ایک مذہب برحق شیعیاں ملے کا جاری ہو جاتا۔

قال صاحب اسرار الہدے دوم مجمع البحرین نہایت ہی معتبر کتاب شیعہ میں مرقوم ہے کہ جناب امیر نے حضرت رسول خدا سے سنا تھا کہ علامات بلانصل حق حضرت صدیق اکبر کا ہے بعد ان کے عمر فاروق کا بعد حضرت عثمان کا بعد ان کی حضرت علی کا۔

اقول و بہت متیقن دوم سے مراد مولف کے حدیث دوم ہے مگر او حدیث کو کسی جگہ نقل نہیں کیا بندہ نے احتیاطاً اسو بہ سے حاشیہ کو

بھی دیکھا کہ لفظ مجمع البحرین پر نشان حاشیہ کا اس طرح دیا ہے (مجمع البحرین)
 لیکن حاشیہ پر بھی وہ حدیث نقل نہ پائی بلکہ برخلاف اس کے خلاصۃ المنہج
 کے حوالہ سے تفسیر آیت آمنوا باللہ ورسولہ لکھ رکھے ہے۔ معلوم
 ہوا کہ مجمع البحرین کو کس لغت میں خلاصۃ المنہج کہتے ہیں۔ اور اس لفظ پر
 نشان دیکر کیوں تفسیر اس آیت کے لکھی ہے۔ اور حدیث کے نقل کرنے
 سے کس صحت سے گریز کیا۔ جبکہ مولف نے حدیث کی نقل ہے ہین کی
 پھر ہم جواب کس بات کا دین۔ شیوالبۃ جس کتاب الہدایت کا نام لیکر
 کہ اوسین یہ روایت ہے کہ رسول خدا نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کو ہتھیار
 کر دیا تھا کہ خلافت بلا فصل حق حضرت علی کا ہے اور سوای میرے اہلبیت
 کے اور کوئی شخص خلیفہ امام و پیشوا نہیں ہو سکتا تم لوگ غصب حقوق
 اہلبیت کے مظالم سے بچنا تو البتہ ثابت کر سکتے ہیں یہاں تک کہ قرآن
 مجید اور تفاسیر الہدایت اور جملہ کتب احادیث اہل سنت سے اس بات
 کو ہر وقت ثابت کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب اسی رسالہ میں مفصل
 طور پر اثبات اس امر کا کریں گے۔ استدلال مولف کے وقعت اسی سے
 ظاہر ہے کہ جہڑا واقعہ پر آپ نے نقل روایات بھی کی ہے وہ بالکل اونکی
 حجت اور استدلال کے خلاف ہے اور جس موقعہ پر نقل روایت سے
 گریز کیا ہے لیکن مولف صاحب خود ہی نقل کر رہے ہیں شرعاً تو وہ
 استدلالی ضرر قابل تعریف ہو گا۔

تو اب سو منہج بلاغت میں جو شیعوں کے نزدیک متواتر کتاب ہے

یہ خطبہ منقول ہے جسکے ہر حرف سے بوی خلافت بلا فصل حضرت صدیق اکبر کے اکتے ہی۔ تا آخر نہریات و لغویات۔ اسکے بعد فرماتی ہیں (اگرچہ نقل خطبہ جناب کے کتاب الموافقہ ابن سمان عالم اہلسنت سے لیجاتے ہے مگر اہل تشیع خطبہ موصوفہ کو بلفظ نہج البلاغت سے ملاو کیسین امید قوی ہے کہ جسد اہل انصاف اس خطبہ شریف کو عدالت کے آنکھ سے ملاحظہ فرمائیں۔ ضرور ہے کہ جناب امیر کے ہر ایک کلمہ دروناک پر آنسوؤں کا دیا بہا لینگے۔ اقول و بہ نستعینہ بقول شخصے پر اے بہرہ کیلا جوا۔ اچ نمواکل سوا کجا کتاب الموافقہ ابن سمان اور کجا نہج البلاغت۔ اہل انصاف ہی کچھ خیال فرمائیں گے کہ جب مولف نے بخشیم خود اس خطبہ کو نہج البلاغت میں معاینہ فرمایا تھا پھر ابن سمان کے حوالہ سے کیوں زیب رقم فرمایا ہے۔ آیا تا ایف ابن سمان کی کچھ زیادہ وقعت شیعوں کے نزدیک سمجھے تھی یا نہی البلاغت پر شیعہ اعتبار نہ رکھتے تھے پھر حال کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو مولف صاحب نے فقرہ پر داری سے حوالہ نہج البلاغت کا دیا یا او میں یہ خطبہ کسی دوسرے عنوان سے ہے ممکن تھا کہ ہم نہج البلاغت میں اس خطبہ کو اور یہی تلاش کرتے مگر جبکہ خود مولف کو بھی اطمینان اس بات کے نہیں ہے اور واقعی اوہوں نے نہج البلاغت میں اس خطبہ کو نہیں دیکھا ہے اور نہ بحوالہ نہج البلاغت نقل کیا ہے پھر مکتوب تلاش میں سہی کرنا کیا ضرور ہے خصوصاً جبکہ ہم اسے خطبہ کو اہل سنت کے بڑے معتبر کتاب سے بیانیہ حوالہ دینے بلفظ تبدیل بعض کلمات و نام

حضرت علی کے حق میں حضرت خضر علیہ السلام کا بیان کرنا درج پاتے ہیں
یہ بیچ البلاغتہ سے اسکو کیا سروکار رہا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک عالم اہل سنت تو اس خطبہ کے نسبت لکھتے ہیں
کہ خواجہ خضر علیہ السلام نے جہازہ جناب امیر علیہ السلام پر بیان کیا۔ دوسرے
صاحب براہ تدلیس تلبیس فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے نقش ابوبکر سے
مخاطبہ ہو کر بیان فرمایا پہرہ نشی جو ہر علی صاحب کسکے قول پر اعتبار کر کے
اس خطبہ کو تحریر کرتے ہیں جبکہ خود انکے ہی عالم مختلف البیان ہیں تو ظاہر
ہے کہ منشی صاحب اس خطبہ پر استدلال نہیں کر سکتے۔ مان البتہ نقیاشا
ضرور اہل سنت پر اس خطبہ سے حجت ملا سکتے ہیں اور انکو ساکت کر سکتے
ہیں کہ مٹھارے ایک بہت بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام
نے جہازہ جناب امیر پر یہ خطبہ پڑھا جس سے اثبات خلافت بلا فصل
جناب امیر کا ہوتا ہے۔ اور اہل سنت کے دیگر کتب معتبرہ میں بھی اس
قسم کے خطبات ہوا لفظ مروی ہیں کہ جو جہازہ جناب امیر پر گویندہ غیبی
بیان کرتے تھے از انجمل شواہد النبوت جامی میں سے ایک یہ فقرہ گویندہ
غیب کا بھی یہی زبانی یاد ہے۔ (گویندہ غیبی میگفت کہ محمد علیہ السلام
در گزشت ووصی دی شہید شد گھبانے امت کہ تو اند کرد۔ دیگر می جواب
داد ہر کہ پیروی ایشان کند و سیرت ایشان در زد) دیکھئے خلافت بلا فصل
کا اثبات اسکو کہتے ہیں تردید رسالہ اسرار اللہ کے تمام ہوئے۔ اسکی بعد
مولف نے ایک تتمہ رسالہ لکھا ہے گویا اسرار اللہ کے دو حصے ہیں آپ

از جانب اہل سنت اور دوسرا از جانب نو اصیب و خوارج جسکے تردید
آئندہ لکھے جاتی ہے مگر ہم، قبل تردید اقوال نابصی لمعون کے کچھ مختصر ذکر
اون آیات و احادیث سند رجح کتب اہلسنت کا کرتے ہیں جو صریحا
خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام پر ولایت کرتے ہیں اور جسے
خلافت انیما صریحا باطل قرار پاتے ہیں۔

مقالہ در اثبات خلافت بلا فصل جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام

اس مقالہ کو ہم دو باب پر منقسم کرتے ہیں باب اول در بیان آیات
قرآنی والہ بر خلافت بلا فصل جناب امیر المؤمنین علیہ السلام باب دوم
در بیان احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت در باب اثبات خلافت بلا فصل
جناب امیر علیہ السلام۔ اور ہمیں اس تحقیقات میں التزام کامل سببات
کیا ہی کہ جملہ آیات کی تفسیر کو تفاسیر معتبرہ اہل سنت ہی اور جملہ روایات احادیث کو
کتب صحیحہ اہلسنت ہی لکھا ہو اور کوئی روایت یا حدیث کتب اہل ثبوت و اہل نہیں کی ہو

باب اول در بیان آیات قرآنی والہ بر خلافت بلا فصل جناب امیر

اگرچہ اس بارہ خاص میں بہت آیات قرآنی در زمین اور اگر تفاسیر
اہل سنت میں تلاش کیا جاوے تو کم سے کم تین چار سو آیات قرآنی
اسی مطلب میں نکلیں مگر اس موقع پر نہ زیادہ حاجت ہے نہ ایسی سادہ
فہرست ہے خوف طوالت کتاب کا یہی ہے اسلئے بعض آیات کا ذکر

تفسیر معتبرہ اہل سنت سے کیا جاتا ہے۔

آیت اول قوله تعالى انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا
الذين يقيمون الصلوة ويطون الزكوة وهم الكعون بنمي الله جل شانہ سب
مسلمانان سے جو خدا کی واحدانیت اور محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لائے
ہیں یہ خطاب فہرما تا ہے کہ سوا ہی اسکے نہیں ہے کہ تمہاری ولی یعنی حاکم
و اولیٰ تبصرہ فقط تین ہیں اللہ جل شانہ اور اسکا پیغمبر اور دسے مومن جو
برپا کرتی ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ در انجا یک رکوع میں ہیں پس
خدا اور رسول کو تو سب جانتے ہیں۔ تیسرے ولی مومنان دسے شخص یا
اثناف میں ہیں جو مومن اور برپا کنندہ نماز اور ادا کنندہ زکوٰۃ بحالت
رکوع میں۔ اب دیکھنا فقط اس بات کا رہا کہ وہ شخص ایک ہے یا چند شخص
میں جنہوں نے بزبانہ نزول اس آیت کے بحالت رکوع زکوٰۃ دی تھی اور
بموجب تفسیر صحیحہ اہل سنت بخمد اصحاب پیغمبر علیہ السلام کے وہ شخص کو
پس جمیع مفسرین اہل سنت کا اتفاق اور جمیع محدثین اہل سنت کا اجماع
اس امر پر واقع ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد خیرات کنندہ بحالت رکوع
سے فقط حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بطریق
متعدد عطاء اور عبادت بن سلام اور ابو درغفاری سے روایت کرتے ہیں
اور ابن اثیر جامع الاصول میں عبادت بن سلام سے۔ اور جمیع ہیں الصحاح
اس کے جزو ثالث کے اور خزینہ و تفسیر سورہ مادہ صحیح ناسی سے
بذیل قوله تعالى انما وليكم الله الخ عبادت بن سلام سے۔ اور امام ثعلبی

اپنی تفسیر میں ابن عباس اور ابو ذر رضی اللہ عنہم سے۔ اور تفسیر زاہدی
میں مجاہد سے۔

علامہ جلال الدین السيوطی تفسیر ورنشور میں بطریق متعدد۔ روایت کرتے ہیں
اور علاوہ ان کے زمرہ تشری۔ بیضاوی نیشاپوری۔ ابن سبع و احدی و آقہ
سماعی بیہقی نطنزی اجلہ و اکابر مفسرین و محدثین اہل سنت بالاتفاق
اس امر کو لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بحالت رکوع مسجد نبوی کے
اندر شامل کو انکشتی عطا فرمائی تھی اسلئے خیرات کنندہ بحالت رکوع مرد
حضرت علی سے ہے۔ اب اہل انصاف فرمائیں کہ اس سے زیادہ نص
صریح اور حکم قطع خلافت بلا فصل کا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لفظ انما سے
ولایت مومنین منحصر خدا و رسول و علی پر ہو چکی اسلئے برخلاف عقیدہ کہنی
والا منکر قرآن اور کافر سطلق ہے۔

آیت دو دم صریح حکم استخلاف و نصب ولی عہدی حضرت علی مرتضیٰ صلواہ
اللہ علیہ کا ہے۔

قوله تعالى يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك
وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس يعني
فرمایا اللہ جل شانہ نے امی رسول پوہنچا دے اس پیغام کو جو تیرے
رب کی طرف سے تجھ پر اتر رہا ہے اور اگر تمہیں نہیں کرتا ہے پس نہیں
پوہنچای تو نے رسالت اپنے پروردگار کے اور اللہ جل شانہ تجھ کو
آمینوں سے بچا دیکر۔ فی تفسیر ورنشور للعلامہ جلال الدین

۲ السیوطی۔ اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابی سعید الخدری نزلت هذه الآية بلغ ما انزل اليك الخ يوم غدیر خوفی علی ابن ابیطالب و زاد انه اخرج عن ابن مسعود قال كنا نقرأ علی عمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغ ما انزل الیک من ربک ان علی مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس۔ علامہ سیوطی تفسیر ورنشور میں روایات ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابی سعید الخدری اس طرح کہتی ہیں کہ کہا ابو سعید خدری نے کہ یہ آیت بلغ ما انزل الیک الخ غدیر خم میں حضرت علی کی حق میں اوتری۔ اور زیادہ کیا اس فقرہ کو کہ ابن مسعود سے یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ رسول خدا میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ من ربک کے بعد ان علیاً مولی المؤمنین قرأت کیا کرتے تھے۔ یعنی اسی رسول پونچادی اوس پیغام کو جو تیری رب کی طرف سے پہنچا اور ترا کہ علی جملہ مؤمنین کا مولی ہے اور اگر تبلیغ اس پیغام کی نکر گیا تو ہمیں پونچانی تو نے رسالت پروردگار کی اور اللہ تجکو آدمیوں سے بچاویگا امام واحدی اسباب نزول میں باند خود مرفوعاً ابو سعید خدری سے اور تغیر ثعلبی اور شواہد التنزیل حسکانی میں ہے نازل ہونا اس آیت کا حق علی مرتضیٰ میں بیوم غدیر درج ہے اور امام فخر الدین رازی بھی تفسیر کبیر میں دسویں وجہ نزول میں لکھتے ہیں نزلت هذه الآية يوم غدیر خم فی حق علی ابن ابیطالب۔ یعنی یہ آیت بیوم غدیر خم حضرت علی کی حق میں

نازل ہوئے۔

آیت سیوم قوله تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا یعنی فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ آج کئی ن پورا کیا نیفہ تمہارے لئے دین کو اور تمام کیا میں نے تم پر اپنی نعمتوں کو اور راضی ہو امین تمہارے لئے دین اسلام سے۔

علیہ سیوطی تفسیر درمنشور میں بروایت ابن مژویہ و ابن عاکر عن ابوسعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلوات اللہ علیہ حضرت علی کو غدیر خم میں نصب کیا اور ولایت علی رضی اللہ عنہ کی اصدابند کی تو جبریل امین نازل ہوئی اور یہ آیت لائے الیوم اکملت لکم دینکم اتممت اور نبیہ روایت کی ابن مردویہ و خطیب بغدادی و ابن عاکر نے ابوہریرہ سے کہ یہ آیت بروزخم غدیر حق علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں نازل ہوئی۔

اور ابن المغازہ نے اور خطیب بغدادی تشریح کرتے ہیں کہ قبل برضا جاسد ولایت علی اوسی مجلس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور خوارزمی ابن مردویہ تشریح کرتے ہیں کہ بعد خطبہ منکنت سولہ اور قبل دعائی کھمر انصر من نصرک کے نازل ہوئی اور نبیہ لکھتے ہیں کہ بعد نزول آیتہ مذابنیم خدا صلوات اللہ علیہ دعائی اللہ اکبر و الحمد للہ علی کمال الدین و اتمام النعمت و رضی الرب برسالتی و ولایت علی ابن ابی طالب اصرا بعد کے خدا بزرگ و برتر ہے (یہ نعرہ خوشی ہے) اور سب تعریفیں

ثابت بین واسطے خدا کے اوپر اکمال دین و اتمام نعمت درخشاںندی
پروردگار کے ساتھ رسالت میری اور ولایت علی ابن ابی طالب کے
میرے بعد۔

آیہ چہارم۔ ثابند ولایت علی ابن ابیطالب کے نازل ہوئی ہے
اور انت کو تنبیہ کی گئی کہ در باب ولایت علی ابن ابیطالب خدا تعالیٰ
کے روبرو پوچھی جاؤ گے۔ جیسا کہ صد اعق محرقہ شیخ ابن حجر علی بن ابی
قولہ تعالیٰ وقفوہم انھم مسئلون اخرج الدیلمی عن ابی سعید
الخدیری ان النبی صلعم قال وقفوہم انھم مسئلون عن ولایت
علی ابن ابی طالب۔ یعنی مسلمانوں کو مطلع کرو کہ تم ولایت علی کی بابت
پوچھی جاؤ گے۔

آیہ پنجم۔ یہ کہ خدا تعالیٰ نے علی ابن ابیطالب اور باقی ائمہ اہل بیت
کو جبل النہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی متک کا حکم دیا جیسا کہ صوحت
محرقہ میں ہے الا یہ الخامسة۔

قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اخرج الشعلبی
نے تفسیراً عن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ اللہ قال نحن حبل اللہ الذی
قال اللہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا یعنی امام ثعلبی نے اس آیت
تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ نے
کہ وہ جبل النہ ہم میں جسکے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط پکڑو
جبل النہ کو سب کے سب اور پراگندہ مت ہو۔ اور نیز دیگر صحاح میں

بعض حدیث ثقلین یہ ہے لفظ جبل اللہ المخرّجہ من السماء حق اہل بیت علیہم السلام من مردے ہے۔

آیت ششم خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو اور مراد صادقین سے علی ابن ابیطالب اور دیگر ائمہ اہل بیت ہیں۔

سہما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکوا مع الصادقین یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

علامہ سیوطی تفسیر درمشتور میں۔ اور امام ثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے اور نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں مراد صادقین سے علی ابن ابیطالب اور ان کے اہل بیت ہیں۔

آیت ہفتم خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ خدا انہیں عذاب کرے گا جو کون بر جبکہ اہل بیت محمد صلعم انہیں موجود ہوں۔ گویا اہل بیت محمد صلعم ان میں دنیا کے لیے ایسی ہی جیسے رسول خدا صلعم ان میں دنیا کے لیے۔ یعنی بعد پیغمبر خدا صلعم اہل بیت پیغمبر قائم مقام پیغمبر صلعم ہیں اور مراد اہل بیت سے علی وفاطمہ و حسین اور ائمہ ذریت ازلی ہیں جیسا کہ اکثر احادیث سے استفاد ہوتا ہے ویکہ صواعق محرقہ ابن حجر کے فضل و کراہیات شعاۃ اہل بیت رسالت میں الا یہ السابعة

قوله تعالى وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم اشار صلعم الى
 وجود ذلك المعنى في اهل بيته وانهم امان لاهل الارض كما كان هو
 صلعم امانا لهم وفي ذلك احاديث كثيرة ومنها النجوم امان لاهل
 السماء واهل بيته امان لاهل ارضه ومنها صحبها الحاكم على شرط الشيخين
 النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بيته امان لاهل ارضه من الاختلاف
 فاذا اختلفت قبيلة من العرب اختلفوا فصا واخربا بلديس ومنها
 ما جاء من طرق عديدة يقوى بعضها بعضا - انما مثل اهل بيتي كمثل
 سفينة نوح من ركبها نجي ومن تخلف عنها غرق ومنها اهل بيته
 كباب حطته من دخلها كان مؤمنا ومن خرجها كان كافرا
 يعني صاحب صواعق محرقة ذكر آيات متعلقة اهل بيت رسالت من لکته
 بين که آیت ہفتم یہ ہے کہ فرمایا اللہ جل شانہ نے کہ البتہ خداوند کتر کم و کمر
 عذاب نہیں کریگا جبکہ تو او نہیں ہے اشارہ کیا انحضرت صلعم نے خود
 اس معنی کا اپنی اہل بیت میں اور اہل بیت پیغمبر صلعم امان ہیں واسطے
 اہل ارض کے جیسے کہ رسول صلعم امان تھے واسطے اہل ارض کے اور اس بارہ
 میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں ازراہ جملہ یہ کہ ستارے امان ہیں واسطے
 اہل سماء کے اور اہل بیت میری امان ہیں واسطے است میری کے
 و ازراہ جملہ وہ حدیث ہے کہ تصحیح کے جبکہ امام حاکم نے شرط شیخین پر کہ نجوم
 امان ہیں اہل ارض کے لئے غرق ہونے سے اور اہل بیت میری امان
 ہی واسطے است میری کے اختلاف سے پس جو وقت مخالفت کے

میری اہلبیت کے کسی قبیلہ عرب نے تو وہ مختلف ہو کر شیطان کا لشکر
 بن گئے وازرا بجملہ وہ حدیث ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے اور بعض طرق
 اس کے موید بعض طرق کے ہیں کہ مثال اہل بیت میری کے مثل کشتی نوح
 کے ہے کہ جو اوس پر سوار ہوا اوس نے نجات پائی اور جس نے اوس سے مخلف
 کیا وہ غرق ہو گیا۔ وازرا بجملہ یہ ہے کہ اہل بیت میری مثل باب طہ کے
 ہے کہ جو اوس میں داخل ہوا وہ مومن رہا اور جو اوس سے خارج ہوا وہ کافر
 ہوا۔ اور بعض روایات میں بجا سے اہلیقے کباب حطۃ کہ یہ ہے
 علی کباب حطۃ

واضح ہو کہ اس آیات اور نیز آیہ نمبر ششم سے پایا جاتا ہے کہ صادقان
 آل محمد اور اکابر ان اہل بیت پیغمبر جو مثل رسول صلعم کے باعث اس ان عطا
 الہی واسطے امت کے ہیں ہمیشہ امت محمدی میں رہتے یا نہیں کیونکہ ہر دو
 آیات کے احکام دوام کے لیے ہیں نہ پانچ فرمایا حضرت مخبر صادق علیہ السلام
 اور اسلام نے فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی۔ و نیز لایزال
 امر الاسلام تا ما الی یوم القیامت ما ولیتم اثنا عشر خلیفۃ۔ اور یہ ہر با
 بغیر عقیدہ امامت ائمہ اثنا عشر علیہ السلام کے تطبیق نہیں ہو سکتی۔
 آیہ ہشتم یہ کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ بخشش کا شخص
 تائب و مومن صالح سے بابت شرط کیا ہے کہ وہ تہدیٰ بلا لایت اہل بیت
 پیغمبر صلعم کے ہوں جیسا کہ صواعق محرقر میں ہے۔

الایۃ الشامۃ

قوله تعالى وَإِنِّي لَنَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَامِن وَعَلَ صَاحِبِ كَافِرٍ اهْتَدَى
 حال ثابت البناءی امتدی الی ولایت اہلبیتہ صلعم و جاز ذلک عن ابی جعفر
 الباقر رضی اللہ عنہ ایضاً۔ یعنی آئمہین آیتہ یہ ہے کہ فرمایا اللہ جل شانہ
 نے کہ میں باغی و رنجشمنی و المایہون واسطے اوس شخص کے جسے توبہ کی
 اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کئے پھر امتدی ہوا کہا ثابت بنانے سے
 کہ مراد اعتدی سے ہمتدی بنانا طرف ولایت اہل بیت رسالت کے
 ہے اور حضرت امام ابو جعفر باقر علیہ السلام سے بھی یہ سبب روایت
 ایہ نھم مباہلہ ہی قال فی الصواعق قولہ تعالیٰ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
 أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا وَنِسَاءَنَا وَنَسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ فَتَنِبْهُمْ قُلُوبُكُمْ
 لعنت اللہ علی الکاذبین۔ قال فی الکشاف لادلیل اقوی من ہذا علی
 فضل اصحاب الکساء وہم علی وفاطمہ والحسن والحسین صاحب کرم
 کتہم میں کہ اس سے زیادہ اور کیا قوی دلیل ہوگی اور فضیلت ال عبا
 کہ وہی علی اور فاطمہ اور حسن حسین ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے تفسیر میں
 کسی نے یا محدث اہل سنت کو کلام نہیں کہ مراد نفس رسول صلعم سے علی
 مرتضیٰ ہیں اور دیگر روایات بھی اسکے مؤید ہیں جیسا کہ امام فی خصال
 میں روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلعم علی کفنی آپس ظاہر ہے
 کہ موجودی نفس رسول صلعم کو ہی شخص امام است اور خلیفہ رسول صلعم
 کا نہیں ہو سکتا۔

آیت و ہم نے یہ کہ خدا ایتہا نے نے جمیع اہل بیت محمدیہ یعنی اصحاب کبار و اذکی

ذریعت پر آتش و دوزخ کو حرام کیا حکما قال فی الصواعق الایة العاشرة
 قوله تعالى ولسوف يعطيك ربك فترضى فترضى نقل القرطبی عن ابن
 عباس انه قال رضى محمد صلعم ان لا یدخل احد من اهل بیت النار
 یعنی خدا کے لئے نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلعم سے فرمایا کہ میں تجھ کو
 ایسی چیز عطا کروں گا جس سے تو راضی ہو جائیگا (پس کیا چیز ہے وہ کہ
 جس سے آنحضرت صلعم راضی ہوئی) نقل کی قرطبی نے ابن عباس سے
 کہ راضی ہونا آنحضرت صلعم کا اس چیز سے ہے کہ اونکی اہل بیت میں سے
 کوئی متنفذ داخل نہ ہو گا۔ پس ظاہر ہے کہ موجودی لیے افضل گروہ
 کے اور کون قابل خلافت ہو سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ عشرہ مبشرہ
 ہی مبشرہ بہشت میں سوا دل تو سوا حضرت علی کے انہیں سے
 کسی کے لیے بشارت دخول جنت بروی قرآن و سنت ثابت نہیں جہاں
 و شوکت سے یہ بشارت سورہ ہل آتے ہیں نسبت جناب امیر نازل ہوئی
 ہے اس طرح ہر کسی کی حق میں نازل نہیں ہوئے سوائے اسکی احادیث
 کثیرہ مرویہ اہل سنت میں جو تفصیل و ارحال و اظہار بہشت کا درج ہے
 اونہیں اول پنج تن پاک کے جانے کا اور اونکے عقب میں ذریعت اونکی
 کا اور اونکے چپ دراست اونکے شیعوں کا جانا مروی ہے حضرت
 تعہ مبشرہ کا بہشت میں جانا اون احادیث میں ذکر نہیں کیا گیا بلکہ حضرت
 علی کے ساتھ میں حضرت عمار و سلمان رضی اللہ عنہم کے نسبت مشاق
 ہونا بہشت کا مروی ہے۔ اور اگر بطریق تنزیل ہم اقوال اہل سنت نسبت

بشارتِ شعاعِ انہی لین تو بہشت میں جانا مانع و خولِ نار نہیں بہت لوگ اپنے اعمال کے سزا پا کر بہشت میں داخل ہو گئی لیکن طرہ یہ ہے کہ صحابہ عقبہ کے نسبت صاف طور پر صحاح اہل سنت میں یہ روایت ہے کہ ان لوگوں کا سوراخ سوزن میں ہو کر گذر جانا آسان ہے اور انھیں عقیقہ کا بہشت میں جانا دشوار ہے فافہم۔

آیہ یازد و ہم یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے حضرت علی مرتضیٰ اور اونکی شیعوں کو خطابِ سبطِ خیر البریہ عطا فرمایا پس بمقابلہ خیر البریہ کے غیر خیر البریہ مسلحین خلافت نہیں ہو سکتے۔
قال فی الصواعق

قوله تعالیٰ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک محمد خیر البریہ۔
خرج حافظ جمال الدین الذرندی عن ابن عباسؓ ان هذا کلامہ لما نزلت قال صلح علی ہوانت و شیعتک یعنی فرمایا اللہ جل شانہ نے کہ بہ تحقیق ایمان والے اور صالحین یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیے یہ ہی لوگ خیر البریہ ہیں (اور ضرر و خیر البریہ سے کون ہیں) روایت کی حافظ جمال الدین ذرندے نے ابن عباسؓ سے کہ جو وقت یہ آیہ نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ خیر البریہ تو ہے اور شیری شیعہ ہیں و قال صلح علی انت شیعک یوم القیامہ راضین و مرضیین و تاتی عدوک غضاباً متحین۔
آیہ دو آرد و ہم قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام عمر

مین الہدیت محمد صلیہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو چہرہ کے رنگ سے پہچان لینے لگے یعنی اونکے دوست نورانی چہرہ ہونگے اور اونکی دشمن سیاہ رو ہونگے کما فی الصواعق

قولہ تعالیٰ و علی الاعراف رجال یعرفون کالابسیما ہما خرج البخاری فی تفسیر ہذا الایۃ عن ابن عباس انہ قال الاعراف موضع عال من الصراط علیہ العباس والحزرة و علی وجعفر ذوالجناحین یعرفون محبتہم ببیاض الوجوہ و مبغضہم بسواد الوجوہ یعنی امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا عبد اللہ ابن عباس نے کہ اعراف ایک بلند مقام ہے صراطی او سپر عباس اور حمزہ اور علی اور جعفر طیار اپنے دوستوں کو سفید چہرہ دن سے اور دشمنوں کو سیاہی چہرہ دن سے پہچانینگے۔ اس آیت شریف میں مزید دوست اور دشمن کے بیچ تین پاک اور اونکی دشمن کے دوست و دشمن ہیں کیونکہ اسلام میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے کہ وہ مخصوص ہو دوستی یا دشمنی عباس و حمزہ و جعفر میں رضی اللہ عنہم جو فرقہ محب الہدیت ہے وہ شیعیاں علی ہیں باقی جملہ فرقہات اسلام دشمنان اہل بیت میں داخل ہیں خواہ بعضے اونہیں سے خاص ذات بابرکات حضرت علی سے دشمنی کر سکتے ہوں کیونکہ دشمنی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خاص دشمن۔ ایک دوست کا دشمن ایک دشمن کا دوست بہر حال سوائے شیعیاں کے اور کوئی فرقہ دشمنی اہل بیت علی بری نہیں

تفسیرین ذکر عباس و حمزہ و جعفر علیہ السلام قاصد مقصود نہیں کیونکہ وہ
حضرات نہایت عزیز و قریب حضرت علی کے ہیں اگر وہ دشمنان علی
کو پہچان پہچان کر جہنم کی طرف روانہ کریں اور ان کی دوستوں کی مدد آ
کریں تو کچھ تعجب کے بات نہیں ورنہ دوستی و دشمنی سے ان کا ذلت
اتعلق نہیں۔ اور نیز دیگر روایات کثیرہ مرویہ اہل سنت سے ظاہر ہوتا
کہ یہ خاص حضرت علی کے متعلق کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی کو خطاب دیا قاتل الغر المحجلین غر المحجلین ان کو کہتے ہیں جنکے پہرے
پیشانیان اور ماتھے پر نورانی سفید چمکتے ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ
وہ ہیں جنہوں نے حضرت علی کو اپنا امام اور سردار مانا ہے پس
بموجب اس لقب کے ظاہر ہوا کہ جن لوگوں نے حضرت علی کو خلیفہ
بلا فصل مانا ہے وہ ہی لوگ غر المحجلین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سردار ہیں۔ اور جبکہ تخصیص وقع ہو گی کہ سفید چہرہ والوں سے
سردار تو حضرت علی مرتضیٰ ہیں تو ضرور ہے کہ اور لوگ سیاہ چہرہ
کے سردار ہوں جیسا کہ فرمایا بخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
الائمۃ من القریش ابرارنا امر او ابرارنا وفجارنا امر او فجارنا۔ یعنی
سردار تو قریش میں سے ہے ہو گی مگر ابرار ابراروں کے سردار
اور فجار فجاروں کے سردار ہونگے۔

دوسری حدیث مؤید اس آیت کے یہ ہے قال فی الصواعق ورمی
ابن السماء ان ابابکو قال لا رضی اللہ عنہما سمعت رسول اللہ

صلواتی لا یجوز احد الصراط الا لمن کتب له علی اعوانہ واثق
مہر قہ بن سے روایت کی ابن سواک نے کہ نہ تاراو بائے حضرت
علی کی نسبت فرمایا کہ میں نے سنا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا
تھی نہیں کہ ریکیگا کوئی شخص صراط سے کہ یہ کہ پدا ان راہ ارسے
اور یہاں نوزہ ہو اس کے پاس حضرت علی کا لکھا ہوا۔

یہ فی حدیث نوید اس آیت کی یہ ہے قال فی الصوائف - اخراج
الدارقطنی ان علیا قال للسنیة الذین جعل علیا امرئ ونبیہم
کما لما طویلا من جملته انشاء ^{ابن ماجہ} کہو بالله هل فیکم احد قال لہو
رسول اللہ صلواتی علی انت قبضہ الجنة والنار یوم القیامتہ غیرے
قالوا اللہم لا یغفر لہ فیہ موافق مہر قہ بن سے کہ روایت کی دارقطنی سے

کہ حضرت علی نے اوں چہ شخصوں سے شکہ در بیان حضرت محمد سے
امر شوری قہار ویا تر بہت طوالتے گفتگو فرمائی از انجل یہ ہے کہ اپنے
فرمایا کہ میں تمکو قسم خدا کی دیتا ہوں سچ کہو کہ آیا یہ سدا کوئی اور
شخص ہے جسکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ ای علی تو قسم
کرنیو الا بہشت اور دوزخ کا ہے قیامت کے دن - سب لوگ بولے
کہ بخدا آپ کے سوا اور کوئی نہیں اب اہل انصاف غور کریں کہ سردار
اور امام و پیشوا کون ہے وہ شخص جو ہر ایک کو صراط سے گزرنے
کا جائزہ دیتا ہے اور اپنے دوستوں تا بعد از دن کو بہشت میں اور
مخالفوں اور دشمنوں کو جہنم میں بھیجتا ہے یا ایسے لوگ نہیں سوا

ہو سکتے ہیں کہ جو محتاج جائزہ ہوں اور بجا لست ثبوت اطاعت و فحاشی اللہ کے حکم علی مرتضیٰ بہشت یا دوزخ میں بھیجے جا دیں۔

آیت سیزدہم قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا یعنی فرمایا حضرت باری تعالیٰ نے کہ بخیر این نیست کہ خدا یتعالیٰ چاہتا ہے کہ البتہ دوزخ کرے تم سے جس یعنی گناہ و نجاست و برائی ظاہری و باطنی کو ای اہل بیت رسالت اور پاک کرے تمکو جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے قال فی الصواعن اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی وفاطمہ والحسن والحسین۔ و اخرج احمد عن ابی سعید الخدری انہا نزلت فی خمسة النبی صلعم و علی وفاطمہ والحسن والحسین۔ و اخرج ابن جریر مرفوعاً بلفظہ انزلت ہذا الایہ فی خمسة فی وفی علی والحسن والحسین وفاطمہ۔ و اخرجہ الطبرانی ایضاً۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ آیت حضرت علی اور فاطمہ اور حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی اور امام احمد بن حنبل نے ابوسعید خدری سے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت پنج تن کے حق میں نازل ہوئی یعنی بنی صلعم اور علی حسین وفاطمہ کے حق میں اور روایت کی ابن جریر نے مرفوعاً بلفظہ یرغیر خدا صلعم کہ فرمایا اپنے یہ آیت نازل ہوئی پنج تن کے لئے۔ میرے اور علی اور حسن و حسین وفاطمہ کے حق میں۔

بعض تعصبین نے ازواج البنی صلعم کو بھی اس آیت میں شامل کیا ہے

گم یہ ادا عا د لکا بچند وجہ باطل ہے اول یہ بروایت صحیح مسلم ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ نے اس وقت سخت کسار و اخل ہو نیکی آرزو کی اور وہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ دوسری وجہ داخل الہدیت نہیں ہو سکتی کیونکہ جب عورت کو طلاق دیدیا جاتا ہے تو اس کو شوہر کے خاندان سے کچھ علاقہ نہیں رہتا۔ تیسرے آیت میں تمام ضامیہ مذکور کے ہیں اگر ازواج شامل ہوتی تو ضامیہ تانیث مستعمل ہوتی جیسا کہ دیگر آیات تلخیص میں ہیں۔

پس طہارت و عصمت کے عطا ہونے کے وجہ بجز پیشوا مئی است کے نہیں ہے خداوند تعالیٰ نقطہ اوسیکو طاہر و معصوم کرتا ہی جسکے اطاعت و فرمان برداری میں مخلوق خدا کو سپرد کرتا ہے کسی موم و محکوم کے لیے حاجت طہارت و عصمت کی نہیں ہے۔ ایسی ہی خدا تعالیٰ کسی غیر معصوم و غیر طاہر کو ایسا سپرد نہیں بنا تا جکی طہارت و فرمان برداری است پر فرض کر دیا جائے پس جو معصوم ہے وہ ضرور مفترض الطاعت ہے اور جو مفترض الطاعت ہے وہی معصوم ہے اور اوسیکو امام برحق کہتے ہیں۔

ایہ چھارہ حقولہ تعالیٰ قل لا اسئلكم علیہ اجرًا الا المودة فی القربی فرمایا خداوند تبارک و تعالیٰ نے کہ کہہ دے ای محمد صلعم اپنے امت سے کہ میں تم سے ہدایت اور تبلیغ رسالت کا کچھ عیوض نہیں مانگتا بجز اسکے کہ محبت رکھو میرے اہل قربت سے۔ تعالیٰ فی الصلح

اخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس
ان هذه الآية لما نزلت قالوا يا رسول الله من قرأ بتك هؤلاء
الذين وجبت علينا مودتهم قال علي وفاطمة وابناهما
يخففن صواعق محرقه بين يديهم کہ روایت کے امام احمد بن حنبل اور طبرانی
اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس سے کہ یہ آیت جو وقت
نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپ کے اہل بیت
کو نہ ہیں بلکہ محبت ہم پر واجب ہوئی ہے نہ فرمایا آنحضرت مسلم کے
کہ وہ علی اور فاطمہ اور دونوں پر اسرار تکے ہیں۔

پس اس پر واجب ہونا محبت اہل بیت پیغمبر کا ہے سب نہیں ہے
بلکہ دلیل سرداری اور پیشوائی کی ہے

آیۃ پانزدہم یہ کہ حکم خدا تعالیٰ جمیع امت محمدی مامور کئے گئے
کہ نبی مسلم اور آل نبی مسلم پر درود اور سلام پہنچا کرین اور یہ دلیل
قوی ہے پیشوائی اور سرداری اہل بیت پیغمبر کی قال فی الصواعق
الایۃ الثانیۃ قوله تعالیٰ ان الله وما شکته یصلون علی النبی
یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً صم عن
کعب بن عجرۃ قال لما نزلت هذه الآية قلنا یا رسول الله صل
قلنا علیہ کیف نسلم علیہا وکیف نصلی علیہا فقال علیہ السلام
قولوا لا حول ولا قوۃ الا باللہ وعلی آل محمد وعلی اخوہ وورثہ وایۃ لہما کم
فقلنا یا رسول الله کیف الصلوة علیکم اهل البیت قال قولوا

اللہ وصل علی محمد وعلی آل محمد الخ۔ فسوالہم بعد نزول الایۃ
 واجابہم باللہ وصل علی محمد وعلی آل محمد دلیل ظاہر علی ان الامر
 بالصلوۃ علی اہل بیتہ وبقیۃ الہ مراد من ہذہ الایۃ والا لہم
 تسئلوا عن الصلوۃ علی اہل بیتہ والہ عقب نزولہا ولم یجیبوا یذکر فلما
 اجیبوا بعد علی ان الصلوۃ علیہم من جملة المأمور بہ۔ وانه صلعم
 اقامہم فی ذلک مقام نفسیتے کعب بن عجرہ سے روایت صحیح یہ ہے
 کہ کہا اوسنے جو وقت یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے رسول خدا صلعم سے
 عرض کی کہ آپ بہکو تبادین کہ ہم کس طرح آپ پر درود و سلام بھیجن فرمایا
 یون کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ۔ اور امام حاکم کے متبع
 روایت میں اس طرح ہے کہ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر تم اہل بیت
 پر درود بھیجن تو فرمایا کہ کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ۔ بعد اسکے
 شیخ ابن حجر کہتے ہیں پس سوال اون لوگوں کا بعد نزول آیت اور جواب
 جو ساتھ کلمہ اللہم صل الخ کے اذکو دیا گیا دلیل ظاہر اس امر کے ہے
 کہ آل محمد پر درود بھیجنے کا حکم دیا جانا خاص مراد اوس آیت کی ہے
 در نہ وہ لوگ درود براہل بیت کے بابت سوال نہ کرتے اس آیت
 کے نازل ہونے پر۔ اور نہ وہ جواب اذکو دیا جاتا جس کا ذکر کیا گیا۔
 پس چونکہ جواب دیا گیا اذکو یہ تو تصریح دلالت اس بات کی ہے
 کہ درود بھیجا اہل بیت محمد صلعم پر منجملہ اذن امور کے ہے چکا است
 کو حکم دیا گیا اور نیز دلیل اس بات کی بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے

اپنے اہل بیت کو قائم مقام اپنے نفس کا گردانا۔
 آية شانزدهم قال في الصواعق قوله تعالى سلام على آل نبيك
 فقد نقل جماعت من المفسرين عن ابن عباس ان المراد بذلك
 سلام على آل محمد۔

یعنی فرمایا اللہ جل شانہ نے کہ سلام ہو اوپر آل ایس کے۔ ایک گروہ
 مفسرین کا ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے
 کہ سلام ہو اوپر آل محمد کے۔ پھر اونکی سرداری میں کیا شک ہے علاوہ
 ان آیات کے اور بہت آیات شان علی مرتضیٰ داہل بیت میں دارو
 ہیں کہ اس مختصر میں گنجائش اونکی ذکر کی نہیں ہے۔ تمام آیات جنہیں صفت
 سوشین اور سائقین و اولین و مجاہدین کے دارو ہیں وہ سب حضرت
 علی کے شان میں ہیں مثل آیات سورہ دہر آیات خدمت شب سحر
 و آیات اذن واعیة و آية ول كل قوم هاد و غیرہ حتی کہ اکثر تثنیہ
 اہل سنت نے کہا ہے کہ ہر آیت جسکے سر پر کلمہ یا ایھا الذین امنوا
 نازل ہے اور عتاب سے خالی ہے وہ شان میں حضرت علی اور اونکی
 اتباع کے ہے۔

باب در ذکر احادیث دالہ بر خلافت بلا

فصل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام

چونکہ اس باب میں مختلف مضامین کے احادیث منقول ہیں اسلئے ہم
 اس باب کو چند فصول پر تقسیم کیا ہے فصل اول

فصل اول در بیان سبقت در ایمان و اسلام و عبادت واضح
ہو کہ جمیع محدثین اہل سنت کا اجماع اس امر پر واقع ہے کہ سب سے
پہلے حضرت علی ایمان لائے اور عبادت خدا کرنے میں سب پر سبقت
لیگئے اور پیغمبر کا وحی و خلیفہ وہی شخص ہوا ہے کہ جس نے ایمان لائے میں
سب پر سبقت کی ہو اور اوس کو صدیق اکبر کہتے ہیں قال فی الصواعق
قال ابن عباس وزید بن ارقم و سلمان الفارسی و جماعة
انہ اول من اسلم و نقل بعضهم الاجماع علیہ صاحب صدائق محرقہ
لکھتے ہیں کہ قول ابن عباس وزید بن ارقم و سلمان فارسی وغیرہم ایک
جماعت صحابہ کا یہ ہے کہ جو سب سے پہلے ایمان لایا ہے وہ علی رضی
ہیں صلوٰۃ اللہ علیہ۔ اور بعض محدثین نے نقل کی ہے کہ جمیع صحابہ
و است کا اجماع اسی پر ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے۔
واخرج النسائی فی خصائصہ عن زید بن ارقم قال اول من
اسلم مع رسول اللہ صلعم هو علی ابن ابی طالب و اخرج ایضاً
عن سلمہ بن کھیل قال سمعت حیاہ العرفی قال سمعت علیاً
یقول انا اول من صلی مع رسول اللہ صلعم۔ وعن زید بن ارقم
قال اول من صلی مع رسول اللہ صلعم و هو علی۔ ومن طریق عب
اللہ ابن سعد عن زید بن ارقم و هو یقول اول من صلی مع رسول
اللہ صلعم علی ابن ابی طالب و قال فی موضع اخر اول من اسلم
مع رسول اللہ صلعم علی رضی اللہ عنہ روایت کی امام نسائی نے

اپنی کتاب خصائص میں زید بن ارقم سے کہ جو شخص سب سے پہلے رسول خدا کے ساتھ ایمان لایا وہ علی ابن ابیطالب ہیں۔ اور نیز سلمہ بن کہیل سے روایت کی ہے کہ کہا اس نے سنائیں نے جہ عمری سے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز پڑھی اور نیز روایت کی زید بن ارقم سے کہ سب سے پہلی جنہوں نے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی وہ علی ہیں۔ اور اسکو بطریق مجدد بن سعد بھی روایت کیا۔ اور دوسری جگہ روایت ہے کہ سب سے پہلی حضرت علی ایمان لائے اس سبقت اسلام سے یہ ہی نہ سمجھنا چاہئے کہ اور اصحاب کے ایمان لانے سے دس یا پانچ دن یا دو چار برس پہلے آپ ایمان لائے ہیں اور دیگر صحابہ آپ کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ایمان لائے ہوں۔ نہین بلکہ آپ کے ایمان لانے کے بعد ایک مدت دراز تک کوئی شخص ایمان نہین لایا۔ بعض روایات اہل سنت میں یہ مدت سات برس ظاہر ہوئی ہے اور بعض سے نو برس۔

خصائص میں جہ روایت طہ لانی یحییٰ بن عقیف عن ابیہ درج ہے اوسمین کوئی مدت محدود نہین بلکہ جب اوس نے حرم میں رسول خدا صلعم و خدیجہ الکبریٰ و علی مرتضیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر براہ تعجب حضرت عباس سے دریافت کیا تو آپ نے سب حال بیان کر کے غصہ فرمایا کہ سو ایمان تین شخصوں کے اور کوئی اس مذہب کا آدمی روی زمین نہین۔ اور دوسری روایت مندرجہ خصائص میں مدت سات

کے ریح ہے اخراج النفسانی فی خصائصہ عن علی قال علی انسا
عبداللہ و اخور رسول اللہ و انا الصدیق الاکبر ہوا سلمت
قبل الناس سبع سنین ولا نقولها بعد الا کاذب یعنی فرمایا
حضرت علی نے کہ میں بندہ خدا کا ہوں اور بہائی رسول الٹکا اور میں ہوں
صدیق اکبر اور اسلام قبول کیا میں نے سب آدمیوں سے سات برس
پہلے اور میری سوا اور جو شخص یہ بات کہے وہ کاذب ہے و ایضاً نے
انخصائص عن عبداللہ بن آل الہذیل عن علی قال لا اعرف
احدا من هذه الامة عبد الله مع نبينا غیری عبدت الله
قبل ان یعبده احد من هذه الامة لتسع سنین یعنی خصائص
میں عبداللہ بن آل الہذیل سے روایت ہے کہ اوشے روایت کی حضرت
علی سے کہ فرمایا آپ نے کہ میں اس امت میں کسی تنفس کو نہیں پہچانتا کہ
جس نے میری سوا پر پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ نماز پڑھی ہو میں نے عبادت
کی خدا کی سب آدمیوں کے عبادت شروع کرنے سے نو برس پیشتر
وقال فی الصواعق - اخراج الدلیلی عن عائشة والطبرانی وابن
مردویہ عن ابن عباس ان النبی صلعم قال للسبق ثلاث
فالسابق الی موسیٰ یوشع ابن نون والسابق الی عیسیٰ صلی علیہ
والسابق الی محمد علی ابن ابی طالب یعنی صواعق بقرہ میں ہے
کہ روایت کی دلیلی نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی وابن مردویہ نے
ابن عباس سے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ سب پر سبقت یحیائی ہادی

تین شخص ہیں۔ ایک سبقت کر نیوالا طرف موسیٰ کے یوشع بن نون کے
 اور دوسرا سبقت کر نیوالا طرف عیسیٰ کے صاحب یس یعنی شمعون
 القفا ہے۔ تیسرا سبقت کر نیوالا طرف محمد صلعم کے علی ابن ابیطالب
 ہے۔ اس بات کو تو ناظرین خوب جانتے ہو گئے کہ حضرت موسیٰ کے
 بھائی اور خلیفہ بلا فصل حضرت یوشع بن نون تھے۔ اور حضرت مسیح
 کے خلیفہ حضرت شمعون ہوئے گویا خلیفہ ہر پیغمبر کا وہ شخص ہوا ہے جسے
 اوس پیغمبر پر ایمان لانے میں سبقت کی ہو پس کوئی وجہ نہیں کہ حضرت
 علی خلیفہ بلا فصل پیغمبر خدا کے نہوں۔ پس یہ حدیث صریح نص غلامت
 بلا فصل حضرت علی کے ہے۔

فصل دوم اس بیان میں کہ حضرت علی نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا
 کیونکہ جس نے کبھی خدا کے ذات میں کسی کو شریک کیا ہے وہ ظالم ہے اور
 قابل امامت نہیں کیونکہ شرک اور بت پرستی بدترین اقسام ظلم سے
 ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے اسی شرط پر وعدہ عطا کیا
 امامت ان کی اولاد میں کیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ لا ینال عہدک
 الظالمین پس خلیفہ بلا فصل اور امام برحق وہ ہے جس نے کبھی بت
 وغیرہ کو پرستش نہ کیا ہو اور سب پر اطلاق ظلم کا کبھی نہ ہوا ہو اور یہ بات بخبر
 عترت پیغمبر صلعم کے اور دون میں انجیل متنعات سے کیونکہ حضرت
 مخبر صادق فرماتے ہیں فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیت
 کما فی الصواعق یعنی میری امت کے ہر زمانہ میں میری اہل بیت سے

عداوت موجود ہو گئے۔ اسلئے سہانی اہل بیعت پیغمبر کے اور کوئی شخص
 لائق خلافت نہیں پس خلافت و امامت نصرت ہو کے اہل بیعت
 پیغمبر۔ ثبوت عدم پرستش اصنام نسبت حضرت علی کے یہ ہے
 قال فی الصواعق اسلم وھولین عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان
 وقیل دون ذلک قد یما فیہ اسلام اسے حضرت علی دشمن
 کے سن میں اور نو سال بھی کہتے ہیں اور آٹھ سال بھی اور اس سے
 کمتر بھی یہاں تک کہ آپ قدیمی مسلمان اور پیدایشی مومن ہیں۔ اور
 یہ بھی حق ہے۔ و آخر جابر بن سعد عن حسن بن زید قال لم یعبہ
 الا وثان قط لصغرۃ روایت کی ابن سعد نے حسن بن زید سے
 کہ حضرت علی نے کبھی بت کو نہیں پوجا بوجہ صغیر شیخ میں مسلمان
 فصل بیوم۔ در بیان اسکے کہ خلیفہ بلا فصل اور امام برحق کامل
 الایمان اور صدیق اکبر بنو ناچا ہے اور اسکے تکمیل ایمان کا انجام
 خدا نے دیا ہو۔ محبوب خدا اور رسول ہو انت او سکی محبت و نصرت
 پر مامور ہو او سکی بعض دشمنی اور ترک نصرت سے انت منع کی گئی
 ہو۔ رسول صلعم سے ظاہر اور باطناً قربت قریب ہو۔ اکثر صفات
 نبوت میں شرکت ہو اور شرکت ہی ایسی کہ مثل نفس پیغمبر کے
 ہو دے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں حضرت علی میں موجود
 ہیں اور اصحاب ثلاثہ میں سے کسی صاحب میں یہ صفات نہیں ہیں
 از انجملہ صدیقیت واضح ہو کہ امت محمدی میں سوای حضرت

علی کی کوئی صدیق نہیں ہے نص قطعاً سپرد ہو چکے کہ امت محمدی میں فقط حضرت علی صدیق ہیں۔ اہل تنہا نے جو نام حضرت ابو بکر کا صدیق رکھ لیا ہے یہ بطور خود ہے ورنہ خود انکی روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو کوئی سوائے حضرت علی کے دعویٰ صدیقیت کرے وہ کاذب ہے جیسا کہ ایک روایت خاصہ امام نسائی فی فصل میں مرقوم ہو چکی کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام انا الصدیق الاکبر واسلمت قبل الناس سبع سنین ولا تقولہا بعدی الا کاذب۔

دو روایات صدیقیت کے بابت صوائق محدثہ سے نقل کئے جاتے ہیں اخرج ابن التمار عن ابن عباس ان البتی صلعم قال الصدیق ثلثہ خرقیل مومن آل فرعون وحبیب النجار صاحب آل یس وعلی ابن ابی طالب یعنی فرمایا نبی صلعم نے کہ فقط دنیا میں تین شخص صدیق گذرے ایک خرقیل دوم حبیب النجار سوم علی مرتضیٰ و اخرج ابو نعیم عن عساکر عن ابی یعلی ان رسول اللہ صلعم قال الصدیق ثلثہ۔ حبیب النجار مومن آل یس قال یا قوم اتبعوا لم سلیب وخرقیل مومن آل فرعون الذی قال القفکون رجلاً ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابی طالب وہو افضلہم۔ اس سے ثابت ہوا کہ جملہ امم سابق و حال میں فقط تین صدیق ہوئے حبیب و خرقیل امم سلف میں اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس امت مرحومہ میں اور حضرت اسلم

ہیں اور دو صدیقوں سے یعنی یہ صدیق اکبر میں لفظ اکبر سے یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ جب حضرت علی صدیق اکبر میں تو امت محمدی میں اور صدیق اصغر میں گے یہ بات ہرگز نہیں بلکہ آپ کا لقب صدیق اکبر بمقابلہ دو صدیقان امم سابقہ کے ہے اور صدیقیت بحکم خبر صادق علیہ السلام محدود اور منحصر ہو چکی تمام عالم میں فقط تین شخصوں پر۔

تکمیل ایمان اس کا حال ہے کہ حضرات اہلسنت و جماعت روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بمقابلہ حضرت ابوبکر و عمر کے حضرت علی کی نسبت فرمایا قد امتحن اللہ قلب علی الايمان یعنی خدا نے تعالیٰ نے امتحان کر لیا ہے علی کے دل کا واسطے ایمان کے۔ اخرج النسائی فی خصائصہ اخبارنا ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن مبارک الخزونی قال حدثنا الاسود بن عامر قال اخبرنا شريك عن منصور عن ربعي عن علي قال جاء النبي صلعم اناس من قريش فقالوا يا محمد انا جيرانك وحلفائك وان من عبيدنا قد اتواك ليس لهم رغبة في الدين ولا غيبة للفقهاء انما فرد امن ضياعنا و اموالنا فذهبتم فقال لابي بكر ما تقول فقال صدقوا اللهم جيرانك وحلفائك فتغير وجهه النبي صلعم وقال لعمر ما تقول قال صدقوا اللهم جيرانك وحلفائك فتغير وجه النبي صلعم ثم قال يا معشر قريش والله لبيعثن الله عليكم رجلا منكم قد امتحن الله قلبه للايمان يضربكم على بن ابيض ب بعضكم قال ابو بكر انا هو يا رسول الله قال لا قال

عمر لما هو يا رسول الله قال لا ولكن ذلك الذي يخصف
 النعل وقد كان اعطى علياً نعله يخصفها يعني رسول خدا صلعم
 کے پاس قریش سے چند شخص آئی اور عرض کیا کہ یا محمد صلعم ہم تمہارے
 ہمسایہ اور حلیف ہیں اور ہمارے چند غلام تمہارے پاس چلے آئے
 ہیں سو انکو دین میں تو کچھ رغبت نہیں نہ فقہ کی طرف راغب ہیں نہ بجز
 این نیست کہ ہماری کپڑی باڑی اور مال کو جوڑ کر تمہارے پاس بہاگ
 آئے ہیں سو انکو آپ ہمیں واپس دیدیں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت
 ابو بکر سے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو ابو بکر بولے کہ مان یہ لوگ اسح کہتے
 ہیں آپ کے ہم سایہ اور حلیف یعنی ہم شتم ہیں (یعنی جو انکے غلام سبوتا
 ہو گئے ہیں انکو واپس کر دو کہ پہر کافر ہو جائیں) یہ بات سنکر چہرہ
 رسول خدا صلعم کا غصہ کے مارے بدل گیا اور حضرت عمر سے پوچھا
 کہ تم کیا کہتے ہو انہوں نے یہی وحی کہا کہ مان یہ قریش سے ہیں آپ کے
 ہم سایہ اور ہم صدمہ ہیں (یعنی مسلمانو کو کافر ہو جانے کے لئے انکے
 حوالہ کر دو) یہ سنکر پہر دو بارہ چہرہ خباب رسول خدا صلعم کا غصہ کے
 مارے متغیر ہو گیا پہر قریش سے خطاب کر کے فرمایا ای کروہ قریش
 قسم خدا کے البتہ خداوند تعالیٰ تم پر مبعوث کرے گا ایک مرد کو قریش
 میں آئے کہ جسکے قلب کا استمان لیلیا ہے خدا تعالیٰ نے واسطی ایمان
 کے اور وہ مارے گا نکو دین پر یا یوں فرمایا کہ وہ مارے گا بعضوں تمہارے
 یہ سنکر ابو بکر بولے کہ کیا میں ہوں گا وہ مرد ای رسول خدا صلعم نے فرمایا

جنہیں پہر عمر بولے کہ کیا وہ مرد میں ہو گا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جنہیں
 بلکہ وہ مرد یہ ہے جو میری کفش کے مرمت کر رہا ہے اور اس وقت آپ نے
 کفش مرمت کر لیا کہ حضرت علی کو دی تھی۔ یہ صاف صاف خبر خلافت
 داماست حضرت علی کے ہے اور صریح انکار ہے خلافت یحییٰ کا۔
 تعجب ہے یحییٰ کے اس آرزو اور طمع ریاست پر کہ افعال و اقوال
 تو ایسے کہ جسے غصہ آئی رسول صلعم کو تکمیل و تصدیق ایمان کی وہ کیفیت
 کہ حضرت صلعم نے ان کے ایمان تلبی کی تصدیق سے انکار کر دیا اور رسول
 دوران مجال یہ کہ انا ہو یا رسول اللہ عجب دانائی ہے کہ صریحاً چند
 مومنین کے کافر ہو جانے کی راہی دی رہے ہیں اور پہر تکمیل ایمان کا اہل
 محبوبیت خدا اور رسول کی یہ کیفیت ہے کہ باجماع محدثین و اہل سیر
 ثابت ہے کہ جنگ خیبر میں آنحضرت صلعم نے تین روز تک اول حضرت
 ابو بکر و بعد ازاں حضرت عمر کو عہد ارث کر کے یہودیوں کے مقابلہ پر
 بیجا اور یہ دو دن ہر روز بحالت ناما کامی واپس آتے رہے پھر
 دن ان کے بہاگ آنے پر یہ فرمایا کہ کل کے روز میں عہد ارث کر ایسے
 جری اور بہادر کو کرو گا جو ہر گز بہاگنے والا نہیں اور وہ خدا اور رسول
 کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں
 نہ ٹیگا وہ بغیر فتح کی۔ اور یہ حدیث سواترات اہل سنت سے
 ہے۔ لا عظیم الراية عند ارجلاکما ان اغیر فرار یحب اللہ
 ورسولہ و یحبہ اللہ ورسولہ لا یرجمہ اللہ علیہ اس حدیث

سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر عمر غیر کرا اور معمر کہ جنگ سے پہلے
 جانے والے ہیں نہ محبوب خدا ہیں نہ خود خدا و رسول کو دوست رکھتے
 ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ہرگز سزاوار خلافت نہیں ہو سکتے
 پس یہ حدیث نص صریح ہے انکار خلافت شیخین اور اثبات خلافت
 دیگر آیت مودت بعض آیات منقول ہو چکی کہ محبت علی مرتضیٰ تمام امت
 پر فرض ہوئی۔ حدیث طبرہ سے حضرت علی کا خدا کے نزدیک تمام
 مخلوقات سے زیادہ محبوب ہونا ثابت ہے امدادیت شہد اہل سنت
 سے ہے اور خصایص ناسی میں بھی مروی ہے بوجہ ناست شہرت
 ضرورت نقل کی نہیں ہے۔ واخرج الترمذی عن عائشة کانت
 فاطمہ احب للناس الی النبی صلعم وزوجہا علی احب الزوجا للہ
 واخرج الترمذی والحاکم عن بريدة قال قال رسول اللہ صلعم
 ان اللہ امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبہم قیل یا رسول اللہ سمعنا
 قال علی فہم یعنی فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چار شخصوں
 کے محبت کا حکم دیا اور خبر دی مجھ کو کہ خدا تعالیٰ سے ہے ان کو دوست رکھنا
 ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ان کے نام یہ کون ہیں فرمایا ان میں سے
 ایک علی ہے۔ واخرج الطبرانی عن ام سلمہ من احب علیا فقد احب اللہ
 ومن احب اللہ فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغض اللہ ومن ابغض اللہ
 فقد ابغض اللہ یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ جس نے دوست رکھا علی
 کو اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو

دوست رکھا اور جس نے علی سے بغض و دشمنی رکھی اوس نے مجھے دشمنی
 رکھی اور جس نے مجھے دشمنی رکھی اوس نے خدا سے دشمنی رکھی و اخراج
 احمد والحاکم عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله صلعم يقول من سب
 عليا فقد سب بني - یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے جس نے علی کو
 برا کہا اوس نے مجھے برا کہا و اخراج الخطيب عن انس ان النبي صلعم
 قال عنوان صحيفة المؤمن حب علي - و اخراج الخطيب عن البراء
 وللدليل عن ابن عباس قال صلعم علي مني بمنزلة راسي من
 بدني - و اخراج الطبراني والحاكم عن ابن مسعود ان النبي صلعم قال انظر
 الوجه علي عباد لا يعني خطيب نے روایت کی انس سے کہ فرمایا نبی
 صلعم نے عنوان صحیفہ مومن کا حب علی ہے اور فرمایا آنحضرت نے
 علی مجھے بمنزلہ سر کے ہے میری بدن سے - اور فرمایا علی کے چہرہ کو دیکھنا
 عبادت ہے قریب رہی فی الخصائص علی منی وانا مشہ و هو
 وليکم بعدک یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ علی مجھے ہے اور میں علی سے ہوں
 اور وہ یعنی علی تمہارا والی و حاکم ہے میرے بعد و اخراج احمد والترمذی
 والنسائی وابن ماجہ قال قال رسول الله صلعم علي مني وانا من علي
 ولا يودی عنی الا انا و علی - روایت کی امام احمد بن حنبل اور ترمذی
 اور نسائی اور ابن ماجہ نے کہ فرمایا نبی صلعم نے کہ علی مجھ سے ہے اور
 میں علی سے اور نہیں ادا رسالت کر سکتا ہے میری طرف سے کوئی
 شخص بخیر میری اور علی کے - یہ دونوں روایت نص صریح ہیں اوپر

خلافت بلا فصل علی مرتضیٰ کے اور نیز نفی کرتے ہیں واسطہ خلافت حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے۔ وخرج الترمذی والحاکم قال للنفی علیہ السلام ماتریدون من علی ماتریدون من علی ان علیا منی وانا منه وھو ولی کل مؤمن بعدی ومومنة یعنی کیا ارادہ رکھتے ہو علی سے کیا ارادہ رکھتے ہو علی سے بالتحقیق علی مجھے ہی ادرین علی سے اور وہ ہر مومن و مومنة کا ولی ہے میرے بعد۔

فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انا وعلی من نور واحد۔ وقال النبی صلعم الناس من شجر شتہ وانا وعلی من شجرة واحدة۔ وخرج الترمذی عن ابن عمر قال لعل انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

علاوہ انکی صد بار روایات اس قسم کی کتب اہل سنت میں موجود ہیں کہ جنہ ثابت ہوتا ہے کہ ذات نبی و علی میں ہرگز گنجائش فصل نہیں۔ است محمدی مامور کی گئی نصرت علی پر اور نہ یہ امر سوای امام واجب الطاعت کی دوسری سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اصحاب ثلاثہ کی نصرت کا ہرگز است کو حکم نہیں دیا گیا فقط حضرت علی مرتضیٰ اس سرین مسفر وہیں۔ قال فی الصواعق اخرج الحاکم عن جابر ان النبی صلعم قال علی امام البرۃ وقاتل الفجور منصور من نصرة و محمد ول من خذلہ یعنی علی امام ہے صالحین و لبراروں کا اور قاتل ہے فاجر و نکاپس نصرت کریو الا او سکا منصور من اللہ ہے اور ترک نصرت کریو الا او سکا مخذول من اللہ ہے اور نیز خطبہ یوم غدیر میں ہے۔ اللهم انصر من نصرہ و لخل من خذلہ

بار خدا یا نصرت کر او سکی جو علی کے نصرت کرے اور مخذول کر او سکو
جو علی کے نصرت ترک کرے۔ یہ حدیث یہی نص صریح امامت مرتضوی
کی ہے۔ ۴ صفات متعلقہ رسالت میں شرکت ۵
واضح ہو کہ جب تک صفات رسالت میں شرکت نہ ہو وہی یا خلیفہ یا غیر
کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ شرکت متمنع ہے خلفائے ثلاثہ میں۔ اور مجتمع ہے
ذات مرتضوی میں بحسب مندرجہ ذیل۔ اول طہارت و عصمت ہے
کہ بڑا لازمہ رسالت و نبوت کا ہے۔ اخرج احمد عن ابوسعید
الحمد ان آیۃ التطہیر نزلت فی خمسة النبی صلعم و علی وفاطمة و
الحسن و الحسین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین دوم صلوٰۃ و سلام
میں حضرت علی شریک رسول خدا کے ہیں جیسا کہ آیات میں گزما ہے
محبت و مودت میں امت مامور کے گئے کہ مثل پیغمبر خدا کے حضرت
علی سے محبت رکھیں۔ ثبوت اسکا باب آیات و احادیث مندرجہ
فصل لمحقة سے ہوتا ہے چارم ولایت بموجب آیت انما ولیکم اللہ کے
حضرت علی مثل رسول صلعم ولی مومنان قرار پائی۔ پنجم بموجب نص
غذیرہ آیت بلغ حضرت علی نفس رسول اللہ قرار پائی ششم قال صلعم
لعل لا یحل لاحد ان یجنب فی ہذا المسجد غیری وغیرک
یعنی فرمایا حضرت نے کہ اسی علی تیری اور میری سوای کسی پر حلال نہیں
ہے کہ بحالت ضابطہ مسجد میں جاوے۔ ہفتم او او رسالت میں
حضرت علی کو شرکت ہے جیسا کہ او پر گذرا ہے ششم نظام آخری میں

حضرت علی کے مدخلت بھی کذا فی الصواعق قال علی فی یوم الشوری
 انشدکم باللہ هل فیکم احد قال له رسول اللہ صلعم یا علی انت قسیم
 الجنة والنار یوم القیامة غیری قالوا لا واللہ لا۔ وروی ابن السماک
 ان ابابکر قال له سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا یجوز احد الصراط
 الا من کتب له علی الجواز یعنی ثابت ہو کہ حضرت علی تقسیم کرنی والی
 بہشت اور دوزخ کے ہیں۔ اور بغیر اونکے پروانہ راہداری کے کوئی
 شخص صراط سے گزر نہ سکیگا۔ واخرج احمد والحاکم عن ابوسعید
 ان رسول اللہ صلعم قال لعل انک تقا تل علی تاویل القرآن کما
 قا ملت علی تازیله۔

فصل در بیان علم۔ دین کی پیشوائی منحصر یہ علم ہے جو د علمی دہی
 امام ہے۔ اعلم ہونا حضرت علی کا جملہ صحابہ سے متفق علیہ ہے قول صلعم
 انما مدینة العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب رواہ
 البزار والطبرانی فی الاوسط عن جابر والطبرانی والحاکم عن ابن عمر والترمذی
 والحاکم عن علی وروایت ابن عدی علی باب علم یعنی علی میرے علم کا دروازہ
 ہے اور دوسرے انادار الحکمہ علی بابہا۔ میں حکمت کا گہر ہوں علی
 او سکا وروازہ ہے علم قرآن کی یہ کیفیت ہے اخرج ابن سعد عنہ
 قال واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیہ نزلت واین نزلت وعلی
 من نزلت ان ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا لھقا ابن
 سعد نے خود حضرت علی سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قسم خدا

کوئی ایسی آیت نہیں اور ترمذی الایہ کہ میں اوسکو جانتا ہوں کہ کس بارہ
 میں اور ترمذی کہاں اور ترمذی کب اور ترمذی کیونکہ میری رب نے مجھے طلب
 عقول اور سان ناطق عطا فرمائی۔ وعن ابی الطفیل قال قال علی سلکو
 عن کتاب اللہ فانہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام
 بنی حارام فی سبیل ام جبل ابی طفیل سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت
 علی نے کہ سوال کرو مجھے کلام مجید کے بابت پس تحقیق یہ ہے کہ کوئی آیت
 ایسی نہیں کہ جسکا علم مجھی ہو کہ رات کو اور ترمذی تہی یاد ن کو یا نجی زمین میں اور ترمذی
 تہی یا او نجی زمین یہ۔ اخراج الطبرانی فی الاوسط عن ام سلمہ قالت
 سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان
 حتی یرد اعلیٰ الخوض۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبہ عن عبد الرحمن
 بن عوف ایضاً یعنی ام سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا
 رسول خدا کو یہ کہتے ہوئے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے
 ساتھ ہے یہ آپس میں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گی تا آنکہ وارد
 ہوں اور پر حوض کے اور ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن عوف سے یہی
 روایت کی ہے۔ علم قضا۔ جو اہم امور متعلقہ خلافت سے ہے
 اسکا یہ مال ہے کہ ہر سہ خلفاء اس فن سے قطعاً عاری تھے یہی حضرت
 ابوبکر کا عجز مسئلہ میراث جدہ میں مشہور ترین وقایع سے ہے حضرت عمر کا
 عجز بہت مسائل اور قضا یا میں مشہور ہے چنانچہ شتر مقام پر حضرت
 علی نے انکو سنبھانا اور انہوں نے یہ لفظ کہلو اعلیٰ لعلک عمر

اور بالآخر یہ کہا کہ بار خدا یا اوس شکل سے مجھے بچا یا جس میں علی رضی
 اوس شکل کے کوٹنے والے نہون کما فی الصواعق اخرج عن سعید
 بن المسیب قال عمر بن الخطاب یتعوذ باللہ من معتضلة لہا ابو الحسن
 ای علیا حضرت عثمان کو اسکے ضرورت ہی نہ تھی صدائے معاملات میں
 مخالفت حکم خدا اور رسول کے ہوتے تھے اور مطلق لحاظ نہیں کیا
 جاتا تھا بلکہ قتل ہوتے تھے فتویٰ سے پیشتر قتل ہو جاتے تھے
 اخرج ابن سعد عن ابو ہریرۃ قال قال عمر بن الخطاب علی اقضانا
 یعنی عمر بن خطاب نے کہا کہ ہم سب میں علی بڑے قاضی اور فیصل کشندہ
 بنضایا وہن قال رسول اللہ صلعم اقضاکو علی یعنی فرمایا رسول خدا
 صلعم نے کہ تم سب میں بڑا قاضی علی ہے وجہ نزول اس حکم کے صاحب
 صواعق محرقہ نے یہ لکھی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلعم معہ ایک جماعت
 صحابہ کے بیٹھے ہوئی تھی کہ اتنی میں دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے اور ان میں
 سے ایک نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میری پاس ایک گدانا تھا اور
 دوسری کی گائی تھی اسکی گائی نے میری گدہ کی مار ڈالا۔ اصحاب حاضرین
 مجلس بولے کہ ہائے پریشان نہیں اس پر رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو
 حکم دیا کہ ان دونوں شخصین کے درمیان مقدمہ کا فیصلہ کر دے۔ حضرت
 علی نے تنہا میں سے اول یہ سوال کیا کہ دونوں جانور بندھے ہوئے تھے
 یا کھلے ہوئے یا اونٹن سے ایک بندھا ہوا اور ایک کھلا ہوا۔ تنہا میں
 بولے کہ حمار بندھا ہوا تھا اور گائی کھلی ہوئی تھی اور مالک اوسکا ادسکے

ساتھ تہا پس حکم دیا علی مرتضیٰ نے کہ گامی دانے پر زمان ہے یعنی وہ حمار
کے قیامت مالک حمار کو ادا کری پس قایم رکھا رسول اللہ صلعم نے اس
حکم کو علی کے اور جاری کیا اس فیصلہ کو اور فرمایا اصحاب سے افضاکم علی
اور نیز منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا کی تھی حضرت علی کے حق میں
اللہ عا ہد قلبہ وثبت لسانہ اور اس روز سے قضا ما فیصل
کرنے میں کہی غلطی نہ کہائی اور فرمایا آنحضرت صلعم نے امت سے حضرت
علی کے حق میں۔

انہ لن یخرجکم من ہذا ولن یدخلکم فی ضلال یعنی علی تکو ہدایت
سے نہ نکلنے دینگے اور گمراہی میں نہ پڑنے دینگے یہ بھی نص میں آپ کی امامت
کے اور نفی ہے امامت اغیار کے کیونکہ منحصر ہو گئی ہے ہدایت فقط
بتک علی پر اور اغیار کے بتک سے ضرور گمراہی ہوتی ہے۔

فصل در بیان احادیث متعلقہ بتخلات مرتضوی

اس فصل میں وہ احادیث مرویہ امامت منقول ہیں کہ جن میں صریحاً خبر
یا نص خلافت مرتضوی مروی ہے یا بالانقضاء مجلس استخلاف واقع ہوا ہے
احادیث مرویہ امامت متعلق بہ اخبار و نص خلافت مرتضوی
اخرج الحاکم عن جابر ان النبی صلعم قال علی امام البرۃ وقال
الفجرۃ منصور من نصرہ فخذ ول من خذلہ۔ اخرج البزار عن انس
قال صلعم علی یقضی دینی وقال النبی صلعم قد اوحی الی فی علی
انہ سید المومنین و امام المتقین وقائد الغر المحجلین۔ و اخرج

الحافظ ابو نعم في حلية بسند ان عليا دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
 صلعم مرحبا بسيد المسلمين وامام المتقين - واخرج ابن عبد عمن علي
 ان النبي صلى الله عليه وسلم قال علي يعسوب المومنين والمال يعسوب المنافقين
 وروى الحافظ ايضا - في حلية بسند عن انس بن مالك قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبره وانا اسمع يا ابا برة ان الله عهد الى في علي
 ابن ابي طالب انه رايته الصديق ومنار الايمان وامام اوليائى ونو جميع
 من الها عتي يا ابا برة على ابن ابي طالب امينى غدا فى القيامة **رحمنا**
 رايته فى القيامة على مفاتيح خزائن رحمة ربي وهو الكلمة
 النبى الزمته المتقين من احبه احبني ومن ابغضه ابغضني فبشرة
 بذلك -

نقل الترمذى بسند عن عمران بن حصين قال بعث رسول الله
 صلعم جيشا استعمل عليهم على ابن ابي طالب فضى فى السرية فاضا
 جارية فانكروا عليه وتعاقدا ربعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا
 اذ القنا رسول الله اخبرناه بما خضع على ابن ابي طالب فكان المسلمون
 اذا رجعوا من سفريد وابر رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلموا عليهم انصرفوا الى
 رجالهم فلما قدمت السرية فسلموا على رسول الله فقال رجل من الاربعة
 فقال برسول الله صلى الله عليه وسلم التراب الى علي ابن ابي طالب صنع كذا وكذا
 فاعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قام الثاني فقال مثل مقالته فاعرض
 عنه ثم قام الثالث فقال مثل مقالته فاعرض عنه ثم قام الرابع فقال

مثل ما قالوا فاقبل اليهم رسول الله صلعم والغضب يعرف في وجهه فقال
 ما تريدون من علي ما تريدون من علي - ان علياً مني وانا من علي
 وهو ولي كل مؤمن بعدي خلاصه مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک
 کثیر جو خمس میں واقع ہوئی تھی حضرت علی نے کہ سرور ارشاد کرتے بعد لغت غنیمت
 اور سیر اقرت کیا ہمارے حضرت کے اصحاب باصفائین سے یا شخصوں
 نے سریہ سے واپس آکر حضرت سے شکایت کی ان حضرت نے تین شخصوں
 کے بات تو سنکر موہمہ پیر لیا جب چوتھی نے یہی شکایت کی تو آپ توجہ
 ہوئی مگر چہرہ سے آثار غضب نمودار ہوئی فرمایا اوں لوگوں سے کیا ارادہ
 رکھتے ہو علی سے کیا ارادہ رکھتی ہو علی سے بہ تحقیق کہ علی مجھے ہی اور
 میں علی سے ہوں اور وہ میری بعد سب مسلمانوں کا ولی یعنی حاکم مالک
 ہے - امام نسائی نے خصائص میں یہی عمران بن حصین سے بعینہ انہیں
 الفاظ سے روایت کی ہے - ان علیاً منی وانا منہ وهو ولی کل
 مؤمن بعدي -

دوسری روایت خصائص میں عن عبد اللہ بن بریدہ عن ابيہ ورجح ہے
 حسین بریدہ نے خالد بن ولید کا خط بہ شکایت علی مرتضیٰ پاس رسول خدا
 کے لیجا نا اور حضرت کا غضب ناک ہو کر یہ فرمانا درج ہے -
 لا تعصبین یا بریدۃ فی علی فان علیاً منی وانا منہ وهو ولیکم تبعاً
 اخرج النسائی فی الخصائص عن بریدۃ قال رسول الله صلعم
 ما کان احد بعد رسول الله افضل من علی یعنی بعد رسول خدا کے

علی سے افضل کوئی شخص نہیں ہے۔۔ اخراج الدارقطنی فی الا افراد
عن ابن عباس ان النبی صلعم قال علی باب حطۃ من دخل منه
کان مومنا ومن خرج منه کان کافرا یعنی علی دروازہ حطہ ہے جو اوہمیں
داخل ہوا وہ مومن رہا جو اس سے نکلا وہ کافر ہوا۔

اخرج حافظ ابو نعیم فی حلیۃ عن الحسن ابن علی علیہ السلام قال
قال لی رسول اللہ صلعم ادع علی سید العرب یعنی علیا فقالت عائشۃ
الست سید العرب فقال انا سید ولد ادم وعلی سید العرب
فلما جاء رسل الی الانصار فاتوہ فقال لہم یا معشر الانصار الا
اولکم علی ما ان تمسکتموہ لن تضلوا بعدہ ابد اقاوالی یا رسول اللہ قال **ھذا**
فاجیہ یجسی واکرموہ بکرامتی فلان جبریل امرنی بالذی قلت
لکم عن اللہ عز وجل وعلی۔

ہم حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے فرمایا کہ رسول خدا صلعم نے
کہ سید عرب یعنی علی کو میرے پاس بولا لاؤ عائشہ بولی کہ کیا آپ سید عرب
نہیں ہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور علی سید عرب ہے
پس جبوقت حضرت علی آگئے تو حضرت رسول خدا صلعم نے انصار
کو بولا یا اور جب وہ حاضر ہوئے تو انحضرت نے انصار سے فرمایا کہ
آیا میں تمکو دانت ایسے امر کی نکر و ن کہ اگر تم اس سے تمسک کرو
تو یہ کہیں بعد اسکے مگر اہی میں نہ پڑو سب نے عرض کی فرمائی یا حضرت
تب آپ نے فرمایا کہ یہ علی ہے محبت کرو اس سے ایسی کہ جیسے محبت

مجھے کرتے ہو اور بزرگداشت کرو اسکی جیسے کہ میری کرتے ہو بہ تحقیق
 کہ جبریل کے حکم سے میں نے تمکو کہا جو کہ وہ خدا ایتھالے کے حضور سے
 لایا تھی۔ وروسی الامام الحنفی المذکور فی حلیۃ پندہ عن انس بن
 مالک قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم یا انس اسکب لی وضوءاً۔ ثم قام
 فصل رکعتین ثم قال یا انس اول من یدخل علیک من ہذا الباب
 امیر المؤمنین وقائد الغر المحجلین۔ وخاتم الوصیین قال انس قلت
 اللہم اجعلہ رجلاً من الانصار وکتمتہ اذ جاء علی فقام مستشیئاً
 فاعتنقه ثم جعل بمسیم عرق وجہہ بوجہہ وعرق وجہہ علی
 بوجہہ فقال علی یا رسول اللہ لقلدا یتاک صنعتم لی شیئاً ما
 صنعت لی قبل قال وما یمنعنی وانت تودی عنی وتسمعہم صوتی
 وتبیین لہم ما یتخلفوا فیہ بعدک روایت ہے انس بن مالک سے کہ فرمایا
 آنحضرت نے امی انس مجکو وضو کرنا پھر حضرت کہڑی ہو گئی اور دو رکعت
 نماز پڑھی اور فرمایا کہ امی انس جو کوئی شخص اول اس دروازہ سے
 بتجہ واخل ہو وہ امیر المؤمنین اور سید المسلمین اور قائد المجہین اور خاتم
 الوصیین ہے انس کہتے ہیں کہ اپنے دلیں میں میں نے کہا بارخدا یا ای
 شخص انصار میں سے ہو کہ اتنی میں حضرت علی تشریف لایا اور پیغمبر
 خدا صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ انس یہ کون ہے میں نے عرض کی کہ علی ہیں
 رسول خدا صلی علیہ وسلم ثارت دیتی ہوئی اوٹھ کہڑی ہوئی اور علی سے
 معالقب کیا بعد اسکے اپنی چہرہ کا عرق اپنے چہرہ سے مسح کیا حضرت علی
 علی چہرہ سے اور علی کے چہرہ کا عرق

خاتم الوصیین من ہذا الباب

نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آگے کہی ایسا نہیں کیا یہ کیا بات ہے آپ نے اسکی وجہ ارشاد فرمائی کہ یہ بات اسکی کلمہ میں نے کہ تو میرے پیغمبر سے ادا اعر رسالت اور تمام دعوت کر گیا اور است کو میرے آواز سنائیگا اور جبکہ است میرے بعد جن امور میں اختلاف پیدا کرے گی اُن امور کو اونپر ظاہر و آشکارا کر دیا۔ اور فی الواقع یہ ایک طریقہ وصیت ہے کہ پیغمبرانِ سلف ہی اپنے خلفاء کو انسی ہی برکت اور اختیار بخشتے تھے۔

اس قسم کی صد بار روایات کتب حدیث اہل سنت میں صریح ہیں اور ظاہر ان احادیث سے مطلب رسول خدا صلعم کا یہ ہے تاکہ سب است واقف ہو جاوے کہ بعد نبی صلعم کے اُنکا جانشین برحق علی مرتضیٰ ہے۔

اگر دای برحالی است کہ نبی صلعم کے ایک نہیں سنتے پس نتیجہ ان روایات کا دو صورت کے سوا اور کچھ نہیں کہ یا تو حضرات اہل سنت اسکی قائل ہوں کہ نبوت وغیرہ کچھ نہ تھی اور لغو ذالبتہ حضرت نے دنیا طلبی اور حصولِ سلطنت کے لئے یہ نبوت کا ڈھنگ ڈالا تھا اور اپنے خاندان میں سلطنت قائم رکھنے کو اپنی و اماد کے تعریفیں کیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ نبی صلعم برحق نبی تھی اور سوای حکم خدا کے اپنی طرف سے یا اپنی غرض اور منفعت کے لئے کچھ نہیں کہتے تھے اور کچھ وہ نہ مانتے تھے وہ سب برحق ہے لیکن است نامیجار حضرت کی وفات

پاتی ہی طمع دنیاوی میں پھنس کر خدا اور رسول سے منحرف ہو گئی اور خدا اور رسول کے کسی ارشاد کو نہ مانا۔ اسی پر تمام نزاعات کا فیصلہ ہے اور ہر ان دونوں صورتوں سے درگزر کرنا چاہتے ہیں تو یہ ناقصانِ فکر کہ اہل سنت کے تمام تفاسیر و کتب احادیث کذب و انتراء اور ذر و غبار سے مملو ہیں اور کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں۔

ذکر اختلاف مرقصوں کے

معائنہ کتب اہل سنت سے واضح ہے کہ جبکہ کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبت خلافت حضرت علی کے امت کو حکم دیا یا مطلع کیا ایسی کثرت اور کسی قسم کی حکم یا معاملہ کے پائی نہیں جاتی ہیں۔ جو کچھ مختصر گزارش کیا ہے بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ مشتبہ نمونہ از خرد را یہی نہیں ہے اولیٰ تو جس موقع پر میں نے گزارش کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ مختصر لکھنے کا موقع تھا اسکے لئے تو ایک جگہ بسوط کتاب درکار ہے۔ دوسری ایب ذخیرہ کتب کا بھی کہاں میسر اور ایسے استعداد اور فرصت کہاں کہ اس بیان میں کوئی سبب کتاب لکھ سکوں۔ اسموقع پر مجھ کو اسکے لکھنے کی یوں ضرورت ہوئی کہ مولف اسرار الہد سے نے خلافت کے بارہ میں حدیث صریح ہونے سے گویا بالکل انکار کیا ہے حالانکہ اوں کو تشویش کے ساتھ انکار کرنا چاہئے تھا یہ فرماتے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لئے کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔

ان احادیث و روایات کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج کیا بہہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے معاملہ خلافت کو مہمل چوڑ دیا ہرگز نہیں بلکہ نہیں کہتا چون کہ اس سے زیادہ تشریح کسی معاملہ میں نہیں ہو سکتی مگر نہ صاحب اور نہ انسانی کا کچھ اعلان نہیں۔ آنحضرت صلعم نے فقط خبر اور نفس خلافت مرتضوی پر ہے اکتفا نہیں کیا بلکہ صاف طور پر عام اجلاس کر کے چند بار حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے مگر امت ناہنجار جو آنکھ سے نظر آتی ہوئی شے کا بھی انکار کرے تو اسکا کیا علاج مگر آنحضرت پر الزام عاید نہیں ہو سکتا اپنی اپنی زندگی میں کوئی قبیحہ و ظہار و اعلان خلافت مرتضوی کا اوٹا نہیں رکھا۔

اب ہم شروع سے آخر تک اون مجالس استخلاف کا ذکر کرتے ہیں جو کتب اہل سنت میں مندرج ہیں اگرچہ کتاب انوار الہدے میں بندہ نے بارہ مرتبہ استخلاف ہونا بمقالات مستقلہ جدا جدا درج کیا ہے اس موقع پر اعادہ کے چندان حاجت نہیں مگر اطلاع ناظرین کے لئے اونہیں سے چند استخلاف بطور اختصار بیان کئے جاتی ہیں استخلاف مرتضوی ائمہ مرتبہ اول یہ استخلاف عین قریب زمانہ نشین ہے میر خدایہ صلعم کے واقع ہوا خاص مدعظمہ میں جبکہ حضرت علی بہت صغیر سن تھے اور ابوطالب بچے اور سوقت زندہ تھے یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایسے کریمہ و اذان و عشیرتک الاقربین نازل ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے تمام مٹی جہد المطلب کو بولا کر ضیافت کے اور حضرت علی سی

ایک ران بکری کا کہنا پکوا یا جس سے بروی برکت و اعجاز تمام قبیلہ سیر
 ہو گیا اور تین مرتبہ اس طرح ضیافت ہوئی کیونکہ دو مرتبہ حضرت کو
 موقع گفتگو کا بوجہ ابو لب کے دخل و معقولات کے کھلا تھیں
 روز اپنے تناول طعام کے بعد فرمایا کہ ای بھٹی گطلب اگر جہین عوام
 پر مبعوث ہوں لیکن بالتخصیص تم پر میری بعثت ہے تلو جا۔ تم کہ میری
 معاہدت کرو اور میرے وزیر اور دارث اور ساتھی اور خلیفہ ہو۔
 مگر کہنے قبیلہ میں سے جواب نہ دیا سو اسے علی مرتضیٰ کے کہ عرض کے
 یا رسول اللہ میں آپ کے خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کے فرمان کو امتثال
 کرتا ہوں۔ یہاں تک یہ قضہ بروی روایات محمد بن اسحق و ابن جریر و ابن ابی
 و ابن مردویہ و ابوالنعیم و بیہقی کیسان ہے اور خصائص نسائی میں بھی سوا
 ذکر نزول آیتہ بجنہ یہ قصہ بروایت ربیعہ بن ماجہ و ریح ہے اور یہ
 فقرہ جملہ روایات میں ہے فایکھ میوازنی علی ہذا الامر علی ان یکون
 اخی و وصیہ و خلیفتی فیکھ یعنی تم میں سے کون ہے جو معاہدت
 اور رشتہ میری کرے اس امر رسالت میں اور اس بات کے کہ ہو
 وہ بھائی میرا اور وصی میرا اور خلیفہ میرا تم میں۔ ابن جریر کہتے ہیں
 کہ جب قبیلہ میں سے کوئی نہ بولا تو حضرت علی نے فرمایا کہ میں بنے
 یوں عرض کی قلت یا بنی اللہ اکون وزیرک علیہ فلخذ بقبۃ شمر
 قال هذا اخي و وصی و خلیفتی فاسمعوا له و اطیعوا۔
 یعنی عرض کی میں نے کہ یا رسول اللہ صلعم میں ہوتا ہوں ایک ایش

پناہ اور معاخذ اس امر رسالت پر پس اپنی میری گردن پکڑی اور
 فرمایا یہ ہے بہائی میرا اور وصی میرا اور خلیفہ میرا ای قبلہ بنی عاظم
 تم سب اسکی بات کو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ اور روایت
 ابن اسحق و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابوالغیم و بیہقی مین اسطرح منقول
 ہے فاخذ بوقتہ شمس قال هذا اخي و خليفتي فيكم فاسمعوا
 له و اطيعوا فقام القوم يضحكون لا بى طالب و يقولون قد امرنا
 ان نسمع و نطيع لعلي يعني (فرمایا حضرت علی نے) کہ حضرت نے
 میری گردن پکڑ کے فرمایا یہ ہی بہائی میرا اور خلیفہ میرا تم مین اسکی
 بات سنو اور اسکی اطاعت کرو پس اوٹھ کھڑی ہوئی قوم ہستی
 ہوئی حضرت ابوطالب سی اور یہ کہتی ہوئی کہ ای ابوطالب تمکو
 حکم ہوا ہے کہ علی کی بات مانو اور اطاعت کرو روایت نسائی
 مین لفظ وارثے زیادہ ہے۔ واقعی خلافت حق وہی ہے کہ
 جسکا اختلاف بعثت رسالت کے ساتھ ساتھ ہووے۔

استخلاف مرتضوی مرتبہ ثانی۔ یہ ہے کہ جب سید عالم صلعم
 نے مکہ معظمہ سے طرف مدینہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت علی کو
 اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا تاکہ آنحضرت کی طرف سے ادای و دایع دامانات
 کرین قال فی الصواعق و لما هاجر النبي صلعم الى المدينة امره
 ان يقبل بعدة بمكة اياماً حتى ودى عنه امانته و الودائع و الوا
 التي كانت عند النبي صلعم ثم يلحقه باهلها كما في صاحب صواعق

محرقرہ نے جبکہ ہجرت کے بنی صلعم نے طرف مدینہ منورہ کے حکم دیا
 علی مرتضیٰ کو کہ میری بعد چند روز کہ میں قیام کر دتا کہ حضرت کی طرف
 سے ادا کرین امانتوں کو اور دو لیتوں کو جو بنی صلعم کے پاس
 تھیں پھر بعد ادا امانات و ودائع و وصایا کے آپ معہ اہل و عیال
 بنی صلعم حضرت سے جا ملے اس ضمن میں ایک خاص خلافت بھی
 واقع ہوئی جسکو سنکر اہل معرفت کو وجد آجائے اور وہ یہ ہے
 کہ جب بوقت شب رسول خدا صلعم راہی غار ہوئی تو حضرت علی
 کو اپنی بستر پر اپنی چادر اوڑنا کر سٹا گئے و زعم الناس انہ
 رسول اللہ صلعم۔

استخلاف سیوہم نزول آیه کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین
 امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویتؤتوا الزکوٰۃ وامن راکعون
 ترجمہ اور تفسیر اسکی باب آیات میں لکھی گئی ہے مطلب آیت کا یہ
 ہے کہ مسلمانوں کے مین ولی قرار دی گئی خدا و رسول اور رکوع
 میں خیرات کرنا والا مومن نمازی یعنی علی مرتضیٰ - یقین ہے کہ ولایت
 خدا اور رسول کا کوئی انکار نہ کرے گا اسلئے خدا اور رسول نے بعد نزول
 آیت ہذا ہمیشہ امت کو آگاہ کیا ہے کہ تیسرا ولی تمہارا علی مرتضیٰ ہے
 ذکوٰۃ آیات میں گذرا کہ ہر مسلمان سے خدا کے رد و برو ولایت علی کا سوال
 ہوگا۔ باب امداد میں چند روایات منقول ہو چکیں کہ فرمایا آنحضرت
 صلعم نے انہ منی وانا منہ وھو ولیک بعدی ویکر یا علی انت منی

وانا منک وانت ولی کل مومن ومومنة فمن بعدی دیگر ما بریدہ
 کہ تعصبین فی علی انہ منی وانا منہ وهو ولیکم بعدکے۔ دو دیگر میں
 کنت ولیہ فہذا علی ولیہ۔ اگر کتب اہل سنت کو بغور ملاحظہ کیا جاوے
 تو صد بار روایات اس آیت قرآنی کی تائید میں با اظہار ولایت علی ابن
 ابی طالب نکلیں گے۔ از اجماع خصایص نامی میں متعدد دروایات
 ولایت ورجہ بن کہ خنیں سے پیشتر خیر روایات نقل ہو چکی ہیں۔
 دیگر عن عائشۃ بنت سعد ان رسول اللہ خطب وقال اما بعد ایھا
 الناس فانی ولیکم قالو صدقت ثم اخذ بیہ علی وقال ہذا ولیہ و
 یؤدعنی وال اللہ من والاہ وعادہ من عاداہ وعن سعد قال اخذ
 رسول اللہ صلعم بیہ علی فخطب فحمد اللہ واشنی علیہ ثم قال المر
 تعلموا اننا اولی بکم من انفسکم قالوا نعم صدقت یا رسول اللہ ثم اخذ
 بیہ علی فرفعنہا فقال من کنت ولیہ فہذا اولینہ وان اللہ لوال
 من والاہ وعادی من عاداہ۔

استحلاف مرتضوی بمرتبہ چہارم

بوقت تبلیغ سواہ برات کے ہے اور قصہ ادسکا یہ ہے کہ تبلیغ احکام
 سورہ برات بوقت جمع ضرور ہتی مگر ابس سال حضرت کا جانا نہوگا
 اور معاملہ خفیف سمجھ کر حضرت نے سورہ برات حوالہ حضرت ابو بکر کے
 کردی کہ مکہ معظمہ میں جا کر بوقت جمع تبلیغ احکام سورہ کے
 کریں بعد ازان وحی الہی نازل ہوئے کہ یہ تبلیغ رسالت ہے

یا تم خود جاؤ یا علی مرتضیٰ کو بھیجیو کیونکہ کار تبلیغ رسالت تمہارے طرف سے سوامی تمہارے اور علی کے اور کوئی انجام نہیں دی سکتا نقل النساء فی الخصائص عن انس قال بعث النبی صلعم ببرات مع ابی بکر ثم دعاه فقال لا یبغی ان یشیع هذا الا لجل من اہل فدا علیا ولخطا ایاہ یعنی حضرت نبی صلعم نے اول حضرت ابوبکر کو مع سورہ برات مامور کیا اور پھر واپس بولا کہ فرمایا کہ اسکی تبلیغ سوامی میری اہل کے اور کوئی نہیں کر سکتا پس بولا یا علی مرتضیٰ کھاؤ سورہ برات ایسی حوالہ کی۔ بلکہ دیگر روایات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر خید منزل قطع مسافت کر چکے تھے اس کے بعد بموجب حکم وحی واپس بولا کہ حضرت علی کو تعینات فرمایا۔

اخرج النساء عن علی ان رسول اللہ بعث ببرات الی اہل مکة مع ابی بکر ثم اتبعہ لعلہ فقال له خذ الکتاب قلمض بہ الی اہل مکة قال فلحقته فاخذت الکتاب منه فانصرف ابوبکر وهو کثیر فقال یا رسول اللہ انزل بی شی قال لا الا انی امرت ان ابلاغہ ان اور حل من اہل بیتی روایت کی امام شافعی نے حضرت علی سے کہ نبی صلعم نے تعین کیا ابوبکر کو وہاں پہنچنے کے بعد سورہ برات طرف اہل مکہ کے پیچھے اؤ کی حضرت علی کو بھیجا اور حکم دیا ابوبکر سے کتاب لیکر تم مکہ کو جاؤ اور تبلیغ سورہ برات کرو فرمایا حضرت علی نے کہ میں جاؤں ابوبکر سے اور کتاب رسول صلعم اون سے واپس لے لے پس

لوٹ آئے ابو بکرؓ نہایت عمیقین و رنجیدہ اور عرض کی یا رسول اللہ میرے حق میں کوئی حکم اور فرمایا نہیں مگر مجھی حکم ہوا ہے کہ یا تو خود میں اس کے تبلیغ کروں یا میری اہلیت کا۔

یہ بات صاحبان عقل پر پوشیدہ نہیں کہ خلافت پیغمبر مراد اوسی منصب ہے کہ غیبت پیغمبر میں پیغمبر کے طرف سے تبلیغ رسالت کجاوے پس جبکہ حضرت ابو بکرؓ قابل اس منصب کے قرار نہ پائی اور عام اصحاب کیلئے ممانعت ہو گئی کہ کوئی شخص سوائے اہلیت پیغمبر کے پیغمبر کی طرف سے اور رسالت نہیں کر سکتا تو ثابت ہو گیا کہ خلافت پیغمبر فقط اہل بیت پیغمبر سے متعلق ہے جو غیر لوگ خلیفہ مقرر ہوئے اُنکی خلافت قطعی باطل اور ناجائز ہے۔

استنماع خلافت جملہ صحابہ

و الخصار خلافت بر اہل بیت پیغمبر

یہ سب کچھ اسحق قاضی خلافت کا استنماع بروی روایات مندرجہ بالا میں مذکور دیگر روایات میں اس سے زیادہ تشریح ہوئی ہے یعنی مندرجہ بالا سے تو یہ ہی پایا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ تا اہلیت تبلیغ رسالت نبی اکرمؐ اہل بیت صلعم نہیں رکھتے خود پیغمبر خدا انجام دین یا اُنکی جگہ حضرت علیؓ خلافت لے لیا تا انجام دیکے ہیں مگر جو روایتیں مذکور ہیں اُنکی علیؓ اہل بیت کے ہر حکم ہر معاملہ کے تبلیغ سے ممانعت ہوئی ہے۔ انہیں روایات کے بعد خصایص نسائی میں جو روایت سعد سے آئی ہے اُس میں یہ لفظ ہے

اللہ کی لودی عنی الا انا اور چل منی یعنی انہیں اور امر اسلت
 کر سکتا میری طرف سے کوئی شخص الامین یا وہ مرد جو مجھ سے ہے
 اور ظاہر ہے کہ وہ مرد علی بن کیونکہ فرمایا ہے حضرت نے انہی عنہ
 وانا منہ یعنی وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یہہ امتناع
 اگرچہ فقط تبلیغ سورہ برات کے لیے واقع ہوا لیکن یہہ حکم عام تبلیغ
 رسالت سے متعلق ہے خواہ کوئی معاملہ ہو کیونکہ بعینہ یہہ سے
 حکم علاوہ تبلیغ سورہ برات کے عام امورات متعلقہ رسالت کے
 تبلیغ کی بابت صادر ہو رہا ہے اور اسکو قصہ سورہ برات سے کچھ
 علاقہ نہیں عام احکام کی بابت ہے کما نقل النساء فی خصاخصہ
 اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا اسمعیل عن ابی اسحاق ع وجہ بن
 عبادة السنونی قال قال رسول اللہ صلعم علی منی وانا منہ فلا یودی عن
 الا انا او علی یعنی فرمایا بنی صلعم نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے
 پس کوئی شخص اور رسالت میری طرف سے نہیں کر سکتا بخیر میری
 اور علی کے۔

استخلاف مرتضوی بمرتبہ پنجم۔ ایک بہت بڑا اختلاف ہی اور
 قصہ اسکا یہہ ہے کہ جو وقت بنی صلعم بارادہ جنگ قصر روم عازم ہو
 ہوئے تو علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر گئی جن لوگوں
 کو عقل و فراست سے کچھ بھی حصہ ملا ہے وہ اس خلافت کی ضرورت
 اور اس کے وقعت کو فہم جاسکتے ہیں۔ کیونکہ فن سیر و تاریخ

اسکے ماہر خوب جانتی ہیں کہ حضرت علی کے شجاعت اور دلاوری کا درجہ
 کہاں تک مرتبہ بلند پر پہنچا ہو اسے تمام غزوات بنی صلعم میں ہمیشہ اپنی
 کار نمایان کئے یہاں تک کہ سب اصحاب اکثر مقامات پر بنی صلعم کو تنہا چھوڑ
 کر ہاگ گئے مگر وہ کرار غیر فرار بنی صلعم کو کہیں تنہا چھوڑنے کا رگڑاوار
 نہوا۔ اصحاب فہم و ذکا اس بات کو دریافت کر سکے تھیں کہ بنی صلعم کو سخت
 علی پر کہاں تک بہروسہ تھا۔ یہہ غرم خبگ تبوک کسی قبیلہ یا قوم کے
 اثر امی نہ تھی یہہ ایک بڑی جلیل القدر شہنشاہ کا مقابلہ تھا ایسے وقت
 میں حضرت علی کو مدینہ میں چھوڑنا صاف صاف اوس ضرورت کو
 ظاہر کر رہا ہے جو بنی صلعم کو اوس وقت اونکی مدینہ میں چھوڑنے پر
 حاوی ہوئی تھی۔ جو لوگ طریقہ حکومت اور انتظام سلطنت کو
 جانتے ہیں اوسے پوچھی۔ کہ واقعی یہہ وقت ایسا ہے تھا کہ بنی صلعم
 اپنی وارث جائز کو اپنی تخت گاہ پر قائم کریں اور جو کچھ حضرت
 علی کے ساتھ رکنی سبے بوجہ اونکی شجاعت اور دلاوری کے انحضرت
 کو تقویت اور دل جمعی تھی اوسکا کچھ خیال نہ کریں چنانچہ آنحضرت صلعم
 نے اوسی قانون حکومت پر خیال کر کے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا
 بانشین کر دیا۔ گویا فی الواقع بنی صلعم نے سب امت پر اس بات
 کو قیلا دیا کہ محمد صلعم کے تاج و تخت کا دارث حقیقہ علی مرتضیٰ ہے
 جسکو ایسی بڑی عظیم مہم پر جاتے وقت اپنا خلیفہ کر دیا =
 یہہ حدیث بوجہ غایت شہرت اور تواضع کے محتاج کسی ثبوت کے

نہیں خود مولف نے ہی اسکو نقل کیا ہے اور نہ ہی بہت تشویش کی سزا
 اسی رسالہ میں اس حدیث اور اسکے معنی کو لکھا ہے اس موقع پر زیادہ
 ضرورت تحریر روایات کے منتہی بلکہ چونکہ مولف نے براہ عداوت لفظ
 خلافت کو ترک کر کے بطور محافظ زبان مقرر کرنا لکھا ہے اسلئے ہم کو یہ
 عبارت صواعق محرقہ کے لکھنی پڑی۔ (باب مائثر علی) کے شروع کے
 عبارت ہم پیشتر نقل کر چکے ہیں ذکر ہجرت تک اور اس کے بعد یہ لکھا ہی
 وشهدا مع النبی صلعم سائر المشاکھلا لا تبوک فانما حصلتم استخلافہ
 علی المدینۃ وقال له حیثئذ انت منہ بمنزل تھار من موسیٰ کہ لا بنی بعدک
 یعنی حضرت علی تمام مشاہدین سوا ی تبوک کے ہمراہ رسول خدا صلعم کے
 رہے اور تبوک میں ہمراہ بنجانے کے یہ وجہ تھے کہ آنحضرت صلعم نے
 اوکو مدینہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور اسوقت حضرت علی کے شان
 میں یہ فرمایا کہ تو میری نزدیک ایسا ہے جیسا ہارون تھا موسیٰ کے نزدیک
 الا یہ کہ بعد میری کو ہی بنی نہیں ہے۔

استخلاف ششم۔ اگرچہ نبی صلعم نے بار مائست کو اس امر سے آگاہ
 کر دیا کہ خلافت و امامت حق اہل بیت پیغمبر کا ہے وہ رسوا ی اہل بیت
 کے اور کوئی شخص صحابی ہو یا یدر صحابی منصب خلافت کو نہیں پاسکتا مگر یہ
 است کے بشدہ سے اور اذنی حرکات و سکنات سے امن امر کو دریافت
 کر لیا کہ ان لوگوں کے دل میں فساد ہے اور اذن احکام کو گوش نشین
 سے نہیں سنا اسلئے آخر زمانہ حیات میں جبکہ آنحضرت صلعم بارادہ ادائی

حج کہ کو تشریف لے چلے تو آپ نے تمام قبائل عرب میں منادی کرادی
 کہ جسکو نبی صلعم کے ساتھ حج کرتا ہو وہ مکہ کو چلے اس حج کو حجتہ الوداع
 کہتے ہیں اگرچہ عوام لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس سال حج کے لئے رسول
 خدا کا جانا واسطے تعلیم سائل حج کے تھا لیکن درحقیقت آپ فقط امام
 خلافت کے لئے تشریف لیکے تھے۔ کہ وہاں تمام قبائل عرب برظاہر موجود
 کہ بعد نبی صلعم کو ن پیشوا می است ہوگا۔ مضمون آیہ کہ میری ایضاً الرسول
 بالغ سے انکار اسے کہ اس غرم حج سے پیشتر نبی صلعم مامور ہو چکے تھے
 کہ حضرت علی کو اپنی جگہ خلافت پر نصب کر دین اور آنحضرت صلعم سے وجہ
 سے حج کو تشریف لیکے مگر اس خیال سے کہ منافق لوگ طعنہ دین کہ اپنی
 غریزہ برادر و داماد کو سلطنت کا مالک کئے جاتے ہیں یا بروی امر
 تقدیری کہ امت کے ایمان کا امتحان اسی معاملہ پر منحصر کیا گیا ہے عربہ
 دن اگرچہ اس امر کو قرار دیدیا کہ میری وفات کے بعد امام اور پیشوا
 برحق جبکہ بتک سے امت ہدایت پائی۔ اور ترک بتک سی گمراہ
 ہو جائے قرآن اور اہل بیت پیغمبر ہیں اور امت کے یہ اطمینان بھی
 کہ آدمی کہ مری اہل بیت ہمیشہ قرآن کے ساتھ رہینگے۔ اور قرآن دن
 کے ساتھ رہیگا آپس میں ایک دوسری سے جدا نہونگے اگرچہ یہ اشارہ
 ہیں بالغ من النصرت تھا۔ اور درحقیقت یہ بھی صریح اختلاف مرتضیٰ
 تھا۔ لیکن کسی ضرورت یا مصلحت سے اسوقت آپنی بطریق مہمزد
 اہل حکومت و ریاست سند نشین نہیں لیا۔ فقط امت کو ہدایت

انی تارک فیکم الثقلین اחדہما الذین الاخر کتاب اللہ وعترتی اہلبیتہ
ان تمسکتہ بجماعہ تملوا بعدی فانہما لم یفترقا حتی یرداعلی
الکوخ یعنی میں اپنی بعد تم میں دوشی جلیل القدر جو ایک دوسری سے
بڑی ہیں جوڑتا ہوں ایک کتاب خدا کے دوسری اہل بیت میری
اگر ان دونوں سے تم متک کرو گے تو گمراہی میں نہیں پڑو گے
اور بہ تحقیق کہ یہ دونوں باہم ایک دوسرے سے جدا ہون گے تا اللہ
خوش کو شریعتی پاس پونجین -

اگرچہ جاننے والے جانتے تھے کہ اہل بیت و عترت سی ہی علی ابن
ابیطالب ہے مراد میں کیونکہ بار بار انحضرت نے نقطہ اہل بیت
کی تشریح فرمائی جیسا کہ آیتہ تطہیر یہ مودت آیتہ مباہلہ آیتہ صلوٰۃ میں مرقوم ہے
اور یہ بھی بار بار پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن
لا یفترقان حتی یرداعلی الکوخ رواہ الطبرانی فی الاوسط
لیکن اسی موقع پر فقط اسقدر ہدایت پر اکتفا کیا گیا - کہ جس سے
امت پر یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارا دینی پیشوا سو ای اہل بیت پیغمبر کے
اور کوئی نہیں ہو سکتا - مگر خدا تعالیٰ کو یہ کارروائی پسند نہیں آئی
یہاں تک کہ حضرت نے مکہ معظمہ سے کوچ کر دیا - اور فواحی جحفہ میں
سراہ انحضرت صلوٰۃ علیہ وسلم چلے ہوئے جاتے تھے جس وقت خم غدیر کے
موقع پر پہنچی اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ نے ہمارا حکم
امت کو کیوں نہیں پونجیا یا یعنی علی کو اپنا جانشین کیوں نہیں کر دیا

اگر اشعار است سے خوف ہی تو تھا تو اسے محافظت کرینگے اور وقت رسول خدا صلعم مجبور ہو گئے اور چلتے چلتے پھیر گئے۔
استحکامات ہنعم ذکر نزول آئے بلع الممنہ حوالہ تفاسیر باب آیاتین گذرا۔ اور خطبہ غدیر شروح اس رسالہ میں چند بار نقل ہو چکا اور خطبہ منکلت مولاہ فعلی مولاہ بنجلہ روایات صحیحہ متواترہ اہل سنت کے ہے اور کتب ستہ و دیگر جمیع کتب حدیث اہل سنت میں مروی ہے یہاں کہ شیخ ابن حجر مواعن میں لکھتے ہیں۔

وانہ روا عن النبی صلعم ثلاثون صحابۃ و کثیر ام طرق صحیحہ او حسن یعنی یہ حدیث غدیر وہ حدیث ہے جسکو تیس گن اصحاب پیغمبر خدا نے پیغمبر خدا صلعم سے روایت کی ہے اور بہت سے طرق اس حدیث کے صحیح اور الحسن میں۔

امام نسائی نے قریب دس بارہ طرق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اکثر طرق میں بجائے لفظ مولا کے ولی استعمال ہے جس سے وہ گجاش بھی اہل سنت کو جاتی رہے کہ کہا کرتے تھے کہ مولا یعنی غلام بھی ہے اب ہم حدیث کی نقل کرتے ہیں اگر جدا جدا ہر کتاب کی روایت کو لکھا جاوے تو طول کے سوا می کوئی فائدہ نہیں۔

اخرج احمد عن براء بن عازب والنسائی بطرق عدیدہ فی الخصائص۔ بجات تمید یعنی نزول غدیر خم و تیار می مبروہ انصوری تمیدی رسول خدا صلعم انی اولی بالمومنین من انفسہم وغیرہ

کو جوڑ کر اصل عبارت حدیث نقل کیا تو ہے۔
 ثم قال کافی قد دعیت فاجبت وانی قد ترکتم الثقلین احدهما
 الکبیر من الاخر کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ان تمسکتہما لن تضلوا
 بعدی فانظر واکیف یخلفون فیہما فانہما لن یفترقا حتی ید علی الخوص
 ثم قال ان اللہ تعالیٰ عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ثم انه
 اخذ بید علی وقال اللہم من کنت مولاه فعلی مولاه اللہم وال من
 والہ وعاد من عادہ وانصر من نصرہ واخذل من خذله
 ودار الحق معہ حیت یدار یعنی فرمایا بنی مسلم نے کہ گویا میں خدا کے
 حضور بولایا گیا ہوں یعنی پیام اجل آیا ہے اور میں نے اسکی اجابت
 کی ہے اور بہ تحقیق کہ میں اپنے بعد تم میں دو بہارین چیزیں چھوڑتا ہوں
 ایک دوسری سے بڑے ہے کتاب خدا کی اور عترت و اہلبیت میری
 اگر تم لوگ ان دونوں سے تمسک کرو گے تو میری بعد ہرگز گمراہ
 نہو گے۔ پس نگاہ رکھو کہ مری بھی اول سے کیا سلوک کرو گے پس تحقیق
 کہ وہ ایک دوسری سے جدا نہونگے تا آنکہ عوض کو شر پر وارد ہوں پھر فرمایا
 کہ بہ تحقیق اللہ تعالیٰ جل شانہ میرا مولا ہے اور میں ولی جملہ مومنین کا ہوں
 پھر آنحضرت نے علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا بار اہا جس کسی کا کہ میں مولا
 ہوں پس علی اسکا مولا ہے بار خدا یا دوست رکھو اسکو جو علی کو دوست
 رکھی اور دشمن رکھو اسکو جو علی کو دشمن رکھے۔ اور نصرت کرو اسکی جو علی
 کی نصرت کری۔ اور خذول کرو اسکو جو علی کی نصرت ترک کرے اور

پہر دے حق کو اس کے ساتھ بدہر کو وہ پہرے۔

بعد اسکے ذکر مبارکباد دینی حضرت عمر کا ہے صحیح بخاری بابین ابی طالب
الحکم یہ روایت امام احمد بن حنبل کی ہے جسکو صاحب شکوۃ نقل کیا
اور روایت مندرجہ خصائص نسائی عن زید بن ارقم اسی کے قریب قریب
ہے فقط یہ تبدیلی ہے۔ "ثم انه اخذ بيد علي فقال من كنت
وليه فخذن اوليه اللهم وال من والاه وال اخيه۔" یعنی خصائص میں بجای
نولہ کے ولی روایت کیا گیا ہے۔

قد نقل فی الصواعق انه صلعم قال حديث الثقلين في حجة الوداع
بعرفة وقال بالمدينة في مرضه وقد امتلأت الحجرة باصحابه
وايضا انه قال ذلك بغدير خم۔ وايضا قال لما قام خطيباً بعد
الصرافه من الطائف وفي رواية عند الطبراني عن ابن عمر اخروا تكلم به
النبي صلعم اخلفوني في اهلبيته ليقل يقول صاحب صواعق حديث ثقلين
ومقامات مندرجہ ذیل میں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ حجة الوداع میں بقیام
عرفات۔ مدینہ منورہ میں بوقت بیماری جبکہ حجرہ اویسون سے بہرہ ہوا
غیر خم میں جبکاذکور شروع ہو چکا بوقت واپسی از طائف خطبہ فرماتے
ہوئے۔ بحسب روایت طبرانی عن ابن عمر ثابت ہوتا ہے کہ بوقت جلوت
نبی صلعم جو آخر کلمہ آپ کے زبان سے واسطے ہدایت امت کے نکلا
یہ تھا اخلفوني في اهلبيتي

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۲	۱۹	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
جسکا دروغ	بخت نصر	سارا	سارا	سارا	سارا
۱۴	۲۱	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
جابل	مات و مشکن	حال	حال	حال	حال
۱۹	۱۰	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
جیکہ تم خود	تفسیر من نہیں	مواقف	مواقف	مواقف	مواقف
۴	۱۶	۱۹	۱۲	۱۳	۱۴
کراخ النغمہ	آیت میں	بجفسہ	بجفسہ	بجفسہ	بجفسہ
۱۲	۱۶	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
کراخ النغمہ	اور کجائے مودت	مولف	مولف	مولف	مولف
۱		۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
اور	اہل بیت کے	قال حدثنا	قال حدثنا	قال حدثنا	قال حدثنا
۹	۱۹	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
خدار	ایمانا	بقبولہا	بقبولہا	بقبولہا	بقبولہا
۱۰	۱	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
دن میں	ولشیتنگ	درج بین	درج بین	درج بین	درج بین
۱۸	۱۲	۳۵۲	۳۵۲	۳۵۲	۳۵۲
کلیب	اختصار	خارج	خارج	خارج	خارج
۱۲	۱۳	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
ای	کما	نادانی	نادانی	نادانی	نادانی
۱۲	۱۸	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
کو دیکھ کر	بر	خود	خود	خود	خود
۴	۶	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
مولاء	مفہوم	کی طرف	کی طرف	کی طرف	کی طرف
۴	۶	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
مثلاً اصحاب ربیعہ	تقدیر	تمہارے	تمہارے	تمہارے	تمہارے
۱۸	۴	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
اہقف	بذ	طرح دیجانا	طرح دیجانا	طرح دیجانا	طرح دیجانا
۱۲	۲	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
قاعدہ	دیدار	فاخذ	فاخذ	فاخذ	فاخذ
۱۱	۴	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
وقت پر	کی بھی	ادشون	ادشون	ادشون	ادشون
۱۹	۲	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
کام نہیں	نئے بھی	ماشاء اللہ	ماشاء اللہ	ماشاء اللہ	ماشاء اللہ
۵	۱۵	۱	۲	۳	۴
نکٹ	تفصیل	تواید	تواید	تواید	تواید
۱۵	۲	۹	۱۰	۱۱	۱۲
بعل	سجدے	قابل	قابل	قابل	قابل
۱۸	۲	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
دکھاوین	باز پرس	کو	کو	کو	کو
۹	۱۹	۳	۴	۵	۶
کتب	بسنوال	افترار	افترار	افترار	افترار
۴	۶	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
مادہ	کے بارے	خبیث	خبیث	خبیث	خبیث
۱۲	۴	۳	۴	۵	۶
ہوئے ہوتے	امامت کا	بتلاویجے	بتلاویجے	بتلاویجے	بتلاویجے
۱۵	۸	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
کرتے	ظاہر و معلوم	المخارب	المخارب	المخارب	المخارب
۴	۶	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
انہوں نے	تمہارا	مومنین سے	مومنین سے	مومنین سے	مومنین سے
۱۸	۱۶	۹	۱۰	۱۱	۱۲
رہے ہیں	کاذبون کو	صاف	صاف	صاف	صاف
۴	۱۴	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
سمجھ لیا	دقیق بھی	افترار داری	افترار داری	افترار داری	افترار داری
۱۳	۸	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
اہل نکلیں کو اپنا نام	سے نہیں ہے	نقش	نقش	نقش	نقش
۱۵	۱۵	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
وہب الاتبع بحسب	دین اور	زیادہ	زیادہ	زیادہ	زیادہ
۱۵	۱۵	۰	۰	۰	۰
کہاؤنگو	مرور	وحدانیت	وحدانیت	وحدانیت	وحدانیت

اعلان

حق تصنیف و تالیف کتاب مستطاب اعلان الہدی
جواب اسرار الہدی کا جناب مصنف صاحب دامت اقبال
نے بطیب خاطر ارقم کو دیا ہے لہذا جملہ اہل طابع و ناگران
دیار و اصدا کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ کوئی صاحب
بدون اجازت تحریری و مٹیری کمترین کے قصیدہ چاہے
اوچھ پوٹیکامہ گزنفرائین ورنہ مواخذہ دارسراہوں کے اور
نفع کی عوض نقصان اوٹھائینگے عبر رسولان بلع باشد و بس
رافق
کمترین عابد علی مالک مطبع

